قافلۂ اہلِ دل

حضرت شاہ غلام علی مجدّدی نقشبندیؒ

"اپنے ملفوظات و مکتوبات کے آئینہ میں"

مع

تذکرۂ خلفاء

مُرتّبہ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی علیہ الرحمۃ

الفرقان بکڈپو نظیر آباد، لکھنؤ

قافلۂ اہل دل

یعنی

حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ

اپنے ملفوظات و مکتوبات کے آئینہ میں

مع تذکرۂ خلفاء میں

مرتبہ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی قدس سرہ

ناشر:

الفرقان بکڈپو

نظیر آباد ۳۱- نیا گاؤں مغربی لکھنؤ

پہلا ایڈیشن ______ ۸۹ء
تعداد صفحات ______ ۲۷۲
کتابت ______ ظہیر احمد کاکوروی
طباعت ______ نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد
قیمت ______ ۲۵ روپے

باہتمام
محمد حسّان نعمانی

ناشر
الفرقان بکڈپو نظیرآباد (۳۱ نیا گاؤں مغربی)
لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

فہرست مضامین و عنوانات بقید صفحہ

تذکرۂ خلفاء ۲۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

پیش نظر کتاب "قافلۂ اہلِ دل" حضرت شاہ غلام علی مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے روح پرور ملفوظات، ایمان افروز مکتوبات اور آپ کے خلفاء باصفا کے تذکرہ کا مجموعہ ہے۔

دراصل یہ کتاب حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہی علیہ الرحمہ کے تین مقالوں کا مجموعہ ہے جن کا تمام عمر جن کا موضوعِ تصنیف اور محبوب ترین مشغلہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے لیکر اب تک کے اپنے سلسلہ کے اکابر و مشائخ و مصلحین امت کے تذکروں آنکے سوانح حیات اور ایمان افروز ملفوظات و مکتوبات کو (جو عموماً فارسی زبان میں ہیں) موجودہ دور کے اردو پڑھنے والے مسلمانوں کیلئے سادہ و سلیس اور دلنشین انداز میں اردو زبان میں منتقل کر کے مرتب کرنا ہی رہا — یہ مقالے ماہنامہ الفرقان میں مختلف زمانوں میں قسطوار شائع ہو کر دینی لحاظ سے بہت مفید اور مقبول عام و خاص ہو چکے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ملفوظات و مکتوبات بڑے مؤثر اور ایمان افروز ہیں۔ ان میں تصوف کی حقیقی اور صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔ انکو پڑھ کر ہی انکی روحانیت و بلند مقامی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ راقم سطور نے خاص طور سے ملفوظات کے متعلق خود والد ماجد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

"اب سے ۴۰ سال پہلے جب ۱۳۷۰ھ میں یہ الفرقان میں شائع ہوئے تھے

تو میں نے ان قسطوں کے اوراق نکال کر اپنے تکیہ کے پاس رکھ لئے تھے اور ایک عرصہ تک یہ معمول رہا کہ جب اپنے اندر کسی خرابی اور ذہنی پراگندگی کا احساس ہوتا تو اسکے علاج کیلئے انکا مطالعہ کر لیا کرتا تھا اور بفضلہٖ تعالےٰ اس مطالعہ سے اکثر شفاء حاصل ہو جاتی تھی "۔۔۔

مولانا فریدی مرحوم کی خواہش تھی کہ اس کتاب پر حضرت والد ماجد مدظلہٗ دیباچہ تحریر فرمائیں جس کا اظہار اس عاجز کے نام اپنے ایک گرامی نامہ مورخہ ۹ محرم ۱۴۰۹ھ میں اسطرح فرمایا تھا۔

"۔۔۔ حضرت مولانا کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو میں ان سے کہتا کہ وہ دیباچہ لکھیں۔۔۔"

اِن دنوں والد ماجد مدظلہٗ کی طبیعت کی زیادہ ناسازی نے انھیں دیباچہ لکھنے کا موقع نہیں دیا لہذا اُن ہی کی فرمائش پر ہمارے محترم مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے "تعارف" لکھا ہے۔ جو ناظرین کرام آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت مرتب مرحوم نے مجموعۂ مکاتیب میں مکتوب الیہم اور ان شخصیتوں کے مختصر حالات (جن کا ان مکتوبات میں ذکر آیا ہے) لکھ کر اسکو اور بھی مفید ترین بنا دیا ہے۔

اللہ تعالےٰ راقم سطور اور تمام ناظرین کو بزرگوں کے حالات و اقوال سے مستفیض فرمائے اور ان اکابر دین کی برکت سے عشق الٰہی، شوقِ اتباعِ سنت اور ذوقِ طلب کا کوئی ذرہ ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے۔

آخر میں اُن تمام حضرات سے جو اِس کتاب سے استفادہ حاصل کریں اور اسکے مطالعہ کو اپنے لئے مفید سمجھیں التدعا ہے کہ اپنی دعاؤں میں حضرت مرتب مرحوم و مغفور، والد ماجد اور ناچیز ناشر کو بھی شامل کر لیں ۔۔۔ واجرکم علی اللہ۔

محمد حسان نعمانی

۱۹ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

تعارف

"قافلۂ اہلِ دل" کے صفحات پیشِ نظر ہیں اور ذہنی کشمکش کے ساتھ یہ سطریں قلمبند کرنے جارہا ہوں۔ یہ تذکرہ ہے ان خدارسیدہ بزرگوں کا جنھوں نے تاریخ ہند کے دورِ زوال میں صحابہ کرام اور صوفیائے عظام کی یاد تازہ کردی اور ایمان و یقین کے نغموں سے عالم کو معمور کیا۔ قلم ہے حضرت مولانا نسیم احمد فریدی مرحوم کا جو بلاشبہ "قافلۂ اہلِ دل" کے ایک فرد اور بزرگانِ پیشیں کی زندہ یادگار تھے۔ جنھوں نے پابندئ شریعت اور اتباعِ سنت کی قندیل سے تہاں خانۂ دل کو روشن اور علماءِ ربانی کے تذکروں سے بزمِ علم و تحقیق کو معطر رکھا ــــ ایسے بلند پایہ اصحاب تذکرہ اور تذکرہ نگار کے بارے میں ایک سیاہ دل، پراگندہ دماغ، بندۂ نفس کا قلم حرکت میں آئے اسے "جرأتِ بے جا" کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے۔ لیکن مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

کا حکم ہے کہ یہ گنہگار "قافلۂ اہلِ دل" کا تعارف لکھے اور بیش قیمت ریشمی خلعت میں ٹاٹ کا پیوند لگائے۔ حضرت مولانا نعمانی دامت برکاتہم فاضل تذکرہ نگار کے بھی مخدوم و محترم ہیں اس لئے تعمیلِ ارشاد ضروری ہے۔ دل کے ایک گوشے میں یہ خیال بھی پرورش پا رہا ہے کہ شاید "قافلۂ اہلِ دل" کے جلو میں شرکت اس غریقِ عصیاں کے لئے سامانِ مغفرت بن جائے۔ ان متضاد جذبات کے ساتھ یہ تعارفی صفحات لکھے جا رہے ہیں۔ اگر یہ صفحات "قافلۂ اہلِ دل" کے شایانِ شان ہو جائیں تو اسے بھی اصحاب تذکرہ بزرگوں اور صاحبِ دل تذکرہ نگار کی کرامت سمجھئے۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت روشن ہے کہ کسی قوم کے سیاسی زوال کے ساتھ اس کا علمی اور تہذیبی زوال ضروری نہیں۔ اقوام و ملل کی تاریخ میں ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں کہ ایک قوم جس وقت سیاسی زوال کی انتہائی پستی میں تھی وہی زمانہ اس کی علمی کامرانی اور تہذیبی ارتقاء کا تھا۔ دور کیوں جایئے ہندوستان ہی کی تاریخ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔

بارہویں صدی ہجری کا نصف آخر اور تیرہویں صدی ہجری کا نصف اول مسلمانانِ ہند کی سیاسی تاریخ کا بدترین زمانہ ہے۔

مغلیہ سلطنت (جو دولت عثمانیہ کے بعد عالم اسلام کی سب سے عظیم اور وسیع سلطنت تھی) اس دور میں تیزی سے روبہ زوال تھی۔ برصغیر میں انگریزوں کے سیاسی اثرات بڑھ رہے تھے۔ جاٹوں اور مرہٹوں نے دار السلطنت دہلی کے ارد گرد حلقہ تنگ کر دیا تھا۔ مغلیہ سلطنت کا چراغ لال قلعہ کے اندر ٹمٹما رہا تھا۔ بجھنے کیلئے ہوا کے کسی ہلکے جھونکے کا منتظر تھا۔ لیکن یہی دور مسلمانانِ ہند کی علمی اور تہذیبی تاریخ کا سب سے تابناک دور ہے۔ اسی دور میں ہندوستان نے عالم اسلام کی علمی و فکری قیادت کی اور علوم اسلامیہ کا جھنڈا اپنے ہاتھوں میں لیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رح اور انکے عالی مرتبت خلفاء فرزندان اور شاگردوں نے اسی دور میں اصلاح و تجدید کی وہ ہمہ گیر جد و جہد شروع کی جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ سے اس سے پہلے مشکل سے ملے گی۔

اسی سیاسی زوال، انتظامی بحران اور عدم استحکام کے زمانہ میں دہلی کے اندر ایک طرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح تیز و تند سیاسی ہواؤں سے بلند ہو کر اپنے ہمہ گیر اصلاح و تجدید کے منصوبے کو علمی جامہ پہنا رہے تھے تو دوسری طرف دہلی ہی کے ایک گوشے میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رح عشق و معرفت کی دکان لگائے بندگانِ خدا کی روحانی پیاس بجھانے اور تزکیۂ نفوس و اصلاح باطن میں ہمہ تن مصروف تھے

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی وفات کے بعد انکی اصلاحی و تجدیدی تحریک اور انکی علمی روایات کو انکے فرزندان و خلفاء خصوصًا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ (متوفی ۱۲۳۹ھ) نے آگے بڑھایا اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی جانشینی کا شرف انکے خلیفۂ اجل حضرت شاہ غلام علیؒ نقشبندی مجددی (متوفی ۱۲۴۰ھ) کو حاصل ہوا حضرت شاہ غلام علی نقشبندی نے پورے اخلاص و تقوی اور کمالِ توکل و قناعت کے ساتھ خانقاہ مظہریہ کو نہ صرف آباد رکھا بلکہ اس کی فیض رسانی کا دائرہ وسیع تر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ مجددی سے اصلاح نفوس و تزکیہ باطن کا غیر معمولی کام لیا۔ ان کی خانقاہ میں برصغیر کے علاوہ عالم اسلام کے اطراف و اکناف سے طالبین رشد و ہدایت کھنچ کھنچ کر آتے اور اپنے قلوب کو انوار ایمان سے منور کر کے، اتباع سنت و شریعت کا بے پناہ جذبہ لے کر اپنے اپنے ملک واپس جاتے۔ حضرت شاہ غلام علیؒ نقشبندی کے صرف ایک خلیفہ مولانا خالدؒ کردی کے ذریعہ جن بندگان خدا کو اصلاح و ہدایت کی دولت ملی ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔

مولانا نصر اللہ خانؒ خورجوی تاریخ دکن میں شاہ غلام علی نقشبندی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فیضانِ ایشاں از ہند تا بہ سندھ واز عجم تا بہ عرب واز بخارا تا بہ روم رسیدہ است اقلیمے از اقالیم سبعہ نباشد کہ فیض رسانِ حضرت ایشاں درآں جا نہ باشد (ص۱۰۶)	حضرت شاہ غلام علیؒ کا فیض ہند سے سندھ تک اور عجم سے عرب تک اور بخارا سے روم تک پہنچا ہوا ہے۔ ہفت اقلیم میں سے کوئی اقلیم ایسی نہیں ہے کہ حضرتؒ کا فیض پہنچانے والا وہاں پر موجود نہ ہو۔

امام اہلِ سنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اُس مقالہ میں جو الفرقان کے مجدد الف ثانی نمبر (۱۹۳۷ء ۱۳۵۷ھ) میں "الخطبۃ الشوقیہ فی حضرۃ المجددیہ" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اور پھر بعد میں تذکرۂ مجدد الف ثانی (مرتبہ حضرت مولانا نعمانی دامت برکاتہ) میں "امام ربانی" کے زیرِ عنوان شائع ہوا۔ حضرت مولانا شاہ غلام علیؒ کو تیرہویں صدی کا مجدد قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا تھا:۔

"آپ کی ذات بابرکات سے تو اس قدر فیض ہوا کہ بقول حضرت مولانا شاہ عبد الغنی محدث دہلویؒ شاید اگلے مشائخ میں کسی سے اس قدر فیض ہوا ہو ——— ہندوستان میں شاید ہی

کوئی شہر ہو جہاں آپ کا کوئی خلیفہ نہ ہو۔ صرف ایک شہر انبالہ
میں پچاس خلفاء آپ کے تھے“
حضرت مولانا محمد عبد الشکور فاروقی لکھنوی رح نے اسی مقالہ
میں مشہور حنفی فقیہہ علامہ شامی کی ایک عربی عبارت نقل فرمائی ہے،
جس میں انھوں نے حضرت مولانا شاہ غلام علی رح کے بارے میں حسب ذیل
آداب و القاب استعمال کئے ہیں :-

”شیخ مشائخ الدیار الهندیة
وارث المعارف والاسرار
المجددیة، سیاح بحار التوحید
سیاح قفار التجرید، قطب
الطرائق، غوث الخلائق
معدن الحقائق ومنبع الحکم
والاحسان والایقان، والدقائق
العالم النحریر الفاضل
والعلم المفرد الکامل
المتجرد عما سوی
مولاہ حضرة الشیخ

”ملک ہند کے شیخ المشائخ،
رموز و معارف مجددیہ
کے وارث، بحار توحید
کے شناور، میدانِ
درویشی و تجرد کے سیاح،
قطب طرائق، غوث
خلائق، معدن حقائق
منبع حکم و احسان، سرچشمۂ
اسرار و ایقان، عالم تبحر،
فاضل یگانہ ما سوا اللہ
سے بیگانہ حضرت شیخ

عبد اللّٰہ الدہلوی‘‘ عبد اللہ دہلویؒ[۱]۔

مولانا نسیم احمد فریدیؒ کو اللہ تعالےٰ شانہ نے مشائخ و بزرگانِ دین کے علوم و معارف سے خصوصی مناسبت اور انکے تذکرہ و تراجم کا خاص ذوق نصیب فرمایا تھا۔ انھوں نے مشائخ و علماءِ ہند کے مکتوبات و افادات کا بڑا حصہ بڑی کامیابی کے ساتھ فارسی سے اردو میں منتقل کیا اور اردو خواں نسل کا رشتہ بزرگانِ دین کے علوم و معارف سے جوڑ دیا۔ انھیں کو اللہ تعالےٰ نے حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی کے ملفوظات و مکتوبات کی تلخیص و ترجمہ اور ان کے جلیل القدر خلفاء کی تذکرہ نگاری کی توفیق نصیب فرمائی ——— قافلۂ اہلِ دل دراصل اسی عظیم المرتبت ہستی حضرت شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات و مکتوبات کے اردو ترجمہ اور ان کے خلفاء کے تذکرہ کا ’’عطر مجموعہ‘‘ ہے۔

حضرت شاہ غلام علی نقشبندی کے ملفوظات کا مجموعہ ان کے

---

[۱] حضرت مولانا شاہ غلام علیؒ اگرچہ اپنے اسی نام سے مشہور تھے، لیکن انکا اصلی نام عبد اللہ ہی تھا، حضرت مولانا محمد عبد الشکور فاروقیؒ نے اپنے اسی مضمون میں[۶] انکا نام اس طرح لکھا ہے حضرت مولانا شیخ عبد اللہ المشتہر بہ غلام علی۔

ممتاز خلیفہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی رامپوری نے درالمعارف کے نام سے فارسی زبان میں مرتب کیا۔ تقریباً چالیس[۴۰] سال قبل مولانا نسیم احمد فریدیؒ نے ماہنامہ الفرقان میں درالمعارف کی تلخیص و ترجمہ کا سلسلہ اس عنوان سے شروع کیا" اب سے ایک سو چالیس[۱۴۰] برس پہلے ___ ایک مردِ حق آگاہ کی مجلس میں" مولانا مرحوم نے درالمعارف میں ڈوب کر آبدار موتی اہلِ نظر کے سامنے پیش کیے اور ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ ادب و انشاء کے اعتبار سے بھی مولانا مرحوم کا یہ سلسلۂ مضامین ان کی شاہکار تحریروں میں سرفہرست جگہ پانے کے قابل ہے ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ میں اس تلخیص و ترجمہ کی پہلی قسط شائع ہوئی۔ مضمون کا ابتدائیہ اس غضب کا ہے کہ کوئی باذوق قاری اسے بار بار پڑھے بغیر آگے نہیں پڑھ سکتا۔ اس کا تمہیدی حصہ ملاحظہ ہو۔

تصور کی کارفرمائی سے تیرہویں صدی کے ثلث اول کی دہلی میں جا پہنچا۔

یہ دہلی ہے ___ سلطنت مغلیہ کا چراغ لال قلعہ میں ٹمٹما رہا ہے غنیمت ہے ابھی بجھا نہیں ہے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی باوجود پیرانہ سالی پوری جد و جہد کے ساتھ ملتِ بیضا کی

نگرانی میں مصروف ہیں اور سلطنت کے مادی سہارے کے زوال سے جو خراب نتائج پیدا ہو گئے ہیں ان کے ازالہ کی تدبیر انھوں نے تعلیمات اسلامیہ کی ترویج و اشاعت کے اندر ڈھونڈھ نکالی ہے....

اس عظیم الشان محدث کے آستانۂ فیض پہ پہلے حاضر ہو کر اکابر اولیاء کے مزارات پر حاضر ہوا ـــــ بعدہٗ شاہجہانی مسجد جامع کو عظمت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کہ ـــــ حضرت مرزا مظہر جانِ جاں شہیدؒ کے مزار پُر انوار پر حاضری کا شوق غالب ہوا ـــــ وہاں پہنچا ـــــ دیکھا کہ خانقاہ مظہریہ میں ایک درویش بصد "انداز خسروانہ" بیٹھا ہوا "باہر" کے تیز و تند جھونکوں سے بے پروا ہو کر "چراغ ایمان" جلا رہا ہے۔ اسکے چہرے پر عجیب انوار ہیں۔ اسکی باتوں میں دل لگتا ہے۔ اس کی خاموشی میں بھی ایک کشش ہے۔ توحید کا متوالا ہے عشقِ رسول میں سرشار ہے۔ کبھی قرآن مجید کی تفسیر بیان کر رہا ہے کبھی بخاری و ترمذی کا درس دے رہا ہے۔ کبھی مکتوبات امام ربانی کے معارف سبقاً سبقاً پڑھا رہا ہے۔ کبھی مثنوی مولانا رومؒ کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ صبح و شام کا حلقہ ہے، ذکر ہے، تلاوت ہے، رات کو تہجد ہے، ہند اور بیرونِ ہند کے کثیر التعداد طالبین جمع ہیں"۔

اس مضمون کا پورا ابتدائیہ سادہ و پرکشش نثر کا بہترین نمونہ ہے، ترجمہ انتہائی رواں اور شگفتہ ہے۔ ترجمہ پن کا کہیں ہلکا احساس بھی پیدا نہیں ہوتا، اثر آفرینی کے اعتبار سے "از دل خیزد بر دل ریزد" کا کامل مصداق ـــــ جہاں تک ملفوظات کے مضامین کا تعلق ہے اسے مکتوبات امام ربانی کے مضامین کی تسہیل سمجھئے ـــــ دوسرے نقشبندی مجددی بزرگوں کی طرح اتباعِ شریعت وسنت پر زیادہ سے زیادہ زور ہے۔ تصوف کے مظاہر وظواہر کے بجائے روحِ تصوف پر پوری توجہ مرکوز ہے۔ درالمعارف کی تلخیص وترجمہ کا کام الفرقان کے تین شمارو میں مکمل ہوا۔ (از ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ تا محرم ۱۳۷۲ھ)

درالمعارف کی تلخیص وترجمہ کے تقریباً بیس سال بعد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کی تحریک وفرمائش پر مولانا فریدی مرحوم نے مکاتیب شاہ غلام علی کی تلخیص وترجمہ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ یہ مکاتیب بھی خانوادۂ مجددی کے چشم وچراغ اور شاہ غلام علی نقشبندی کے خلیفۂ اجل شاہ رؤف احمد رافت مجددی کے جمع کردہ ہیں۔ مولانا فریدی مرحوم نے ان مکاتیب کی تلخیص وترجمہ کا سلسلہ الفرقان میں اس عنوان سے شروع

فرمایا" بوئے گل در برگ گل ــــ حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی اپنے مکتوبات کے آئینے میں" تیرہ ۱۳ قسطوں میں یہ سلسلہ مکمل ہوا پہلی قسط ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ کے شمارہ میں اور آخری قسط محرم، صفر ۱۳۹۲ھ کے شمارے میں شائع ہوئی پہلی قسط میں صاحب مکتوبات شاہ غلام علی نقشبندیؒ کے حالات نزہۃ الخواطر جلد ہفتم سے اخذ کر کے شامل کر دیئے گئے ہیں۔

یہ مکتوبات بڑے مؤثر اور ایمان افروز ہیں، مکتوبات امام ربانی کی جلوہ ریزی ان مکاتیب میں بہت نمایاں محسوس ہوتی ہے حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ مجددی کے مکاتیب کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بھی آئینہ ہو جاتی ہے کہ تصوف و سلوک اسلام کے متوازی کسی نظام کا نام نہیں بلکہ تصوف کا حاصل اتباعِ سنت و شریعت، اخلاص و تقویٰ، توکل و قناعت ایثار و قربانی، مجاہدہ و تہذیبِ نفس ہے۔ تصوف دراصل کیفیت احسانی کے حصول کا نام ہے جسکے نتیجے میں دینی عقائد و حقائق کا استحضار پیدا ہوتا ہے۔ محبتِ الٰہی کا چراغ دل میں فروزاں ہوتا ہے۔ ان مکتوبات کی افادیت اور قدر و قیمت کا اندازہ تو مطالعہ کے بعد ہی قارئین کو ہو سکے گا۔ میں یہاں

بہ طور نمونہ ایک مکتوب پیش کرتا ہوں۔
اپنے ایک مرید میاں محمد حسن وکیل انگریز کے نام ایک مکتوب
میں تحریر فرماتے ہیں۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ چالیس سال یا اس سے
زیادہ ہو گئے کہ خلوت کے اندر دل کی آرزوؤں کو شکستہ کر کے اور
مخلوق سے نظر ہٹا کر صبر و قناعت میں زندگی بسر ہو رہی ہے اور
بغیر کسی کی امداد کے تفرد کے عافیت و فراغت کے ساتھ ایام عمر
گزر رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ نواب امیر الدولہ
(والئ ٹونک) سے امدادِ خانقاہ کا بالکل تذکرہ نہ کیا جائے۔
ان کی امداد مجھے منظور نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس اخیر عمر میں فقر و قناعت
اور صبر و توکل کے طریقے میں کوئی خلل واقع ہو جائے۔

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم

با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

(ہم فقر و قناعت کی آبرو برباد کرنا نہیں چاہتے۔ نواب امیر خاں
والئ ٹونک سے کہدو کہ روزی اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقدر و مقرر ہے)
اس عمر میں محتاجوں کے سامنے اپنی احتیاج پیش کرنا درویشوں
کے استغناء کے خلاف ہے۔۔۔۔ والسلام (الفرقان محرم الحرام ۱۳۹۲ھ ص ۲۸)

مکاتیب شاہ غلام علی مجددی کی تلخیص و ترجمہ سے فارغ ہونے کے بعد مولانا نسیم احمد فریدیؒ نے "قافلۂ اہلِ دل" کے عنوان سے حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددیؒ کے خلفاء کا تذکرہ قلم بند کیا۔ یہ تذکرہ الفرقان کے تین شماروں (ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۷۴ء) میں شائع ہوا۔ مریدین و خلفاء اپنے پیر و مرشد کا آئینہ ہوتے ہیں۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اس لئے مشائخ کا مرتبہ و مقام پہچاننے کیلئے انکے خلفاء کے حالات و کمالات سے واقفیت انتہائی ضروری ہوتی ہے حضرت مولانا نسیم احمد فریدیؒ مرحوم نے اگرچہ خود حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددیؒ کا مفصل تذکرہ نہیں لکھا لیکن انکے ملفوظات و مکتوبات کی تلخیص و ترجمہ پیش کر کے اور انکے خلفاء کا تذکرہ مرتب کر کے انھوں نے حضرت شاہ غلام علیؒ نقشبندی کی شخصیت کا بھرپور تعارف کرا دیا اور انکی تعلیمات و اصلاحی نظریات سے استفادہ آسان بنا دیا۔

مولانا نسیم احمد فریدی مرحوم کی خواہش تھی کہ حضرت شاہ غلام علیؒ نقشبندی کے ملفوظات و مکاتیب کی تلخیص و ترجمہ اور انکے خلفاءِ عظام کا تذکرہ یکجا طور پر کتابی شکل میں شائع ہو جائے لیکن تقدیرِ الٰہی کی بات ہے کہ انکی یہ خواہش انکی زندگی میں پوری نہ ہو سکی۔ تقریباً ایک سال پہلے مولانا مرحوم اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رخصت ہو گئے۔

امید ہے کہ وہ اپنے رب غفور کے حضور میں سرخرو ہو رہے ہونگے اور اپنے اخلاص و تقویٰ، تواضع و بے نفسی، اتباع شریعت اور حمیتِ دینی کا شیریں پھل پا رہے ہونگے ـــــ اب مکتبہ الفرقان کی طرف سے مولانا مرحوم کی مذکورہ بالا تینوں قیمتی تحریروں کو کتابی شکل میں "قافلۂ اہلِ دل" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے "قافلۂ اہلِ دل" اگرچہ دراصل صرف اس مضمون کا عنوان تھا جس میں حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ کے خلفاء کا تذکرہ کیا گیا تھا لیکن تینوں تحریروں کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا فیصلہ کرتے وقت یہی نام پوری کتاب کے لئے موزوں معلوم ہوا۔ نیز حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ کے ملفوظات و مکتوبات "قافلۂ اہلِ دل" کے لئے بہترین "زادِ راہ" ہیں اس لئے "قافلۂ اہلِ دل" کے ساتھ انکی اشاعت ہر طرح مناسب ہے، اس کتاب کی اشاعت سے انشاء اللہ مولانا مرحوم کی روح خوش ہوگی اور انشاء اللہ مولانا مرحوم کی دوسری کتابوں کی طرح "قافلۂ اہلِ دل" سے بھی طالبین ایمان و معرفت کو زیادہ سے زیادہ نفع ہوگا۔

عتیق احمد بستوی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ
یکم ستمبر ۱۹۸۹ء

حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ

اپنے

ملفوظات کے آئینہ میں

تمہید

تصوّر کی کارفرمائی سے تیرھویں صدی کے ثلث اول کی دہلی میں جا پہونچا۔

یہ دہلی ہے ___ سلطنت مغلیہ کا چراغ لال قلعہ میں ٹمٹما رہا ہے، غنیمت ہے ابھی بجھا نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ باوجود پیرانہ سالی پوری جد وجہد کے ساتھ ملّتِ بیضا کی نگرانی میں مصروف ہیں اور سلطنت کے مادی سہارے کے زوال سے جو خراب نتائج پیدا ہو گئے ہیں اُن کے ازالہ کی تدبیر انھوں نے تعلیماتِ اسلامیہ کی ترویج واشاعت کے اندر ڈھونڈھ لی ہے، اُن کے یہاں شاگردوں اور مریدوں کا ایک جم غفیر جمع ہے اور حدیث وتفسیر کے اعلیٰ مضامین بیان ہو رہے ہیں، وہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نقش قدم پر

چل کر اور ان کی روایات کو زندہ رکھ کر ان کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا کر رہے ہیں، اس عظیم الشان محدث کے آستانۂ فیض پر پہلے حاضر ہو کر اکابر اولیاء کے مزارات پر حاضر ہوا، بعدہٗ شاہجہانی مسجد جامع کو عظمت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کہ ــــ حضرت مرزا مظہر جان جاناں[1] شہیدؒ کے مزار پُر انوار پر حاضری کا شوق غالب ہوا ــــ وہاں پہونچا ــــ دیکھا کہ خانقاہ مظہریہ میں ایک درویش بصد "انداز خسروانہ" "بیٹھا ہوا" "باہر" کے تیز و تند جھونکوں سے بے پرواہ ہو کر "چراغِ ایمان" جلا رہا ہے، اُس کے چہرے پر عجیب انوار ہیں، اس کی باتوں میں دل لگتا ہے، اس کی خاموشی میں بھی ایک کشش ہے، توحید کا متوالا ہے، عشقِ رسول میں سرشار ہے کبھی قرآن مجید کی تفسیر بیان کر رہا ہے، کبھی بخاری و ترمذی کا درس دے رہا ہے کبھی مکتوبات امام ربانیؒ کے معارف سبقاً سبقاً پڑھا رہا ہے کبھی مثنوی مولانا رومؒ کی جانب متوجہ ہوتا ہے ـــ

[1] حضرت میرزا صاحبؒ کو عام طور سے جان جاناں کہا اور لکھا جاتا ہے میں بھی پہلے ایسے ہی کہتا اور لکھتا تھا لیکن مولانا شاہ رؤف احمد صاحبؒ رامپوری نے درالمعارف میں "جانِ جاں" لکھا ہے اور مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے اس کی صراحت کی ہے جس کے بعد کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ (فریدی)

پھر اس کے ساتھ ساتھ صبح و شام کا حلقہ ہے، ذکر ہے، تلاوت ہے
رات کو تہجد ہے، ہند و بیرون ہند کے کثیر التعداد طالبین جمع ہیں
—— روزانہ آنے جانے والوں کا کوئی شمار نہیں، خانقاہ میں باقاعدہ
مقیم رہ کر منازلِ سلوک کو طے کرنے والے لگ بھگ ڈیڑھ سو ہیں
ان سب کے معمولات اور ظاہری و باطنی حالات کی پوری نگرانی
ہو رہی ہے اُن میں اکثر غریب و نادار ہیں، مگر توکل و قناعت
کا مجسمہ ہیں —— اپنے ایمان کو سنوارنے آئے ہیں، اپنے مرشد کے قدموں
سے لگے بیٹھے ہیں اور ایک "زندہ و تابندہ" عمل کو سامنے رکھ کر اتباعِ
سنت کی مشق کر رہے ہیں اور یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ جی چاہی زندگی
نہیں گزاریں گے بلکہ وہ زندگی گزاریں گے جس کا اللہ نے حکم دیا
ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کا پیام اللہ کی طرف سے پہونچایا ہے
میں دریافت کرنا چاہتا تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ مجمع میں اگرچہ
قاری امام الدین نخشبی امروہی ؒ بھی بیٹھے تھے (جو کہ قاری عبدالرحمٰن
صاحب پانی پتی کے اُستاذ ہیں) مگر وہ مجھ سے فاصلے پر تھے —— یکایک
میری ملاقات حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رامپوری ؒ سے
ہو گئی، اس سے پہلے غائبانہ طور پر اُردو فارسی کے ایک ادیب کی حیثیت
سے میں ان سے واقف تھا مگر یہاں اُن کو خاص درویشانہ رنگ میں

دیکھا، یہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں اس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں جو رامپور میں مقیم ہو گئی ہے، حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ، حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجرؒ (استاذ مولانا نانوتویؒ) کے قریبی رشتے دار ہیں۔

میں نے ان سے عرض کیا ان بزرگ کے کچھ حالات بتلایئے۔
انھوں نے فرمایا یہ میرے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی مجددی ہیں، حضرت مرزا مظہر جانِ جاں شہیدؒ کے خلیفہ و جانشین ہیں، سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں (۱۱۷۸ھ) پنجاب سے دہلی آگئے، اپنے مرشد کی وفات (۱۱۹۵ھ) تک سلوک کی تکمیل کی بعدہٗ ان کی قائم مقامی میں رشد و ہدایت کے اندر مشغول و مصروف ہیں، میں نے کہا اتنا کثیر مجمع رہتا ہے آخر خانقاہ کے مصارف کی کیا صورت ہے؟ فرمایا اس کو نہ پوچھو بس خزانۂ غیب سے سب انتظام ہو رہا ہے، حضرت والا خود فرمایا کرتے ہیں کہ میرا خزانہ تو اللہ کے وعدے ہیں، یہ مجمع تو کچھ بھی نہیں اس سے زائد مجمع ہوتا ہے سب کو کھانا ملتا ہے سب کی تواضع کی جاتی ہے ۔۔۔ خودداری کا یہ عالم ہے کہ نواب ٹونک نے ایک مرتبہ لکھا کہ خانقاہ کے مصارف کے لئے کچھ مقرر کر دیا جائے تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ نواب صاحب کو یہ شعر لکھ کر بھیج دو

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
با میر خاں بگوئے کہ روزی مقرر است

(ہم فقر و قناعت کی آبرو کو برباد نہیں کریں گے، نواب
امیر خاں والی ٹونک سے کہدو کہ روزی اللہ تعالےٰ کے
یہاں سے مقرر ہے)

یہ شعر سن کر میرے اوپر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور معاً رقعاتِ
عالمگیری کا وہ واقعہ ذہن میں گھومنے لگا کہ حضرت عالمگیر اورنگ زیبؒ
ایک درویش کے پاس پہنچے تھے، اور اُن سے ان کی خانقاہ کے مصارف
کے لئے جاگیر دینے کی خواہش ظاہر کی تھی، درویش نے یہ شعر پڑھ دیا تھا۔

شاہ مارا وہ دہد منت نہد
رازقِ ما رزق بے منت دہد

میں نے کہا کہ ان کے کچھ ملفوظات بھی جمع کئے گئے ہیں، یہ سن کر
انھوں نے اپنی بیاض درالمعارف نکالی جو فارسی زبان میں تھی۔
اور فرمایا کہ اس میں لکھے ہوئے ہیں دیکھ لو مگر یہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۳۱ھ
سے یکم شوال ۱۲۳۱ھ تک کے یعنی صرف ساڑھے پانچ مہینے کے ملفوظات
ہیں ان کی تاریخ اور دن بھی درج ہے۔ آخر میں تھوڑے سے

ملفوظات بغیر قید تاریخ ہیں۔

ڈھائی سو صفحے سے زیادہ کی یہ کتاب میں نے اول سے آخر تک دو مرتبہ پڑھی، اس کے پڑھنے سے دل کو عجیب کیفیات و جذبات نصیب ہوئے، اس میں توحید وسنت کے اسرار، سلوک وتصوف کے رموز، بزرگانِ دین کے حالات اور اخلاقی ومعاشرتی ہدایات سب چیزیں موجود ہیں، میں نے اس مجموعہ میں سے رموز سلوک وتصوف (جو بڑی تعداد میں ہیں اور بڑے لوگوں کے سمجھنے کے ہیں) اور چند اور باتوں کے علاوہ باقی ملفوظات کو اُردو زبان میں ترجمہ کرلیا ـــــ تاکہ میں ان بزرگ کی باتیں ان لوگوں تک پہنچا دوں جو اِن سے مل نہیں سکے اور براہِ راست فارسی زبان کی کتاب سے کماحقہ مستفیض نہیں ہو سکتے۔

بعد کو مورّخ نے بتایا کہ ۱۲۳۹ھ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح دنیا سے چل بسے اور بقول مومنؔ خاں مومنؔ ؎

دست بیدادِ اجل سے بے سر وپا ہو گئے
فقر ودیں، لطف وکرم، فضل وہنر، علم وعمل

اس کے اگلے ہی سال ۱۲۴۰ھ کو دہلی کا یہ نقشبندی، مجددی مظہری درویش بھی رخصت ہو گیا۔ جو اللہ کے نام کا عاشق، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کا شیدا تھا اور جس نے اپنے جیتے جی چاردانگ عالم

میں توحید و سنت کا غلغلہ ڈال رکھا تھا ــــ اور جس کو مدینہ اور رونقِ مدینہ سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ باوجود انتہائی ضبط کے واشوق المدینہ واشوق المدینہ واحسرۃ المدینہ ــــ کا دل ہلا دینے والا نعرہ اُس کی زبان سے نکل جاتا تھا، اور آج تک یہ محسوس ہوتا ہے کہ فضاؤں میں یہ آواز گونج رہی ہے۔

رہے نام اللہ کا ــــــــ نور اللہ مضجعہ[1]۔

اب اس بزرگ کے ملفوظات سنیئے: ــــ

---

[1] "نور اللہ مضجعہ" حضرت شاہ غلام علیؒ کی تاریخ وصال ہے" آثار الصنادید"
(فریدی)

ملفوظات

حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ

فرمایا ــــ شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط خواجہ حسام الدین خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو لکھا ہے اس میں تحریر ہے کہ شیخ احمد سلمہ، اللہ تعالےٰ کی آمد سے میرے دل کے حالات دگرگوں ہو گئے، اور "غشاوہ بشری" میرے دل میں نہیں رہا اور یہ بات خاطر نشین ہو گئی کہ ایسے بزرگوں سے بد اعتقاد نہیں ہونا چاہئے ــــ اس لفظ "غشاوہ" سے پتہ چلا کہ شیخ محدث کے اعتراضات جو انھوں نے حضرت مجددؒ پر کئے ہیں از راہِ بشریت تھے، نہ از راہِ حقیقت یہ بات شیخ محدث کے پچھلے تمام اعتراضات کا جواب ہے۔

حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید و عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ

محمد معصوم رحمہما اللہ کا ذکر آیا۔ اس پر فرمایا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا ہے کہ "اولادِ شیخ احمدؒ جواہر پارے ہیں" وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں صاحبزادے "مقاماتِ حضرت مجددؒ الف ثانیؒ" کی انتہا کو پہونچے ہوئے ہیں۔

کسی نے عرض کیا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ "تجدید" میں حضرت مجدد کے شریک ہیں، فرمایا جزمًا و یقینًا یہ بات نہیں کہی جا سکتی، البتہ حضرت مجددؒ نے ان کے بارے میں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہمارا اور تمہارا معاملہ صاحبِ شرحِ وقایہ کا اپنے دادا کے ساتھ والا معاملہ ہے کہ ان کے دادا وقایہ کو جتنا تحریر کر لیتے تھے، صاحبِ شرحِ وقایہ اُتنا ہی حصہ یاد اور حفظ کر لیتے تھے، یعنی جو کچھ معارف میرے اوپر کھلتے ہیں تم ان کو (معًا) حاصل کر لیتے ہو۔

فرمایا ــــــ حضرت خواجہ ضیاء اللہ خلیفہ خواجہ محمد زبیرؒ آخر شب میں گریہ و زاری کیا کرتے تھے، اور لوگوں کو تنبیہًا بیدار کرتے تھے، اور فرماتے تھے، افسوس ہے تمہارے حال پر۔ تم دعوئ محبت کرتے ہو ــــ اور حال یہ ہے کہ تمہارا محبوبِ حقیقی بیدار ہے، تمہاری طرف متوجہ ہے، اور تم ہو کہ غافل پڑے ہو، تم دعوئ محبت میں جھوٹے ہو،

عاشقوں کا تو یہ حال ہوتا ہے ؎

مجنوں بخیالِ زلفِ لیلےٰ در دشت
در دشت بجستجوئے لیلےٰ می گشت
می گشت بدشت و بر زبانش لیلےٰ
لیلےٰ می گفت تا زبانش می گشت

فرمایا ___ آدمی کو چاہیئے ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہے اور ہر وقت اور ہر فعل میں انوار و اسرار اور فیوض و برکات کی تمیز کرے مثلاً جب نماز پڑھے تو اس بات پر دھیان دے کہ انوار و برکات کس کیفیت کے ساتھ آرہے ہیں، قرآن پڑھتے وقت غور کرے کہ اب کس نوعیت کے انوار ہیں، اسی طرح اس کا خیال کرے کہ درود پڑھنے میں کیا فیض آرہا ہے لا الہ الا اللہ پڑھنے میں کیا برکات ظہور پذیر ہو رہے ہیں، مطالعہ حدیث سے کیا کیا اسرار منکشف ہوتے ہیں ___ اسی طرح مضرات کا خیال کرے کہ منہیات و مشتبہات سے مثلاً لقمۂ مشتبہ سے کیا ظلمت آئی غیبت سے کیا ضرر باطن کو پہونچا ___ دروغ گوئی سے دل پر کیا تاریکی چھائی علیٰ ہذا القیاس تمام مناہی میں اپنا ضرر سمجھے اور ان سے پرہیز کرے۔

فرمایا ___ "خطرات" مرتبہ ولایت میں ضرر پہونچاتے ہیں

مرتبہ "کمالات نبوت" میں "خطرۂ نیک" مضر نہیں ـــــ چنانچہ دیکھو امام الاصفیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عین حالتِ نماز میں تدبیر جنگ اور درستی صف لشکر فرماتے تھے ـــــ اور ان خیالات سے ان کی حضوریٔ دل میں فرق نہیں آتا تھا۔

فرمایا ـــــ طریقۂ نقشبندیہ میں دو چیزیں (خاص طور پر) اختیار کی جاتی ہیں، ایک اتباع سنت دوسری توجہ بقلب ـــــ جیسا کہ صحابۂ کرام کا طریقہ تھا، صحابۂ کرام کمالات کے اندر تمام اولیاء امت سے افضل ہیں ـــــ کمالاتِ صحابہ اصول کی حیثیت رکھتے ہیں اور کمالات اولیاء فروع ہیں پس جس طریقہ میں طور و نہج صحابہ ہو گا وہ افضل ہو گا۔

فرمایا ـــــ الہام چند قسم کا ہوتا ہے ـــــ (۱) القاء خداوندی (۲) صدائے فرشتہ (۳) ندائے روحانی (۴) آواز نفس مطمئنہ۔

فرمایا ـــــ "فنا" زوال آرزو کا نام ہے ایک بزرگ نے اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

فرمایا ـــــ مرد باتمیز (درویش) دو چیزیں شکستہ اور

دوٗ ثابت رکھتا ہے، دل اور پاؤں شکستہ اور دین و یقین ثابت۔

فرمایا ——— ایمان باللہ فرض ہے لیکن تین باتیں خاص طور پر ملحوظ رہیں۔

(۱) اللہ کی وحدانیت پر پورا ایمان۔

(۲) یہ یقین کرے کہ جو امر وقوع میں آتا ہے قضاءِ الٰہی سے وقوع میں آتا ہے۔

(۳) ہر فرحت و غم اور ہر مسرت و الم جو پیش آئے اس کو حق تعالےٰ کی طرف سے جانے ——— درد و غم سے شاداں اور صدورِ الم سے خنداں ہو۔

فرمایا ——— فقر و فاقہ کمال طریقہ ہے ——— درویشوں کو طریقۂ پیغمبرِ خدا اختیار کرنا چاہیئے حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات یہ تھے کہ انتہائی بھوک کی وجہ سے پتھر پیٹ پر باندھتے تھے، توکل کی زندگی بسر کرتے تھے، بلا پر صبر اور عطا پر شکر فرماتے تھے ——— آپ کے متعلق قلت طعام کی بہت سی احادیث وارد ہیں، چنانچہ شمائل ترمذی میں آیا ہے ——— آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جَو کی روٹی سے کبھی دوٗ دن متواتر اپنا پیٹ نہیں بھرا ——— فقراء نے کہا ہے کہ فاقہ کی رات درویشوں کی لیلۃ المعراج ہے،

محفل مبارک میں ذکر آیا ۔۔۔ کہ صحابہ کے بعد قرن تابعین میں کون فاضل تر ہے؟ آپ نے فرمایا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض نے بسبب نسب و عبادت حضرت امام العارفین زین العابدین رضی اللہ عنہ کو فضیلت دی ہے ۔۔۔ بعض نے فقر و زہد اور افراطِ محبت رسولؐ کو پیش نظر رکھ کر حضرت اویس قرنی قدس سرہ کو افضل قرار دیا ہے، بعض نے ترویج شریعت و تجدید ملت کا لحاظ کر کے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ترجیح دی ہے اور بعض نے طریق طریقت کے اجرا کی بنا پر حضرت حسن بصری نور اللہ مرقدہ کو بہتر کہا ہے۔

میاں رمضان شاہ خلیفہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس جہاں سے رحلت فرما گئے اور حضرت ام کلثومؓ دیدۂ پُر غم سے آنسو بہا رہی ہیں میں بھی رو یا اور شدت الم سے بیدار ہو گیا میں اس خواب کی تعبیر میں حیران ہوں ۔۔۔ حضرت نے فرمایا تم سے امر معروف ترک ہوا ہو گا یا آئندہ ایسا ہو گا۔

اس تعبیر پر ایک واقعہ سنایا کہ عالمگیرؒ بادشاہ نے خواب میں

دیکھا کہ سرکارِ دو عالم کی وفات ہو گئی اُسی دن حضرت علم اللہؒ[1] رائے بریلوی کی وفات واقع ہوئی۔

ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ مکتوب شیخ احمدؒ میں ایسا لکھا ہے، آپ نے فرمایا — کون شیخ احمدؒ؟ اس نے کہا شیخ احمد سرہندی اس پر فرمایا — میری مجلس سے اُٹھ جاؤ میرے سامنے میرے پیر کا نام اس طرح لیتے ہو (ادب و احترام کے ساتھ نہیں نام لیتے)

سفر حجاز کا ذکر آیا تو فرمایا — بیت اللہ شریف کے نام سے عجیب انوار محیط ہو جاتے ہیں اور میرا دل شوق طواف میں اختیار سے باہر ہو جاتا ہے۔

نسبت مجددیہ کا ذکر آیا — تو آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا الٰہی زندگی میں نزع میں — اور قبر میں اس نسبت شریفہ سے بھرپور رکھنا اور حشر و نشر بھی اسی کے ساتھ کرنا۔

فرمایا — بوقتِ دعا انوار و برکات آتے ہیں لیکن یہ فرق

---

[1] حضرت سید علم اللہ نقشبندی حضرت سید آدم بنوریؒ کے خلفاء کبار میں سے تھے، اتباع سنت اور عمل بالعزیمت میں دور دور نظر نہیں رکھتے تھے، آپ کی پانچویں پشت میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید۔ طبع سوم جلد اول۔

کرنا مشکل ہوتا ہے کہ یہ انوارِ دعا ہیں یا انوارِ قبولیت ـــــ بعض اکابر نے لکھا ہے کہ اگر دعا کے وقت دونوں ہاتھ بوجھل معلوم ہوں تو یہ علامت قبولیت ہے اور میں اس طرح امتیاز کرتا ہوں کہ اگر دعا کے وقت قلب کو بشاشت حاصل ہو تو یہ علامت قبولیت ہے ورنہ انوارِ دعا ہیں۔

فرمایا ایک روز حضرت مرزا صاحب شہیدؒ نے ایک کام کے لئے دعا کی، انوارِ دعا آئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ امید قبولیت ہے، میں نے دل میں کہا کہ یہ کام نہیں ہوگا چنانچہ بحکم الٰہی وہ کام وقوع میں نہیں آیا۔

فرمایا ایک روز حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک کام کے لئے میں نے دعا کی ایسا محسوس ہوا کہ دعا ابھی قبول نہیں ہوئی ـــــ پھر دعا کی پھر عدم قبولیت معلوم ہوئی، اس کے بعد پھر دعا کی تب میرے قلب میں انبساط و انشراح پیدا ہوا ـــــ میں نے دل میں کہا دعا ضرور ہم آغوش بدعا ہو گئی چنانچہ بفضل الٰہی وہ کام بر آیا۔

فرمایا ـــــ بازار میں تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس نیت سے ہو کہ مخلوقِ خدا کی حاجت رفع ہوگی اور اس کے ساتھ مؤثر حقیقی کسب اور اسباب کو نہ جانے۔

فرمایا ـــــ حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ مصری اپنے منہ میں

رکھتے تھے، اور کلام کم کرتے تھے، اس لئے کہ انسان پر بہت سی آفات زبان ہی کی بدولت آتی ہیں اور خموشی بہت سی بلاؤں کو دفع کرتی ہے
پھر مثنوی مولانا روم کا یہ شعر پڑھا ۔

اے زباں ہم رنج بے درماں توئی
اے زباں ہم گنج بے پایاں توئی

ایک محفل میں یہ شعر بار بار پڑھا ۔

بعشقت گر جنوں پیدا نمی کردم چہ می کردم
چوں مجنوں سر سوئے صحرا نمی کردم چہ می کردم

فرمایا بیعت تین قسم کی ہوتی ہے ۔
(۱) بیعت توسل (۲) بیعت برائے رفع معاصی (۳) بیعت برائے کسب سلوک ۔

طلب حق جل مجدہ کا ذکر آیا ______ حضرت نے یہ دوہرہ پڑھا ۔

بکٹ کہانی میں کہوں سنو سکھیو تم آئے
پی کو ڈھونڈھن میں گئی آئی آپ گنوائے

یعنی میں (مختصر) افسانۂ عشق بیان کرتا ہوں اے دوستو سنو
میں نے جستجوئے محبوب میں آخر کار خود ہی کو گم کر دیا اس کا پانا

تو در کنار۔

فرمایا ___ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے، اس منزل ایمانیات کے اندر انسان محتاج دلیل نہیں رہتا ___ امر نظری۔ بدیہی ___ اور امر اعتقادی کشفی ہو جاتا ہے۔

ایک روز شدت ضعف قلب کے باعث اُٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہیں تھی، ایک خادم نے عرض کیا ___ حضرت کو کمال ضعف ہے اس کا ازالہ ادویات کے ذریعہ کرنا چاہیئے ___ یہ سن کر حرارت محبت الٰہی جوش میں آئی اور بے اختیار ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

اور اُٹھ کر بیٹھ گئے ___ اہل طریقہ کو توجہ دی۔

ایک دن فرمایا ___ میرا دل چاہتا ہے کہ میرے مرشد کی یہ خانقاہ وسیع ہو جائے، پھر فرمایا کہ میں اہل و عیال نہیں رکھتا کہ اُن کے واسطے مکان کی وسعت چاہوں یہ خواہش محض اللہ کے واسطے ہے کہ

لہ شاہ رؤف احمد مجددیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ خود کو گم کر دینا ہی اس کا پانا ہے اور یہ شعر لکھا ہے ؎

رفتم از خویش نگارم آمد ___ بے خودی طرفہ بکارم آمد

لوگ طلب حق میں اپنے اپنے وطنوں کو چھوڑ کر آتے ہیں اور جائے اقامت نہیں پاتے بس اُن کی ہی سہولت کے لئے وسعتِ مکان چاہتا ہوں ـــــ نیز فرمایا کہ میرے بعد اس جگہ میاں ابوسعید بیٹھیں اور حلقہ و مراقبہ اور درسِ حدیث و تفسیر میں مشغول رہیں ـــــ بعد ازاں فرمایا کہ بعض اشخاص کہتے ہیں کہ میاں ابوسعید پر یہ عنایت کس لئے ہے وہ نہیں سمجھتے کہ میاں ابوسعید پانسو مریدوں کو چھوڑ کر میرے پاس آئے ہیں اس سے پہلے وہ دوسرے بعض مشائخ سے خرقۂ خلافت پا چکے ہیں لیکن اب وہ اپنی گردن اخلاص میں میری بیعت کا حلقہ ڈالے ہوئے پیری سے مریدی کی طرف آئے ہیں بھلا وہ کیونکر عنایت و دعا کے مستحق نہ ہوں۔

فرمایا ـــــ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح نے چار بزرگوں سے بیعت کی تھی اور مجھ کو (اس وقت) تین[1] یاد ہیں۔

(۱) اپنے والد حضرت سید ابو صالح سے۔

(۲) حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رح سے۔

(۳) حضرت حماد دباس سے (یہ کپڑا سازی کا پیشہ کرتے تھے)

فرمایا ـــــ حضرت مجدد الف ثانی رح نے فرمایا ہے کہ نماز

---

[1] ایک دوسری مجلس میں آپ نے ان کے چوتھے پیر کا نام شیخ ابوالوفا رح بتلایا ہے

پڑھتے ہیں بوقت قیام نظر کا سجدہ گاہ پر رکھنا عمل مسنون ہے اور یہ عمل ان بہت سے تعینات سے جو موافق سنت نہیں ہیں بہتر و مفید تر ہے۔

فرمایا — کہ طریقۂ خواجگان نقشبندیہ اگرچہ اتباع سنت ہے لیکن حضرت شاہ نقشبند نے عملی حیثیت سے اس کا خاص اہتمام کیا بعدہٗ حضرت مجدد الف ثانی رح نے اتباع سنت کو شائع و رائج فرمایا۔

فرمایا — حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ میں سے ہر ایک "مصدر اسرار الٰہی" ہے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا اور ایک کے کمال کو دوسرے کے کمال پر فوقیت دینا نہ چاہیئے ان بزرگوں کی مثال ان آئینوں کی سی ہے جو مختلف رنگ کے ہوں مثلاً چار آئینے ہیں اُن میں ایک سرخ ہے، دوسرا سبز، تیسرا زرد اور چوتھا سفید ہے، ہر ایک آئینہ آفتاب سے روشن ہے اور ہر ایک پر اس کی کرنیں چمک رہی ہیں پس پرتو آفتاب کے لحاظ سے سب آئینے مساوی ہیں گو رنگ کا فرق ہے لیکن فیض آفتاب سے سب مستفیض ہیں۔

فرمایا — کوئی شخص قابل پیری و لائق مسند نشینی اس وقت ہوتا ہے جبکہ مسائل ضروریہ کا علم رکھتا ہو، توکل و قناعت، زہد و صبر

وغیرہ "مقامات عشرہ" اُس کو حاصل ہوں، ارباب دنیا کی صحبت سے اجتناب رکھتا ہو، مشائخ کرام کی صحبت سے فیض یافتہ ہو۔۔۔ اس کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ ہو ۔۔۔ بعدازاں فرمایا ۔۔۔ میں اپنا حال کیا بیان کروں عراقی کے ان شعروں کے بموجب ہے ؎

بزمیں چو سجدہ کردم ز زمیں ندا بر آمد
کہ مرا خراب کردی تو بہ سجدۂ ریائی
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
کہ بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

فرمایا ۔۔۔ کشف میں احتمال وخطا و صواب ہر دو ہے اور وجدان میں احتمال خطا نہیں ہے، مثلاً ایک شخص نے دور سے ایک چارپائے کی صورت دیکھی اور یہ جانا کہ شیر ہے لیکن درحقیقت وہ شیر نہیں بلکہ وہ کوئی اور چارپایہ ہے یا پانی دیکھا اور وہ سراب تھا پس مثال اہلِ کشف کی یہی ہے ۔۔۔ اور وجدان کی مثال ہوا کی سی ہے کہ وہ اگرچہ نظر نہیں آتی لیکن اس کی حرارت و برودت محسوس ہوتی ہے، اس ادراک میں خطا کا احتمال نہیں ہے اس کے بعد فرمایا ۔ کہ مجھ کو وجدان صحیح کا ادراک عطا فرمایا گیا ہے ۔

بعدازاں مولانا رؤف احمد مجددی رامپوریؒ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم نے تو مشائخ نقشبندیہ کے رسائل مثلاً فقرات حضرت خواجہ احرارؒ و رشحات وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے، وہ ادباً خاموش رہے، تو آپ نے فرمایا کہ اس سلسلے کے بزرگوں نے اپنی کتابوں میں "حضور و جمعیت" کی ترغیب دی ہے ذوق و شوق کا چنداں اعتبار نہیں کیا۔

ایک دن فرمایا ــــ صوفیان خانقاہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے کہ ہر ایک کا "وقوف قلبی" کس مقدار میں ہے، تہلیل بلحاظ معنی کس قدر ہے، اسم ذات کی قلباً و لساناً کتنی مداومت ہے، درود استغفار، تلاوت کلام پاک کی کیا رفتار ہے، خانقاہ میں لیل و نہار ہر شخص کس طرح گذارتا ہے اور اوقات کو کس عنوان سے صرف کر رہا ہے، پس جو کوئی مصروف "ایں کار" و مشغول "ایں اذکار" ہو اس کو خانقاہ میں رکھیں ورنہ خارج کر دیں۔

فرمایا ــــ مکتوبات امام ربانیؒ کے معارف بہت بلند ہیں، ہمارا حال تو ان مکتوبات کے سمجھنے میں اُس اُمّی و ناخواندہ جیسا ہے جو وضو کر کے رو بہ قبلہ ہو کر کلام اللہ شریف کو کھولتا تھا اور اپنی انگلی قرآن کی سطروں پر پھیرتا جاتا تھا، اور کہتا جاتا تھا ــــ الٰہی تو نے سچ کہا ــــ الٰہی تو نے سچ کہا ــــ تو نے موتی پروئے ہیں۔

فرمایا کہ میں مکتوبات امام ربانیؒ سے اخذ فیض کرتا ہوں بالکل اس طرح جس طرح مرید اپنے پیروں سے اخذ فیوض و برکات کیا کرتے ہیں۔

ایک دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں کو توجہ دینے کی طرف متوجہ ہو رہے تھے جب آپ نے دیکھا کہ مجمع بے شمار ہے کیونکہ لوگ سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، قندھار، کابل، پشاور، ملتان، کشمیر، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، بریلی، رامپور، لکھنؤ، جائس، بہرائچ، گورکھپور، عظیم آباد، ڈھاکہ، حیدرآباد، پونہ وغیرہ مقامات سے تطلب حق آئے ہوئے تھے، حضرت کو اُن دنوں ضعف بہت تھا فرمایا کہ لوگوں کی باری مقرر ہو جائے تیس آدمی حلقۂ صبح کے لئے مخصوص ہو جائیں اور تیس حلقۂ عصر کے لئے اور باقی اشخاص اگلے دن اسی طرح تیس تیس کر کے آئیں اور توجہ حاصل کریں جب سب کو توجہ حاصل ہو جائے پھر وہ پہلے تیس اشخاص آئیں اور توجہ سے مستفیض ہوں ــــ فرمایا حضرت مجدد صاحب اور میرے پیر و مرشد کا معمول یہی تھا کہ باری مقرر ہوتی تھی۔

فرمایا ایک روز مجھ کو الہام ہوا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے خلفاء بطرف دکن بھیجے تھے تم اپنے خلفاء کو بطرف کابل و بخارا و قندھار بھیجو۔

فرمایا۔۔۔ جو ترقی بسبب خدمت حاصل ہوتی ہے، ریاضت سے اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوتا، خدمت سے سالہا سال کا کام منٹوں میں ہو جاتا ہے۔۔۔ خدمت ہی سالک کو کامیاب کرتی ہے۔

کسب صوفیاء کا ذکر آیا تو فرمایا۔۔۔ بعض صوفیاء نے برائے اکلِ حلال تجارت وغیرہ بھی کی ہے لیکن نماز صبح (کے بعد) سے لے کر ظہر کی نماز تک اس کسب میں مشغول رہے اور ظہر کے بعد کے اوقات کو حلقہ و مراقبہ اور ذکر و توجہ میں بسر کیا ہے۔

فرمایا۔۔۔ آدمی کو چاہیئے کہ اللہ کے وعدوں پر نظر کرے "اسباب ظنیہ" پر نگاہ نہ کرے، یقین کے ساتھ جانے کہ وہ روزی رساں ہے جس کو پیدا کیا اس کی روزی مہیّا کی ہے۔

فرمایا۔۔۔ بناء خانقاہ سے پہلے جگہ کی تنگی کے باعث صوفیوں کی اقامت کے لئے مکان کی آرزو تھی، پڑوس میں ایک مکان تھا اُس کا مالک فروخت کرنا چاہتا تھا، ایک شخص نے کہا اس مکان کو آپ خرید لیں اُس وقت ایک کوڑی میرے پاس نہیں تھی، کارساز حقیقی کی جناب میں اس مدعا کے پورا ہونے کی دعا کی اُس نے دعا کو ہم آغوش مدعا کر دیا، غیب سے انتظام ہو گیا، اور اس مکان کو خرید کر تحت تصرف لایا چند مکانات اور بھی سات آٹھ ہزار روپیہ میں خرید کر شامل کر لئے

اس وقت تک اللہ تعالےٰ غیب الغیب سے خرچ عنایت فرما رہا ہے،
اور تمام کام بوجہ احسن پورے کر رہا ہے۔

فرمایا ــــ صوفیان خانقاہ کو مداومت تہجد کی تاکید بلیغ کی جائے، سوتے کو بیدار اور بیدار کو متوجہ "بیار" کیا جائے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نماز عصر کے لئے مسجد میں تشریف لائے ہوئے تھے، بعد ادائے نماز ملّا گل محمد غزنوی نے کسی شخص سے کلام کیا، حضرت نے بہت ڈانٹا اور فرمایا، کہ :-

"بارگاہِ حق تعالےٰ میں بے ادب نہیں ہونا چاہیئے، یہاں پر غیر حق کی جانب ہرگز متوجہ نہ ہونا چاہیئے، دیکھو بادشاہ ظاہری کے سامنے کس قدر آداب ملحوظ رکھے جاتے ہیں، پس بادشاہِ حقیقی کے روبرو بدرجۂ اولیٰ انکسار و تواضع ہونا چاہیئے ــــ اپنے کو عدم محض اور نیست کر کے "دربار" پر آیا کرو۔"

فرمایا ــــ "میاں ابو سعیدؒ نے اپنے احوالِ باطن میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، میں نے اس کو شروع سے آخر تک دیکھا ہے، مکتوباتِ امامِ ربانیؒ کے مطابق ہے۔"

فرمایا کہ —— "مولانا خالدؔ رومی سے بھی میں نے کہدیا ہے کہ وہ اپنے احوالِ باطن کو تحریر کریں، انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی اپنے حالات تحریر کرکے بھیجیں گے"۔

مولانا رؤف احمد رافت رامپوریؒ اس مقام پر لکھتے ہیں کہ :۔

"مولانا خالدؒ افضل خلفاء حضرت والا ہیں، بغداد میں ہدایت و رہنمائی میں مصروف اور مرجع خلائق ہیں، اُن کا ایک عریضہ حضرتؒ والا

لہ آپ کے متعلق حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب فاروقی مجددی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:۔
"آپ (حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ) ہی کے ایک خلیفہ حضرت مولانا خالد کردیؒ تھے، جن کے مناقب میں علامہ شامیؒ نے جن کی شرح درمختار پر آج مفتیانِ مذہبِ حنفی کی بنیاد ہے، ایک مستقل رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام ـ سل الحسام الھندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندیؒ ہے، یہ رسالہ مصر میں چھپ چکا ہے۔
علامہ شامیؒ نے رسالۂ مذکورہ میں حضرت مولانا خالدؒ کے علمی و عملی کمالات خوب تفصیل سے بیان فرمائے اور ۱۲۲۴ھ میں ان کا براہِ ایران پورے ایک سال سفر کے بعد دہلی پہونچنا، اور حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کے دریائے فیض سے سیراب ہو کر قطب ارشاد بن کر اپنے وطن واپس ہونا اور وہاں مرجع خواص و عوام ہونا مفصل ذکر کیا ہے"۔ الخ
۱۲۴۲ھ میں مولانا خالد کردی نقشبندیؒ کا انتقال ہوا۔
(الفرقان مجدد الف ثانی نمبر)

کی خدمت میں آیا تھا، اس میں لکھا تھا کہ سَو عالم متبحر صاحب تصانیف اس فقیر کے حلقہ میں آکر قابلِ اجازت ہو گئے ہیں، اور پانچ سَو اکابر علماء داخلِ سلسلہ ہوئے ہیں، اور ان عوام و خواص کی تعداد جو بیعت ہو چکے ہیں، حدِ شمار سے باہر ہے۔"

ایک شخص مکۂ معظمہ سے حضرت کا نام سن کر خانقاہ میں آیا، اور اس نے بیان کیا، کہ:۔

"میں نے بیت اللہ شریف میں بغداد کے ایک قافلے کے لوگوں کی زبانی سنا کہ ایک عالم متبحر مولانا خالد نے ہندوستان پہونچ کر حضرت شاہ غلام علی سے طریقۂ نقشبندیہ اخذ کیا ہے، اور خرقۂ خلافت زیب تن کر کے آیا ہے، وہ اقلیم روم میں بڑی شہرت رکھتا ہے، وہاں کے علماء و اکابر اُس کے ہاتھ پر بیعت ہوئے ہیں، میں نے جب یہ سنا تو میں حضرت والا کی ملاقات کا مشتاق ہوا، آخر الامر بفضلِ خدا اس آستانِ فیض نشان پر پہونچ گیا ہوں۔"

کچھ عرصہ بعد ایک مغربی حضرت کا اسم مبارک سن کر قطع منازل کر کے مولانا خالد رومیؒ سے ملاقات کرتا ہوا حاضرِ دربار ہوا اس نے بیان کیا، کہ:۔

"ایک لاکھ آدمیوں کے قریب اُن کے حلقۂ ارادت میں داخل

ہو چکے ہیں، اور ایک ہزار تبحر علماء داخلِ طریقہ ہوئے ہیں"۔

حضرت والا نے یہ سن کر فرمایا :۔

"اس خوشخبری کے سننے سے میرا دل پر پشہ کی برابر بھی خوش نہیں ہوا، فخر و مباہات کا تو ذکر ہی کیا ہے"۔

فرمایا :۔ "جس کا یقین زیادہ ہے اس کا مقام اونچا ہے"۔

درسِ کلام مجید فرما رہے تھے، اور اُس کے معانی کی تحقیق میں مشغول تھے، ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ کی تحقیق مولانا شاہ عبدالعزیز رح سے بھی زیادہ ہے۔ فرمایا :۔

"توبہ، توبہ! وہ تو بحرِ علم اور دریائے بیان ہیں"۔

فرمایا ۔۔۔ "ایک روز مولوی شاہ رفیع الدین ایک کتاب پڑھ رہے تھے، میں بھی اُس مجلس میں حاضر تھا، ناگاہ انوار و برکات کا ظہور ہوا ۔۔۔ میں نے کہا کیا سبب ہے اِن دو سطروں کے پڑھنے سے بہت فیض وارد ہوا ۔۔۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ دو سطریں حضرت عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کی نوشتہ ہیں"۔

اسی سلسلے میں یہ بھی فرمایا کہ :۔

"دوسرے دن بھی ایسا ہی اتفاق ہوا، میں نے کہا آج فیض

بنوعِ دگر آشکارا ہوا ہے، مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ سطور (جو میں نے پڑھیں) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کی لکھی ہوئی ہیں"۔

فرمایا ——— "حضرت مرزا جانِ جاں شہیدؒ فرماتے تھے: تیس ۳۰ سال اپنے اِن تین ۳ مرشدوں کی خدمت کی ہے۔

(۱) حضرت سید نور محمد بدایونیؒ۔

(۲) حضرت حافظ سعد اللہؒ۔

(۳) حضرت شیخ محمد عابدؒ۔

حضرت شیخ محمد عابدؒ کے وصال کے بعد سے تیس ۳۰ سال ہو گئے ہیں، کہ اشغال و اذکار اور حلقہ و مراقبہ میں مشغول ہوں اور لوگوں کو بیعت کرتا ہوں، اب جبکہ ساٹھ سال گذر گئے ہیں تب فناء قلبی بتمامہ میسّر ہوئی ہے، اور یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ اپنے آپ کو مُردہ تصوّر کرتا ہوں، اپنی ہستی و خودی کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا ہے، لوگ آتے ہیں مجھے سلام کرتے ہیں، یا دوسروں کا پیغام سناتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ میں مُردہ ہوں، یہ میری قبر پر آکر سلام کر رہے ہیں، اور پیام پہونچا رہے ہیں، جب دوبارہ مجھ سے کہتے ہیں تو میں غور کرتا ہوں کہ شاید میں زندہ ہوں"۔

فرمایا ـــــــ کہ :-

"تبدیلیِ اخلاق رذیلہ" اور "رفع انانیت" کے لئے کلمۂ طیبہ کی تکرار اور ذکر کی کثرت ہونی چاہیئے ــ جس وقت انوارِ الٰہی غالب آئیں گے، پچھلے اخلاق و اوصاف میں شکستگی آئے گی۔"

فرمایا ـــــــ کہ :-

"حضرت مجدد صاحبؒ اور ان کے تابعین کے احوال ظاہر میں شریعت سے آراستہ اور باطن میں طریقت سے پیراستہ ہیں اُن کا قول ہے کہ جو معارف بال برابر بھی شریعت کے مخالف ہوں، وہ ایک جَو کے عوض بھی نہیں خریدے جا سکتے۔"

فرمایا ـــــــ کہ :-

"حدیث کے پڑھنے سے عجیب فیوض و برکات ظاہر ہوتے ہیں، افسوس کہ لوگوں نے اِس برکت کے دیکھنے سے اپنی آنکھوں کو بند کر رکھا ہے کل چند احادیث مناقبِ صحابہؓ میں پڑھی گئیں، میں نے مشاہدہ کیا کہ جسم کو غسل سے زیادہ طہارت اور دل کو تصفیہ سے زیادہ لطافت حاصل ہوئی۔"

مرتّبِ ملفوظات فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حلقہ میں حاضر ہوا، اتفاقاً درمیانِ حلقہ جگہ باقی نہیں رہی تھی، فقراء کے پسِ پشت بیٹھ گیا، حضرتؒ نے یہ شعر زبانِ مبارک سے پڑھا ؎

فریضہ است ترا آمدن بدرگہِ دوست
اگر دروں ندہد بار آستاں دریاب

حضرتؒ کو عرس حضرت مودود چشتیؒ میں ایک فقیر نے طلب کیا تو فرمایا۔ کہ:۔

"میں مجلسِ سماع اور محفلِ وجد و تواجد میں ہرگز نہیں جاتا، اگرچہ کسی بڑے سے بڑے بزرگ کا عرس کیوں نہ ہو"

بعدازاں فرمایا ـــــ کہ:۔

"خداوندا مجھ سے کون سی خطا سرزد ہوئی، کہ صبح ہی صبح مجلس بدعت میں مجھ کو طلب کیا گیا"

فرمایا ـــــ کہ:۔

"عنایاتِ الٰہی جو نالائق کے حق میں صادر ہوتی ہیں، اُن کا کس منہ سے شکر ادا کروں، لوگ طلبِ حق میں بغداد، سمرقند، بخارا، تاشقند سے اس جگہ آتے ہیں اور نسبتِ نقشبندیہ مجدّدیہ سے مستفیض ہوتے ہیں، ہر شخص اپنی استعداد کے موافق فیض حاصل کرتا ہے، میری کیا حیثیت ہے یہ تمام عنایاتِ حضرت ایزد رحمٰن ہیں جو بواسطہ

توجہات مرزا جانِ جاںؒ مجھ کمترین کے شاملِ حال ہیں۔"

فرمایا ——— کہ :۔

"چاروں طرف سے لوگ یہاں آتے ہیں اور اقامت پذیر ہوتے ہیں قریب ایک سو چالیس ۱۴۰ اشخاص وہ ہیں جو خانقاہ میں مستقل طور پر رہتے ہیں، طالبین کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے، با ایں ہمہ میرے دل میں کوئی خطرہ نہیں گذرتا کہ ان کے کھانے کے لئے روٹی اور پہننے کے لئے کپڑا درکار ہے (کہاں سے انتظام ہوگا) الحمدللہ میرا دل "خطراتِ این و آں" سے پاک و صاف ہے۔"

فرمایا ——— کہ :۔

"حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ذریعہ سے ہندوستان میں اسلام نے رواج پایا۔"

فرمایا ——— کہ :۔

"بزرگانِ نقشبندیہ میں متعدد نسبتیں ظہور پذیر ہوئی ہیں لیکن اصل نسبت حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ کی ہے۔"

بعد ازاں ایک لطیفہ ارشاد فرمایا ——— کہ :۔

"حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ نے دیگ طعام پکائی، اُس میں

بہت سا نمک حضرت مخدوم اعظم رحؒ نے ڈالا، نسبت نے تیزی پکڑی
پھر سُرخ مرچیں حضرت میر ابوالعلی رحؒ نے ڈالیں، اس سے نسبت
تیز تر ہو گئی، پھر حضرت مجدد الف ثانی رحؒ نے اس میں وہی ڈال دیا،
اس سے عجیب کیفیت ہو گئی"۔

مکتوبات کا درس دے رہے تھے اُس میں کسی موقع پر دنیا اہلِ دنیا
کی مذمت ارقام فرمائی ہے کہ جو شخص دنیا میں پھنسا ہوا ہے اس کو
بروزِ جزا سوائے حسرت و ندامت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اُس پر
فرمایا ——— کہ:۔

"دنیا نام ہے حاجتِ اصلیہ سے زیادہ طلب کرنے کا"۔

نیز فرمایا ——— کہ:۔

"جو چیز دل کو حق تعالےٰ سے غافل کردے، وہی دنیا ہے"۔

اور یہ شعر پڑھے ؎

چیست دُنیا و لباسِ دنیوی ——— از خدا غافل شدن اے مولوی
چیست دنیا از خدا غافل شدن ——— نے لباس و نقرۂ و فرزند و زن

جامع ترمذی کا درس دے رہے تھے، یہ حدیث پڑھی گئی:۔
فضل عائشۃ علی النساء ——— یعنی حضرت عائشہ رضؓ کی فضیلت

کفضل الثرید علی سائر الطعام۔ — تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسی تمام کھانوں میں ثرید کی فضیلت

اس پر ارشاد فرمایا ـــــــ کہ :۔

"اس حدیث سے تمام عورتوں پر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی فضیلت ثابت ہوئی"۔

پھر فرمایا ـــــــ کہ :۔

"اُن کو علم، اجتہاد، فقاہت، ترک وتجرید، اور آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا محبوب ہونے کے باعث تمام عورتوں پر فضیلت ہے"۔

فرمایا ـــــــ کہ :۔

"حضرت عائشہ رضؓ کے ترک وتجرید کے بارے میں وارد ہے کہ ایک دن ان کے پاس ہزارہا درہم ودینار آئے، سب کو ایک ہی مجلس میں صدقہ کر دیا، ایک کوڑی اپنے پاس نہ رکھی"۔

فرمایا ـــــــ

"حضرت فاطمہ رضؓ کو جو فضیلت ہے وہ جگر گوشۂ رسولؐ ہونے کی حیثیت سے ہے، حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ماں ہونے کی وجہ سے فضیلت ہے، حضرت آسیہ کو جو فضیلت ہے

وہ ایک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کے باعث ہے، دوسرے اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے فرعون کے ہاتھ سے انتہائی شدائد اپنے اوپر جھیلیں، اور فرعون کے ظلمت کدہ میں جہاں ہر طرف کفر و ضلالت کی آندھی چل رہی تھی، اپنے چراغِ ایمان کو بجھنے نہیں دیا۔"

فرمایا ـــــــ

"شیخ سعدی شیرازیؒ "انوارِ ولایتِ سہروردیہ" اپنے اندر رکھتے ہیں اور بہت ذکی ہیں، ان دو شعروں میں تمام سلوک کو بیان فرما دیا ہے۔" ؎

مرا پیر دانائے فرخ شہاب — دو اندوز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش — دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

یعنی مجھ کو میرے مرشد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ساحلِ آب پر یہ دو نصیحتیں فرمائیں۔

(۱) خود بینی نہ کرنا کہ اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگو۔

(۲) بد بینی نہ کرنا کہ دوسروں کے عیب تلاش کرو اور ان کو برا سمجھو۔

فرمایا ــــــــــــ

"جو شخص ہم سے تعلق رکھتا ہے اُس کو چاہیئے کہ ہمارا سا لباس
اور ہمارا سا طور و طریقہ اختیار کرے"۔

حضرتؒ درسِ حدیث دے رہے تھے کہ چشتیہ سلسلے کے ایک
بزرگ ملاقات کے لئے تشریف لائے اُس وقت فرمایا ــــــــــ

"ہم متوسلان نقشبندیہ" بادہ نوشانِ جامِ مودت" ہیں، ہماری
"گزک" درود اور حدیث ہے، جو قلب کو گوناگوں ذوق بخشتی
ہے، اور نگارِ حقیقی کے چہرے سے نقاب کشائی کرتی ہے"۔
بعد ازاں ایک آہِ سرد کھینچی اور فرمایا:۔

واشوق المدینہ ـــــ واشوق المدینہ ـــــ واحسرۃ المدینہ

حضرت حسن بصریؒ کا ذکر آیا تو فرمایا ـــــــــ کہ:۔

"موالی میں سے تھے، لیکن ایک بڑی فضیلت رکھتے ہیں وہ یہ
کہ ایامِ رضاعت میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
نے اپنے پستانِ مبارک کو اُن کے منھ میں دیا خدا کی قدرت کہ
دودھ اُترا، اور انھوں نے نوش فرمایا"۔

فرمایا ــــــــــ

"ان کی عادت تھی کہ ہر روز چالیس ہزار مرتبہ سبحان اللہ پڑھتے تھے۔"

ضمناً یہ بھی فرمایا ــــــــــ کہ :-

"علماء و صوفیا دونوں کو افضلیت تسبیح و تہلیل میں اختلاف ہے، متاخرین نے تہلیل کو افضل قرار دیا ہے۔"

فرمایا ــــــــــ کہ :-

"اکثر طرق و سلاسل حضرت حسن بصریؒ تک منتہی ہوتے ہیں، وہ درحقیقت کبرا و صلحا کے پیشوا ہیں۔"

۱۱ رجب المرجب کو فرمایا ــــــــــ

"آج کا دن حضرت شاہ ناصر الدین قادریؒ کے وصال کا دن ہے، ان کا مزار محلہ حبش پورہ (دہلی) میں واقع ہے، یہ میرے والد کے مرشد تھے، اس دن کی شب گذشتہ میں اس سرائے فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھارے تھے، میں بھی اسی دن اپنے وطن (پنجاب) سے دہلی آیا تھا، جب دہلی پہونچا تو میرے والد بہت خوش ہوئے کہ وہ مجھے اپنے مرشد سے بیعت کرائیں گے۔"

ایک شخص حاضر ہوا، اس نے کلماتِ شوقیہ ادا کرتے شروع کئے

حضرتؒ نے یہ دو شعر پڑھے ؎

مرغانِ چمن بہر صباحے — خوانند ترا با صطلاحے

ندانم آں گلِ خنداں چہ رنگ و بو دارد — کہ مرغِ ہر چمنے گفتگوئے اُو دارد

اسی مجلس میں یہ شعر بھی پڑھا ـــــــ

یکبار بگو یدم نظیری — مشہور شوم بہ بے نظیری

پھر فرمایا ـــــــ کہ :۔

"اس شعر کا اصل مضمون حافظ شیرازیؒ کے اس شعر میں پایا جاتا ہے" ؎

نام من رفتست روزے بر لبِ جاناں زسہو

اہلِ دل را بوئے جاں می آید از نامم ہنوز

فرمایا ـــــــ

"حافظ شیرازیؒ کے بعض مضامین موافق حدیث ہیں"

ثبوت میں یہ شعر پڑھا ؎

ساقیا عشرت امروز بفردا مفگن — یا ز دیوان قضا خط امانے بمن آر

(اس میں اس حدیث کا مضمون ہے)

اذا امسیت فلا تنتظر صباحك واذا اصبحت — جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر، اور جب صبح کرے

فلا تنتظر مساک۔ تو شام کا منتظر نہ رہ (نہ جانے کب موت آجائے)

پھر فرمایا

"آج کے کام کو کل کے حوالے نہ کیا کرو، فرصت کو غنیمت شمار کرو۔"

فرمایا

"اکثر اولیاء کو اپنے تصرفات کا خود پتہ نہیں ہوتا۔"

فرمایا کہ:۔

"میرے احباب میں سے جو صبر و توکل اور قناعت و تقویٰ کا راستہ چلتا ہے اور "حضور و جمعیت" اور "انوار و کیفیات" قلب میں رکھتا ہے، میری جانب سے اس کو اجازت ہے کہ طالبوں کو بیعت کرے، اور جس کے صبر و توکل وغیرہ میں نقصان ہے اُسے دوسروں کو مرید کرنا خطا ہے، گو وہ میرے اجازت یافتگان میں سے ہو، لیکن حقیقتہً وہ مجھ سے مجاز نہیں ہے۔"

فرمایا

"کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ آیات قرآنی میں سے ایک آیت ہے، اور محمد رسول اللّٰہ بھی کلامِ ربانی سے ایک کلمہ ہے،

پس کلمہ کو اس لحاظ سے کہ یہ آیت کلام باری ہے، پڑھا جائے تو فیضِ بنوعِ دگر آئے گا، اور اگر اس لحاظ سے پڑھا جائے کہ یہ ایسا کلمہ ہے جس کے پڑھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے، اور ہم اپنے پیغمبرؐ کی طرف سے مامور ہیں کہ زبان سے یہ کلمہ ادا کریں اور دل میں اس کی تصدیق کریں تو فیض باندازِ دگر حاصل ہو گا۔"

نیز فرمایا ــــــ کہ :۔

"بلحاظ معنیِ اوّل کلمہ پڑھنا جنبی کو حرام ہے۔"

فرمایا ــــــ کہ :۔

"طالب کو چاہیئے کہ ایک لمحہ بھی مطلوب کی یاد سے غافل نہ ہو۔"

پھر یہ شعر پڑھا ؎

ایں شربتِ عاشقی است خسروؔ بے خونِ جگر چشید نتواں

فرمایا ــــــ

"حنفی مسلک والے کو ضروری ہے کہ موطائے امام محمدؒ اپنے پاس رکھے، اس کتاب میں یہ عجیب کام کیا گیا ہے کہ اخبار صریح و آثار صحیح اپنے مذہب کی تائید میں لائے گئے ہیں۔"

بعدازاں فرمایا ـــــ کہ:۔

"فقہ کے چاروں مسلکوں میں چار خاصے ہیں، جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتے ہیں:"

۱۔ خاصۂ مذہب حنفی کتاب "ہدایہ" ہے کہ دوسرے فقہا کے یہاں اس کے پایہ کی کوئی کتاب نہیں۔

۲۔ مذہب امام شافعیؒ میں امام غزالیؒ زبردست محقق ہوئے ہیں۔

۳۔ مذہب حنبلیؒ میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سرآمدِ مقربانِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔

۴۔ مذہب مالکیؒ میں خود امام مالکؒ کا وجود آیۃ من آیات اللہ ہے۔

ایک روز طالبین کو توجہ دیتے میں مشغول ہوئے، ایک شخص سے فرمایا کہ وہ اہلِ حلقہ کو پنکھا کرے اور ارشاد فرمایا ـــــ کہ:۔

"حضرت مرزا جانِ جاں شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میں کشفاً دیکھتا ہوں کہ جو کوئی اہلِ حلقہ کو پنکھا کرتا ہے ہر ایک کے فیضِ توجہ میں شریک ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اس سے ہر ایک کو راحت پہونچتی ہے" ــــ اور حضرت شہیدؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "ایک دن میں اپنے مرشد سید السادات حضرت سید نور محمدؒ کی خدمت میں

حاضر ہوا، دیکھا کہ حضرت والا بہت خوش بیٹھے ہیں، اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ آج میں نے فقرا کو بہت سے پنکھے تقسیم کیے ہیں، اس عمل کی قبولیت کی وجہ سے درگاہِ الٰہی سے فیوض و برکات بارش کی طرح برس رہے ہیں"۔

تکرار بیعت کا ذکر ہوا تو فرمایا:۔

"طالب کو متعدد شیوخ سے بیعت کرنا جائز ہے، چنانچہ بعد از وفات سرکارِ دو عالم (صلے اللہ علیہ وسلم) حضرت صدیق اکبرؓ سے بیعت کی گئی، اور اُن کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ سے ۔۔ ظاہر ہے کہ صحابہؓ کا خلفائے راشدینؓ سے بیعت ہونا انتظام امورِ اُخرویہ کے لئے تھا، نہ کہ دنیا کے لئے، اس سے معلوم ہوا کہ تکرارِ بیعت جائز ہے"۔

شعبان کا چاند طلوع ہوا تو فرمایا:۔

"جب شعبان المعظم کا چاند ہوتا ہے تو گویا رمضان المبارک کے برکات کا ہلال طلوع ہوتا ہے، اور جب شعبان کی چودھویں کا چاند ہوتا ہے تو گویا وہ "ہلال برکاتِ رمضان" بدرِ کامل

بن جاتا ہے، اور پھر بدر کامل بن کر سورج کی طرح چمکنے لگتا ہے۔"

فرمایا ——— کہ:۔

"فقر سے مُراد وہ چند اعمال ہیں جن کی مداومت سالک کو ضروری ہے، فقر علم سلوک اور علم مراقبات کا نام نہیں ہے جس میں سیکڑوں کتابیں بھری پڑی ہیں، فقر تو ایک خزانہ ہے جس کو سینے میں دکھنا چاہیئے، نہ کہ سفینے میں۔"

ایک شخص نے شدّتِ گرما کی شکایت کی، حضرتؒ نے فرمایا:۔

"فعلِ محبوب کی شکایت نہیں ہونی چاہیئے، مصیبت میں زیادہ تر لذّت حاصل کرنا چاہیئے میں درد سے آہِ سرد نہیں کھینچتا، رنج و ملال سے شربتِ زلال پیتا ہوں۔" ع،

"کہ ہرچہ ساقیِ ما ریخت عین الطافست"

ایک شخص کچھ رقم خدمتِ اقدس میں لایا اور عرض کیا کہ اس کو فقراء خانقاہ پر تقسیم فرما دیجیئے، حضرتؒ نے فرمایا:۔

"ایک ایک ٹنکہ ہر ایک کو تقسیم ہوگا، اُس وقت خانقاہ میں ایک سَو دس صوفی وہ تھے، جو اپنے وطن چھوڑ کر طلبِ حق میں

یہاں مقیم تھے ایک ایک ٹنکہ سب کو تقسیم کر کے فرمایا :- میں بھی انھیں فقراء کے زمرے میں ہوں، ایک ٹنکہ میں بھی اپنا حصّہ لئے لیتا ہوں ۔"

بعدازیں یہ آیت پڑھی :- " واللہ الغنی وانتم الفقراء ۔"
حضرت مرزا مظہر جانِ جاں شہیدؒ کا وہ مکتوب پڑھا گیا جس میں انھوں نے مذہبِ ہنود کی اصل بیان فرمائی ہے اور اُن کی چار کتابوں کی تحقیق پیش کی ہے، اُس مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ اُن چاروں کتابوں میں سے ایک میں معارف ہیں، اُس پر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ :-
" کوئی بات پیر و مرشد کی بات پر کہنا کمالِ بے ادبی ہے، لیکن میرے نزدیک ان کتابوں میں معارف ثابت نہیں ہیں ۔"

فرمایا ــــــــ

" حضرت مرزا مظہر جانِ جاں شہیدؒ دو۲ سال کی مدّت میں " لطیفۂ قلبی " طے کراتے تھے، اور اُس کے بعد ایک سال میں " لطیفۂ نفس " ــــــــ بعدہٗ دو۲ سال میں تا " بکمالات " پہونچاتے تھے، اور پھر پانچ سال میں جو نصف سلوک رہ جاتا تھا طے کراتے تھے ۔"

فرمایا ــــــــ

"تمام مسافت ہر مقام" دس۱۰ سال میں طے ہوتی ہے، اگرچہ "رنگ ہر مقام" ایامِ قلیلہ میں حاصل ہوجائے" ــــــ اسی ضمن میں فرمایا کہ:۔ "حضرت شیخ محمد عابدؒ نے چند اشخاص کو جلدی سلوک طے کرادیا تھا، (اس کا یہ نتیجہ ہوا) کہ جب اُسی زمانے میں نادر شاہ ابدالی کا قضیہ نمودار ہوا، اُس فتنے میں ان لوگوں کا باطن مکدر ہوگیا، گویا نسبت سے خالی ہوگئے (فتنے کے اثرات بوجہ خامی کے ہٹا نہ سکے، اُس سے متأثر ہوگئے) اسی وجہ سے حضرت پیر و مرشدؒ تاوقتیکہ سالک کو ایک "مقام" میں "طول و عرض" پیدا نہ ہوجائے دوسرے مقام کی توجہ نہیں فرماتے تھے، اور "قطع سلوک" کی مدت دس۱۰ سال مقرر فرمائی تھی"۔ تلک عشرۃٌ کاملۃٌ۔

درسِ مکتوبات ہو رہا تھا، وہ مکتوب پڑھا گیا جو صاحبزادگانِ کبار یعنی خواجہ خردؒ و خواجۂ کلاںؒ کو بیانِ عقائد میں لکھا گیا ہے، اس مکتوب کے متعلق فرمایا کہ:۔

"یہ علمِ عقائد میں فائدہ کثیر رکھتا ہے، اس کو علیحدہ لکھ کر لوگوں

کو دینا چاہیئے۔"

فرمایا ———

"حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ نے اپنی زبان میں بھی ایک ذکر مقرر کیا تھا۔"

پھر فرمایا ——— کہ :۔

"ہر ایک شخص اپنی اپنی زبان میں اپنے محبوب کی یاد کرتا ہے، ہندی اپنی اصطلاح میں، سندھی اپنی اصطلاح میں۔" پھر یہ شعر پڑھا ؎

مرغانِ چمن بہر صباحے ——— خوانند ترا با صطلاحے

فرمایا ——— کہ :۔

"وہ معارف جو حضرت مجدد الف ثانیؒ پر مکشوف ہوئے، تین۳ قسم کے ہیں :۔ ——— ایک قسم وہ ہے کہ کسی سے نہیں فرمائے اور سلک تحریر و تقریر میں نہیں لائے ——— ایک قسم وہ ہے کہ اولاد امجاد سے بیان فرمائے ——— اور ——— ایک قسم وہ ہے کہ علی العموم اپنے منتسلین سے بیان فرمائے، اور تحریر تسطیر میں لائے ہیں ——— چنانچہ تین۳ جلدیں مکتوبات کی، اور سات۷ رسائل اسی قسم پر مشتمل ہیں۔"

فرمایا ______

"اسرار توحید وجودی" ہوں، یا "معارف، توحید شہودی" یا "مقاماتِ دیگر" جو کچھ اللہ تعالےٰ عنایت فرمادیں نعمتِ عظمیٰ ہے"۔ پھر یہ شعر پڑھا:۔ ؎

جانِ من وجانانِ من، دینِ من وایمانِ من
سلطانِ من سلطانِ من چیزے بدہ درویش را

ایک دن شدّت کی گرمی تھی فرمایا ______ کہ:
"پنکھا جھلو" ______ بعدہٗ فرمایا:۔ "جو شخص مخدوم بنناچاہے، اپنے پیر و مرشد کی خدمت کرے"۔ ع
"ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد"

فرمایا ______

"خدمت مرتبۂ ادنیٰ سے مرتبۂ اعلیٰ تک پہونچاتی ہے، اور ادب سطحِ خاک سے اٹھا کر فلک الافلاک پر لیجاتا ہے"۔

فرمایا ______

"ذکر کرنا چاہیئے، اور اس میں کوشش کرنا چاہیئے، راستہ بغیر چلے

طے نہیں ہو سکتا۔"

فرمایا ——

"جمیع کمالات ظاہری و باطنی بطریق اجمال جناب سید الانبیاءؑ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو حاصل تھے، لیکن جمیع کمالات کی تفصیل کا ظہور زمانۂ خاص اور اشخاص خاص پر موقوف تھا، چنانچہ دیکھو حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے: "اعطیت مفاتیح کنوز الارض" (مجھے تمام خزانوں کی کنجیاں دی گئیں) —— (اس کا ظہور بعد زمانۂ رسالت مآبؐ ہوا) آں حضرتؐ کے زمانے میں ممالک فتح نہیں ہوئے، عہد خلفاء میں اکثر مقامات فتح ہوئے اور بعد از صحابہؓ سلاطینِ نامدار نے اکثر مقامات فتح کیے۔" (اس کے بعد مفصل طریقے پر اس مضمون کو مع امثلہ کے بیان فرمایا)۔

اس بات کا ذکر آیا کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے استفادہ کیا ہے، فرمایا: "یہ بات میرے نزدیک ثابت نہیں ہے" (پھر حضرت مجددؒ کی تحریر سے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کیا)۔

رمضان میں تراویح کا ذکر آیا کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) سے بیس ۲۰ رکعت ثابت ہیں یا نہیں۔ فرمایا:۔ "عبداللہ بن براء المالکی نے بیس ۲۰ رکعت کی روایت آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) سے ثابت کی ہے"۔ بعدازاں مشکوٰۃ شریف طلب کی، اس کے حاشیہ پر یہ بحث لکھی ہوئی تھی اُس کی عبارت پڑھی۔

فرمایا:۔ "اللہ کے وعدے میرا خزانہ ہیں"۔

فرمایا:۔ "حیا کی چند اقسام ہیں"۔

۱۔ ایک شخص گناہ سے اس لئے پرہیز کرتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ سے جو کہ امورِ سِرّ و علانیہ کو دیکھ رہا ہے، حیا کرتا ہے۔

۲۔ ایک شخص معاصی سے پرہیز کرتا ہے، اس لئے کہ ملائکہ کے دیکھنے سے اُس کو حیا آتی ہے۔

۳۔ ایک شخص گناہ سے بچتا ہے، اس لئے کہ فرشتے جناب سرورِ کائنات (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سامنے اعمال پیش کرتے ہیں۔

فرمایا:۔ "حیا جس قسم کی بھی ہو، بہر حال شعبہ ہے ایمان کا"۔

محبّت و عشق کا ذکر چھڑا، تو یہ شعر پڑھے ؎

دارم دلے اما چہ دل صد گونہ حرماں در بغل
چشمے و خوں در آستیں صد اشک و طوفاں در بغل
روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر میشوم تصویر جاناں در بغل

مداراۃ اور مداہنۃ کا ذکر چھڑا، تو فرمایا:۔

"مداراۃ دنیا کو دین کے لئے صرف کرنا ہے، اور مداہنۃ دین کو دُنیا کے لئے برباد کر دینے کا نام ہے"!

خواب میں حضور سرورِ کائنات (صلے اللہ علیہ وسلم) کو دیکھنے کا ذکر ہوا، فرمایا:۔

"جب کوئی شخص آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کو بصورتِ اصلی خواب میں دیکھے، شیطان کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا، یقیناً اس نے حضورؐ ہی کو دیکھا ہے، لیکن جو کچھ آنحضرتؐ نے خواب میں ارشاد فرمایا ہو اُس کو "فرمودۂ حیات" پر پیش کرنا چاہیئے اگر اس کے مخالف ہے، تو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے، اس لئے کہ دخلِ شیطان خواب کے کلام میں ہو سکتا ہے، نہ کہ صورتِ مبارک

دیکھنے میں"

بعدازاں ایک حکایت بیان فرمائی ـــــ ـــــ کہ :-

"ایک شخص نے آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں ـــــ اس مقام میں دیگ خزانہ مخفی ہے، اُس کو نکال لے، اور اس خزانہ کا خمس میں نے تجھ کو معاف کیا ـــــ جب وہ شخص بیدار ہوا، اُسی جگہ جہاں فرمایا تھا دیگ خزانہ کو پایا ـــــ اس نے قاضی سے معافی خمس کا مسئلہ پوچھا ـــــ قاضی نے کہا: ـــــ دیکھنا آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کا حق ہے، لیکن خمس معاف نہیں ہے ـــــ اس لئے کہ جو حکم آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) نے جمیع صحابہ کو بیداری میں اپنے جسم ظاہری کے ساتھ دیا ہے، وہی جاری ہے پس بعد وصال خواب میں جو حکم فرمائیں گے وہ بیداری والے حکم کا ناسخ نہیں ہوگا۔"

فیض طلب خاں نے خانقاہ کے خرچ کے لئے غلہ بھیجا تھا حضرت ناخوش ہوئے اور فرمایا :- "ہم اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں، ہمیں امراء سے کیا سروکار۔"

۹ / رمضان کو فرمایا ـــــ "رمضان المبارک میں فیض کثیر وارد

ہوتا ہے، اس ماہ میں عبادت و طاعت میں بہت جد و جہد کرنا چاہیئے، دو۲ عشرے اس ماہ مبارک کے گذر چکے ہیں، عشرۂ اخیرہ باقی ہے، مردانِ خانقاہ کو چاہیئے کہ اعتکاف کریں، کیونکہ حضور سرورِ کائنات (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس عمل پر مداومت فرمائی ہے، کبھی ترک نہیں فرمایا، ایک بار ترک ہو گیا تھا تو اس کی قضا فرمائی ـــــ جس کسی کو اعتکاف میسّر نہ ہو وہ خلوت اختیار کرے۔"

۲۰ رمضان کو فرمایا ـــــ "آج کے دن صبح سے اکیسویں۲۱ شب کے برکات ظاہر ہیں احتمالِ شبِ قدر ہے" ـــــ بعد ازاں فرمایا کہ :۔ "اس آخری عشرۂ متبرکہ میں طاق راتوں کے اندر شبِ قدر ضرور ہوتی ہے ـــــ کبھی کسی تاریخ میں، کبھی کسی میں ـــــ اور اس عشرے کی تمام طاق راتیں اکیسویں۲۱، تئیسویں۲۳ پچیسویں۲۵، ستائیسویں۲۷، اُنتیسویں۲۹ فیوض و برکات سے بھرپور ہوتی ہیں ـــــ اور جفت راتیں بھی طاق راتوں سے فیض حاصل کر لیتی ہیں، اور اپنی دونوں جانبوں سے برکات مانگ لیتی ہیں، اس طرح تمام عشرہ کی راتیں متبرک ہوتی ہیں سب کا احیاء کرنا چاہیئے۔"

۲۴ رمضان کو فرمایا ـــــ "شیخ الشیخ حضرت شیخ محمد عابدؒ کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں لائق حضرات کو تعلیم طریقہ کی اجازت مرحمت فرمایا کرتے تھے، میں نے بھی اپنا یہی معمول بنایا ہے، انشاء اللہ ۲۷ تاریخ کو چند اشخاص کو اجازت دوں گا" ـــــ بعد ازاں فرمایا ـــــ "چند کلاہیں تیار کر لینی چاہئیں" ـــــ یہ بھی فرمایا، کہ :- "کوئی شخص قابلِ اجازت اُس وقت ہوتا ہے جبکہ اُس نے اپنے قلب کو آرزؤں سے صاف کر لیا ہو، اور اخلاقِ ذمیمہ سے نفس کا تزکیہ کر چکا ہو" لیکن چند قیود اور بھی ہیں :-

۱۔ بازاری قسم کا آدمی نہ ہو۔

۲۔ تیجے چالیسویں میں نہ جائے۔

۳۔ اُمراء و مخالفانِ طریقہ سے ملاقات نہ کرے۔

۴۔ "مقاماتِ عشرۂ صوفیا" جو صبر و توکل وغیرہ ہیں ـــــ رکھتا ہو ـــــ خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ـــــ "قابلِ اجازت وہ شخص ہے کہ وہ اپنی "نسبت" میں اتنی تاثیر رکھتا ہو کہ پاس کے بیٹھنے والوں پر اُس کا اثر پڑے"۔

حضرت مولانا شاہ درگاہیؒ کا ذکر آیا ــــ حضرتؒ نے فرمایا کہ
"اِن کے (اشارہ شاہ رؤف احمد رافت رامپوریؒ کی طرف) ــــ
مرشد تھے، میں رامپور گیا تھا، لیکن ان سے ملاقات نہ ہوئی۔ اُن کے مُرشد
سے جو اولیاءِ حق میں سے تھے ملاقات ہوئی، گرمی کا زمانہ تھا، میں ان کی
خدمت میں گیا مجھے تربوز عنایت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ :- آپ کی
خدمت میں گرمیِ محبت حاصل کرنے آیا ہوں مجھے حرارتِ محبّت کی
طلب ہے۔"

فرمایا ــــ
"کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا نامِ حق تعالےٰ سے مدد طلب
کرنا ہے، کہ کھانا قوتِ شہوانی و نفسانی پیدا نہ کرے، بلکہ ایسی
طاقت دے جو طاعت و عبادت میں صرف ہو۔"

فرمایا ــــ
"فقراء ہر لقمہ کے اوّل میں بسم اللہ کہتے ہیں، اور اُس کے
آخر میں الحمد للہ۔"

فرمایا ــــ
"مجتمع ہو کر کھانا بہت برکت رکھتا ہے، لیکن یہ چاہیے کہ

ہر ایک شخص ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کرے، اور جو چیز اچھی ہو اس کے متعلق یہ چاہے کہ اس کو میرا ساتھی کھائے، یہ نہ ہو کہ خود بہتر چیز تناول کرے، یا زیادہ کھانے کی فکر کرے (اور ساتھی کا خیال نہ رکھے)"۔

اس کے بعد ایک (عبرت انگیز) حکایت سنائی ـــــ کہ :۔

"ایک شخص نے ایک آدمی کو بغداد کے بازار میں دیکھا کہ دلالوں کے ساتھ دلالی کا پیشہ کر رہا ہے، اُس شخص نے کہا کہ تجھ کو تو میں نے فلاں شہر میں دیکھا ہے تو تو عابد و زاہد شخص تھا، کیا سبب ہوا کہ تو یہاں آیا اور پیشۂ دلالی میں مبتلا ہو گیا، اس نے جواب دیا :۔ میں نے ایک دن مچھلی پکائی تھی اور یہ چاہا کہ اس کا اچھا ٹکڑا خود کھالوں، اور باقی دوسروں کو دوں، بس اُس خیال کا یہ وبال ہے کہ میرا یہ حال ہے"۔

فرمایا ـــــ

"کھانے پینے کے بعد یہ دعا حدیث میں آئی ہے ـــ "الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین" ـــ (تعریف ہے اللہ کی، جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، اور

مسلمان بنایا) جیسا کہ مسند احمد، سنن ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے، اشارہ جعلنا من المسلمین سے اس طرف ہے کہ اسلام اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، پس نعمتِ عظمیٰ پر حمد بطریق اولیٰ کرنی چاہیئے"۔

ایک روز یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

کار کن کار بگذار از گفتار　　　که بجز کار هیچ ناید کار

فرمایا ــــــــ

"ایک دن مطالعۂ مکتوبات کر کے متوجہ ہوا "فوق الفوق" سے ایک فیض آیا، بعد ازاں حضرت شاہ ولی اللہ رح کے کلام (تصنیف) کا مطالعہ کیا "اسرارِ ملکوت" دل پہ وارد ہوئے بعد ازاں مطالعۂ احیاء العلوم کیا "فیضِ ملکوت" قلب میں آیا"

فرمایا ــــــ "ایک روز بو علی سینا کی کتاب کا مطالعہ ایک صفحے کے قریب کیا تھا کہ ایک ظلمت قلب پر طاری ہوئی، فوراً میں نے کلمۂ شہادت پڑھ کر اُس ظلمت کا ازالہ کیا"۔

بوقتِ خلافت عمامہ و خرقہ کا تذکرہ ہوا، تو فرمایا ــــــ "عمامہ کا

دینا حدیث سے ثابت ہے، طبرانی کی روایت ہے :۔ "کان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لا یولّی والیاً حتّٰی یعممہ و یرخی سد لہا من جانبہ الایمن نحو الاُذن"۔۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ روایات ابنِ ابی شیبہ و ابو یعلی الموصلی و بزار کو پیش فرمایا۔

مرتبِ ملفوظات فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے عرض کیا :۔ رامپور سے خط آیا ہے اُس سے معلوم ہوا کہ احقر کے مکان کی دیوار شدّت بارش کی وجہ سے منہدم ہو گئی ۔۔۔۔۔۔ فرمایا ۔۔۔۔۔۔ "الحمد للہ" تمھارا ظاہر اور باطن دونوں فانی ہو گئے، یہاں (خانقاہ دہلی میں) تمھارے وجود کو "فنا" حاصل ہو گئی، وہاں تمھارے مکان کو"۔

ایک روز رویتِ حق تعالےٰ کا تذکرہ ہوا، فرمایا ۔۔۔۔۔۔ "علماء نے لکھا ہے کہ جنّت میں مومنوں کو ہر ہفتے ایک بار رویتِ اللہ تعالےٰ ہو گی، اور جو لوگ کہ صبح و شام مراقبہ کرتے ہیں اور ہر دو وقت "حضورِ مع اللہ" کی دولت پاتے ہیں اُن کو ہر روز دو بار شام و سحر دیدارِ خداوندی ہو گا"۔۔۔۔۔۔ پھر فرمایا :۔ "اس سے پتہ چلتا ہے کہ جس کسی کو دائمی "حضور و آگاہی" اس جہان میں حاصل ہو گئی ہے، اُمید کہ اس کو بہشت میں رویتِ دائمی عطا فرمائی جائے گی"۔

ایک روز صوفیانِ خانقاہ سے کثرتِ ذکر و نوافل اور تہجّد وغیرہ کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔ "جان کھپانی چاہیئے، تب مدعا حاصل ہو گا"۔

ایک روز فرمایا ـــــ "پچھلے اکابر طالبین کے لئے کوئی نہ کوئی خدمت مقرر فرمادیا کرتے تھے، ـــــ خدمت میں ترقیاتِ باطن کا راز مضمر ہے" ـــــ بعدازاں ایک حکایت سنائی، کہ ـــــ "ایک شخص اپنے مرشد کے حضور میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میرے لئے کوئی خدمت مقرر فرمایئے، شیخ نے فرمایا:۔ "خدمتیں طالبین کے لئے معین و مقرر کردی گئیں، اب کوئی خدمت باقی نہیں ہے، ہاں ایک کام ہے، وہ یہ کہ جنگل سے ترکاری وغیرہ لایا کرو، اور اس کام کو بلاناغہ کرنا۔ چنانچہ وہ شخص روزانہ جنگل سے ترکاریوں کا انبار سر پر رکھ کر لایا کرتا تھا، ایک دن خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے، اک آگ کا دریا ہے اور لوگ اُس پر سے گذر رہے ہیں، میں نے وہی انبار جو سر پہ لاد کر لایا کرتا تھا، اُس "آتشیں دریا" پر ڈال دیا ہے، اور اُس پر بیٹھ کر پار ہو گیا ہوں"۔

فرمایا ـــــ "حضرت خواجہ باقی باللہؒ شب بیداری کیا کرنے

تھے، اور (جب رات گذر جاتی) فرمایا کرتے تھے، الٰہی رات کو کیا ہو گیا کہ اس سرعت کے ساتھ گذر گئی، کچھ اور توقف نہ کیا!"

فرمایا ـــ "حضرت مرزا مظہر جانِ جاں شہیدؒ فرمایا کرتے تھے:۔ واللہ ثم واللہ اپنے آپ کو خالی ٹھیکرا پاتا ہوں، لوگ میرے پاس آتے ہیں، توجہ حاصل کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میری توجہ سے فوائد کثیرہ برآمد ہوتے ہیں، میں یہ سن کر سوچتا ہوں ـــ کہ مسلمان جھوٹ نہیں بولا کرتے شاید میرے اندر کچھ نسبت ہو!"

فرمایا ـــ "حضرت پیرو مرشدؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، کہ صوفی کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ لوگوں کی ایذا رسانی پر جو ناراضگی کا اثر دل پر ہوتا ہے وہ کس قدر دل میں رہتا ہے اگر ساعت دو ساعت رہا، تو خیر ـــ اگر تمام رات رہا ـــ تو اس کو چاہیئے از سرِ نو "توبہ" کرے، کیونکہ ایسی حالت سے پتہ چلتا ہے کہ اس شخص کے باطن میں "نورِ نسبت" نے کوئی اثر نہیں کیا!"

یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

زناتوانیِ خود اینقدر خبر دارم
کہ از رخشِ تنوانم کہ دیدہ بردارم

مرتب ملفوظات فرماتے ہیں، آخر محرم ۱۳۲۱ھ میں حضرتؒ کی طبیعت تپ و لرزہ سے ناساز ہوگئی ہر باری پر تپ و لرزہ زور شور کا آتا تھا، راقم سطور ہر بار حاضر ہوتا، دیکھتا تھا کہ عین شدت میں شوق و ذوقِ الٰہی میں مصروف ہوتے تھے، جتنا تپ و لرزہ سے تڑپتے تھے اتنے ہی زیادہ لذت یاب ہوتے تھے ـــــ کبھی فرطِ اشتیاق میں دونوں ہاتھ کھولتے تھے گویا محبوبِ حقیقی کو اپنی آغوش میں لے رہے ہیں، اور اپنے آپ کو حاضرِ دربار پاکر لبیک وسعدیک پکارتے تھے، کبھی یہ شعر پڑھتے تھے ؎

لولاک لما قتلت واللہ

واللہ لما قتلت لولاک

ایک روز اسی مرض میں مضمونِ حدیث بیان کیا کہ "حق تعالیٰ نے قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا ـــــ (اے بندے) میں بیمار ہوا، تو نے میری عیادت نہیں کی ـــــ سامع حیران ہوکر عرض کرے گا' اے اللہ تو تو مرض سے پاک ہے ـــــ حق تعالیٰ فرمائے گا فلاں شخص بیمار تھا، اگر اس کی عیادت کرتا، مجھ کو پاتا' میں اس کے قریب تھا، یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ :- مرض بھی عجیب نعمت ہے کہ حق سبحانہ، مریض کے پاس ہوتا ہے"!

ابتدائے مرض تپ ولرزہ میں مولوی بشارت اللہ صاحب جو آپ کے اعاظم خلفاء میں سے تھے حاضرِ خدمت ہوئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُن کے آنے سے بیحد خوش ہوئے اپنی قیام گاہ سے اُٹھ کر حضرت مرزا مظہر جانِ جاں شہیدؒ کے مزارِ پُرانوار تک جا کر اُن کا استقبال کیا، اور ان کو اپنے مکان میں لے گئے، بڑی بڑی نوازشیں فرمائیں ——

اور فرمایا کہ :۔ —— الحمد للہ —— تم جو نسبت یہاں سے لے کر گئے تھے، اُس سے زیادہ لے کر آئے ہو، میں تم سے راضی ہوں، میں تم کو "کلاہِ رضا" دوں گا، اس سے پہلے آپ نے کسی کو کلاہِ رضا نہیں دی تھی۔

ایک روز درسِ بخاری دے رہے تھے، درس کے بعد فرمایا کہ :۔ "میں تسبیح و تحمید وغیرہ پڑھ کر اس کا ثواب رُوحِ سرورِ کائنات (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پہونچایا کرتا تھا، ایک روز سہواً یہ عمل ترک ہو گیا، آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کو خواب میں دیکھا کہ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ :۔ "مجھ کو ہدیہ کیوں نہیں بھیجا؟" آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کو میں نے اُسی شکل و شمائل میں دیکھا جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے"!

فرمایا —— "ایک روز میں نے آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کو

خواب میں دیکھا کہ تشریف لائے ہیں، میں نے عرض کیا کہ: حدیث من رانی فقد رای الحق (جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اُس نے مجھ ہی کو دیکھا) صحیح ہے؟ ابھی میرا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ ارشاد فرمایا:۔ "(ہاں) اسی طرح ہے"۔

مولوی بشارت اللہ بہرائچی نے آپ سے اس حدیث کی اجازت چاہی، آپ نے اُن کو اجازت مرحمت فرما دی۔

فرمایا:۔ "میں ایک روز قبل از نماز عشاء سو گیا تھا، آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور قبل عشاء سونے سے منع فرمایا، بلکہ ایسا کرنے والے پر وعید فرمائی"۔

آخر ماہ صفر ۱۲۳۲ھ کو بعد از جمعہ (مرتب ملفوظات) مولانا رؤف احمد مجددی کو بارِ دگر اجازت تعلیم ہر چہار طرق کی مرحمت فرما کر رامپور رخصت کیا۔ پھر شوال ۱۲۳۲ھ میں دہلی طلب فرمایا، یہ وہاں پہنچے تو بہت مسرور ہوئے۔ اسی عرصے میں آپنے مولوی بشارت اللہ کو بہرائچ[1] رخصت فرمایا۔ مرزا عبد الغفور صاحب رح کو خورجہ روانہ کیا۔ اور مولانا رؤف احمد رافت رامپوری کو جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ تک اپنے پاس رکھ کر ان کی تکمیل کر کے تلقین طریقہ کے لئے کوٹہ اور سرونج کی جانب بھیجا۔

---

[1] ہندوستان میں شاید ہی کوئی شہر ایسا ہو جہاں آپکا کوئی خلیفہ نہ ہو صرف ایک شہر انبالہ میں پچاس خلفا آپ کے تھے۔ ۱۲
(الخطیئۃ الشوقیہ از حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی لکھنوی مدظلہم)
(مندرجہ الفرقان (مجدد الف ثانی نمبر)

حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ

اپنے

مکتوبات کے آئینہ میں

ان مکتوبات کے جامع

شاہ رؤف احمد رأفت مجددی رامپوری رح ہیں

دُرُّ المعارف کے مرتب و مدون بھی وہی ہیں

سب سے پہلے حضرت شاہ غلام علی رح

کے مختصر حالات و سوانح

نزہۃ الخواطر جلد ہفتم (مؤلفہ حکیم سید عبدالحئی حسنی رائے بریلوی رح)

سے اخذ کر کے پیش کیے جاتے ہیں

مختصر حالات

الشیخ الامام العالم الزاہد غلام علی بن عبد اللطیف العلوی نقشبندی البٹالوی الدہلوی۔

آپ ۱۱۵۶ھ میں بٹالہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے، اپنے علاقے میں تحصیلِ علومِ دینیہ کرنے کے بعد دہلی آئے، یہاں حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہو کر صحیح بخاری کا درس لیا اور سندِ حدیث حاصل کی۔

بائیس سال کی عمر میں شیخ کبیر حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ سے بیعت ہو کر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل کی اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے، اپنے شیخ کی خدمت میں اُن کی شہادت کے وقت تک رہے، شیخ کے بعد مسندِ ارشاد پر فائز ہو کر جانشینی کا حق ادا کر دیا ــــ منجانب اللہ آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، عرب و عجم کے علماء و مشائخ اور عوام جوق در جوق آپ کی مجلسِ ارشاد میں حاضر ہو کر "یقینِ محکم" کی دولت حاصل کرتے تھے، ــــ خود قرآن مجید کے

دس پاروں کی روزانہ تلاوت، ذکر "نفی واثبات" و "اسم ذات" اور استغفار و درود کی کثرت نیز پوری طرح پابندیٔ اوقات اور اعمال واخلاق میں اتباع شریعت مطہرہ کا اہتمام کرتے ہوئے اپنے مریدین ومسترشدین کے اعمال واخلاق اور اوراد واذکار کی بھی کڑی نگرانی فرماتے تھے۔

سر سید احمد خاں مرحوم "آثار الصنادید" میں آپ کی خصوصیات ومعمولات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ زہد وقناعت، تسلیم ورضا توکل وایثار اور ترک وتجرید میں یگانہ دہر تھے، آپ نے سادہ زندگی بسر کی، قیمتی لباس اور لذیذ کھانوں سے پرہیز کیا جو کچھ فتوحات ہوتی تھیں، وہ درویشوں اور مستحقین کے صرف میں آتی تھیں، اوّل وقت، نمازِ فجر پڑھ کر اور تلاوتِ قرآن مجید کر کے اپنے اصحاب کو توجہ دیتے تھے، یہ سلسلہ اشراق تک رہتا تھا، نمازِ اشراق پڑھ کر حدیث وتفسیر کا درس دیتے تھے، دوپہر کو تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر قیلولہ فرماتے، اول وقت نمازِ ظہر پڑھ کر فقہ، حدیث اور تصوف کا درس دیتے، عصر تک یہ سلسلہ جاری رہتا، پھر بعد نمازِ عصر اپنے اصحاب کو توجہ دیتے، رات کا اکثر حصہ عبادت میں صرف فرماتے، بہت کم سوتے تھے، آپ کا سونا مصلّے پر ہی ہوتا تھا، آپ کی خانقاہ میں سیکڑوں طالبین اور درویش رہتے تھے،

جن کو آپ کے مطبخ سے کھانا ملتا تھا۔

شیخ مراد ابن عبداللہ نے "ذیل الرشحات" میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ آپ قلیل المنام اور قلیل الطعام تھے، جب کسی مرید کو تہجد کے وقت غفلت کی نیند سوتا دیکھتے خود اس کو جگاتے تھے، اغنیاء آپ کی خدمت میں پر تکلف کھانے پکوا کر بھیجتے، آپ نہ خود ان کھانوں کو کھاتے نہ طالبین کو کھلاتے، بلکہ پڑوس کے مستحقین کو تقسیم فرما دیتے تھے، رات کا اکثر حصہ ذکر و مراقبہ میں گزرتا تھا، رات کو آپ کا سونا زیادہ تر بیٹھے بیٹھے ہوتا، آپ کی وفات بھی بحالتِ احتباء بیٹھے بیٹھے ہوئی، کوئی حاجت مند آپ کی کوئی چیز بغیر اجازت لیتا تو آپ چشم پوشی فرماتے تھے، ایسا بھی اتفاق ہوا کہ کوئی شخص آپ سے ایک کتاب لے گیا اور کچھ عرصے کے بعد اس کو فروخت کرنے کے لئے آپ ہی کے پاس خانقاہ میں لایا، آپ نے خرید لی، کسی خادم نے کہا بھی کہ حضرت یہ کتاب آپ ہی کی تھی، اس پر علامت موجود ہے تو اس کو دخل دینے سے سختی سے منع فرماتے اور یوں فرماتے کہ ایک کاتب متعدد کتابیں لکھتا ہے ہو سکتا ہے کہ اس جیسی کتاب ہو بعینہٖ وہ نہ ہو۔

آپ موٹا لباس پہنتے تھے، اگر کوئی شخص آپ کو نفیس کپڑا یا کوئی قیمتی چیز ہدیے میں بھیجتا تو اس کو فروخت کر دیتے تھے، اور اس کی قیمت سے اسی جنس کی سستی قسم کی بہت سی ضروری اشیاء خرید لیتے تھے اور

اُن کو صدقہ کر دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ کئی آدمیوں کا نفع اٹھانا ایک آدمی کے نفع اٹھانے سے بہتر ہے۔

دنیا کے ذکر کی آپ کی مجلس میں کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ آپ کی مجلس حضرت سفیان ثوریؒ کی مجلس کی مانند ہوتی تھی، اگر کوئی کسی کی غیبت کرتا تھا تو یوں فرمایا کرتے اگر کسی کو برائی سے یاد کرنا ہی ہے تو میں اس کا سب سے زیادہ مستحق ہوں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کی عادتِ ثانیہ تھی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت آپ کو حق بات سے نہیں روکتی تھی۔

سید اسمٰعیل مدنی، شیخ احمد، شیخ خالد کردی، شیخ جان محمد باجوری شیخ ابوسعید مجددی دہلوی، شیخ احمد سعید، شیخ رؤف احمد رامپوری، شیخ بشارت اللہ بہرائچی، سید ابوالقاسم ابن مہدی حسینی الواسطی (شیخ عبدالغفور خورجوی، قاری امام الدین فخشی امروہی، حافظ عبدالحی امروہی) اور بہت سے علماء و مشائخ نے آپ سے طریقۂ مجددیہ نقشبندیہ کو اخذ کیا اور خلافت حاصل کی۔

آپ کی تصنیفات میں بہت سے رسائل ہیں، جن میں مقاماتِ مظہریہ اور ایضاح الطریقہ کو اہمیت حاصل ہے، ۲۲ صفر المظفر ۱۲۴۰ھ کو آپ نے دہلی میں وصال فرمایا۔۔۔ خانقاہ میں آپ کا مزار ہے۔

انتخاب مکتوبات

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"منعمِ حقیقی جلّ شانہٗ کی نعمتہائے کثیرہ کا شکر ادا کرنا طاقتِ بیان سے باہر ہے کہ اس نے ہم کو اُمّتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں پیدا کر کے عقائد اہلِ سنت وجماعت سے سرفراز فرمایا، اور تمام اُمت پر شیخین (حضرت ابوبکر صدیق رض و حضرت عمر فاروق رض) کی تفضیل کے عقیدے اور ہر دو دامادِ رسول ص (یعنی حضرت عثمان غنی رض اور حضرت علی مرتضیٰ رض) کی محبت نیز تعظیم اہلِ بیتِ عظام اور احترامِ اصحابِ کرام رض کی دولت سے ممتاز کیا، یہ محبت و تعظیم ایمان و نجات کے دو رکن ہیں۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی[1] فاروقی رح کو ارقام فرماتے ہیں،

"مقبولِ بارگاہِ الٰہی حافظ احمد سعید سلمہ اللہ تعالےٰ از جانبِ فقیر غلام علی عفی عنہ، بعد سلام و دُعا مطالعہ کریں، تمہارا خط پہونچا مسرور کیا، خط کے اندر القاب و آداب میں تکلف نہ کیا کرو (سیدھے سادے طریقے پر بغیر لمبے چوڑے القاب کے خط لکھا کرو) وظائفِ اعمالِ حسنہ

---

[1] آپ حضرت شاہ ابوسعید مجددی رح کے صاحبزادے ہیں، حضرت شاہ غلام علی رح سے فیوض حاصل کر کے اپنے والد ماجد کے خلیفہ مجاز ہوئے، ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں ہجرت کر گئے، ۱۲۷۷ھ میں انتقال ہوا، جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہوئے۔

میں اوقات لگانے، نیز نگہداشت نسبت باطن، تحصیل علم، اپنے بزرگوں کے مکتوباتِ شریفہ اور کتب قدمائے صوفیہ مثلاً عوارف، تعرف، آداب المریدین کے مطالعے، رضائے الٰہی کی طلب اور شوقِ لقائے الٰہی میں اپنے اوقات صرف کرو، مجھے بھی دعائے خیر میں یاد رکھنا، اللہ تعالےٰ تم کو تمہارے آبائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے کمالات سے بہرۂ وافر عطا فرمائے اپنے والد ماجد (شاہ ابو سعید مجددی) کی صحبت کو لازم سمجھو......"

جامع مکاتیب شاہ رؤف[1] احمد رافت مجددی فاروقی رامپوری کو تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] شاہ رؤف احمد ابن شاہ شعور احمد مجددیؒ آپ کی ولادت رامپور میں ۱۲۰۱ھ میں ہوئی، تعلیم مفتی شرف الدین اور دیگر اساتذہ رامپور سے پائی، حدیث حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور اپنے ماموں حضرت شاہ سراج احمدؒ سے پڑھی، آپ حضرت شاہ غلام علیؒ کے اُن مایۂ ناز خلفاء میں سے ہیں، جن پر پیر و مرشد کو بڑا اعتماد اور محبت آمیز فخر تھا۔ ۱۲۳۱ھ میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے ۱۲۵۲ھ کے آغاز میں آپ کو سفر حرمین شریفین کا شوق دامنگیر ہوا، بھوپال سے احرام باندھا ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۵۲ھ کو آپ کا بادبانی جہاز بندر لیث پہونچا وہیں بحالت احرام آپ کا انتقال ہوا وہیں مدفون ہوئے، آپ ریختہ کے ایک زبردست ادیب و شاعر اور کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف تھے، جن میں

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔۔۔ ایک مدت ہوگئی کہ تم نے ارسال خط سے مسرور نہیں کیا، اس کی وجہ معلوم نہیں کیا ہے؟ جو طریقہ تم کو تلقین کیا گیا ہے اُس پر قائم رہو اور اپنے نیز اپنے متوسلین کے احوالِ باطن لکھو، ترک آرزو اور ترکِ ماسوا کے ساتھ ساتھ یکسو ہو کر اپنے آبائے کرام کے طریقے کی مشق کرو، کچھ عرصے کے لئے دہلی کا قصد کر لو، ورنہ اسی قدر کافی ہے جو تم کو پہونچ گیا ہے، بس اسی پر ثابت قدم رہو، اور یہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے میرے مزخرفات (یعنی ملفوظات) کو جمع کیا ہے، یہ بہت بیجا کیا اور اس سے زیادہ بیجا بات یہ ہے کہ اُن کا ذکر کرتے رہتے ہو، اُن کو دھو ڈالو اور پارہ پارہ کر دو، نفحات، رشحات مکتوبات حضرت مجددؒ اور کلام قدمائے صوفیہ مثلاً عوارف، تعرف، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، تہذیب و عبرت اور عمل کے لئے کافی ہیں، مذاکرہ کرو تو حدیث و تفسیر کا کرو، یہ بہت ضروری عمل ہے

(گزشتہ سے پیوستہ) تفسیر ردنی، جواہر علویہ، مراتب الوصول اور درّ المعارف مشہور و معروف ہیں، مکتوبات کے بھی آپ ہی جامع ہیں، اپنے ملفوظات کے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحریر فرمایا وہ ازراہِ انکسار ہے ۔۔۔ ان ملفوظات کا شائع ہونا بہتر ہوا، ان ملفوظات نے صالح لٹریچر میں بہترین اضافہ کیا ہے۔

اگر بالفرض تم یہاں آؤ تو پیرزادگی کو چھوڑ کر اور خاکساری و فروتنی کو اختیار کر کے آنا اور میری تیری (باتوں) کو نیز فعلتُ کذا (میں نے ایسا کیا) اور اَفعلُ کذا (میں ایسا کروں گا) اِن سب باتوں کو ترک کر کے آنا۔ والسلام

مکتوب بنام شیخ قمرالدین پشاوری میں یوں رقم طراز ہیں۔

میاں قمرالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مدّت ہو گئی کہ تم نے اپنے وطن پہونچ کر وہاں کے حالات سے مسرور نہیں کیا، دل نگراں ہے اُمید کہ اپنی صحت و سلامتی کے متعلق اور کیفیاتِ ذکر و مراقبات کو (حسب تعلیم و تلقین ذکر و مراقبات کر کے) اور ہر مراقبے کے حالات اور اُن لوگوں کے حالات جو تمہارے پاس برائے طلب توجہ آتے ہیں، تحریر کرو گے، فقیر کو بہت انتظار ہے، اپنے اوقات اس طرح گزارو کہ کبھی اسم ذات کا ذکر کبھی ذکر تہلیل معنی کا دھیان رکھتے ہوئے کبھی تلاوتِ قرآن بکمالِ توجہ اِلی المقصود، کبھی درود شریف اور کبھی کلماتِ طیبات کا وِرد، یہ اشغال، اسباب قربِ الٰہی ہیں، بندے کو دعائے خیر میں یاد رکھنا، میرا حال یہ ہے کہ میں دو ڈھائی ماہ سے ایسا سخت بیمار تھا کہ لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے تھے، اب دو دن سے کچھ تخفیف ہے، مرض بواسیر نے بھی شدت

اختیار کرلی تھی، اب بحمد اللہ افاقہ ہے، البتہ ضعف بہت زیادہ ہے
میں نے لکھنؤ سے حافظ ابوسعید کو (جانشینی کے لئے) بلایا ہے، راہِ
سلوک میں جو کچھ چاہیئے وہ سب اللہ تعالےٰ نے اُن کو مرحمت فرمایا ہے۔
میاں مولوی بشارت اللہ، میاں رؤف احمد، مولوی محمد عظیم،
مولوی محمد جان، مولوی بشیر محمد ان سے بھی لوگوں کو فائدہ پہونچ رہا
ہے مگر حافظ ابوسعید کو ان سب میں شاید امتیاز حاصل ہو، والعلم
عند اللہ سبحانہ،۔

صحبت ابوسعید و مولوی بشارت اللہ انشاء اللہ تعالےٰ
لوگوں کے لئے نافع ہوگی، جو مجھ کو چاہتا ہے وہ ان دونوں کی طرف
نگاہ کرے، پیر محمد اور گل محمد کی صحبت بھی مفید ہے۔

شاہ گل محمد غزنوی کو مخاطب کرکے یوں گوہر فشانی فرماتے ہیں:۔

فروغِ دیدۂ آگاہی، ملّا گل محمد ـــــ السلام علیکم و رحمۃ اللہ
و برکاتہ،۔ الحمد للہ کہ یہاں خیریت ہے، اور تمہاری خیر و عافیت
درکار ہے، میں تین ماہ سے بیمار تھا، الحمد للہ اب صحت حاصل ہے
اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے جو عمر باقی رہ گئی ہے اُس کو اپنی یاد میں
اور اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اتّباع میں استعمال کرادے، تمہارے
خطوط برابر پہونچتے رہتے ہیں، اور تمہارے حالات معلوم کرکے دل

بہت خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کے اندر محبت و معرفت اور اتباعِ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں ترقیات کثیرہ، نصیب فرمائے اور انجام بخیر کرے جس کام کے لیے تم سے کہا گیا ہے اُس میں سرگرم رہو، بخارا شریف سے وہاں کے لوگوں کی طرف سے تم کو بلایا جائے تو وہاں ضرور جانا، اور یہ بھی اختیار ہے کہ جب دل گواہی دے اور استخارہ کر لو اور وہاں کے لوگوں کا اشتیاق اور اُن کی طلب صادق معلوم و محسوس ہو جائے تب جاؤ، وہاں پہونچ کر وہاں کے لوگوں کو میرا سلام پہونچانا ـــ مجھے جن لوگوں نے (تمہاری معرفت) خطوط بھیجے ہیں اُن کا جواب یہ ہے کہ با خدا رہیں اور ذکر و مراقبہ میں مداومت کریں تاکہ دل میں ملکۂ حضوری پیدا ہو ـــ کام یہی ہے اور بس یہ بات بھی قابلِ تحریر ہے کہ حضرت سید احمد جو کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں، اور حضرت سید اسمٰعیل مدنی جو کہ ساداتِ مدینہ منورہ سے ہیں، اور جن کے اوصاف بیان نہیں کیے جا سکتے، یہ دونوں بزرگوار مولانا خالد کردی سے کچھ استفادہ کر کے محض کسبِ نسبت مجددیہ کے لئے (ہماری) خانقاہ میں آئے ہیں، خاص طور پر سید مدنی کے اندر میری دانست میں زیادہ اوصاف موجود ہیں، واللّٰہ اعلم عند اللہ۔ اس وقت پیرزادوں میں سے میاں رؤف احمد صاحب، میاں عبد الرحمٰن

صاحب اور میاں احمد سعید صاحب نے نسبت عالیہ حاصل کر لی ہے، تم بھی اپنے احباب کے حالات لکھو کہ وہ کہاں تک پہونچ گئے ہیں۔

حضرت شاہ[1] ابو سعید مجددی فاروقی رح کو اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں ارشاد فرماتے ہیں :۔

حضرت سلامت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج بارہویں رات مرض میں تخفیف حاصل ہوئی ہے، لیکن ابھی نشست و برخاست دشوار ہے، اللہ تعالےٰ انجام بخیر فرمائے، میرے لئے جنابِ کبریا میں بواسطۂ پیرانِ عظام، حسنِ خاتمہ کی التجا و دعا کرتے رہیں، اور ختمِ کلام اللہ نیز کلمۂ طیبہ کے ذریعے ثواب بخشیں۔ خانقاہ کے لوگ آپ کے فیوض و برکات سے استفادے کا اشتیاق رکھتے ہیں، اللہ تعالےٰ آپ کے اندر انوارِ طریقہ اور زیادہ ودیعت فرمائے۔ اور احمد سعید کو بھی ترقی نصیب فرمائے، آپ کا رہنا ہر جگہ اچھا ہے لیکن عبادت کا بہت بڑا اجر ہے (لہذا میرے پاس دہلی آنا بہتر ہے) اس وقت خانقاہ میں سَو سے زیادہ درویش مقیم ہیں، جگہ بالکل پُر ہو چکی ہے، احوالِ تقدیر کا کچھ پتہ نہیں معلوم نہیں کہ ارادۂ الٰہی کیا ہے؟

---

[1] آپ حضرت شاہ غلام علی رح کے خلیفہ و جانشین تھے، عید الفطر کے دن ۱۲۵۰ھ میں انتقال ہوا، پیر و مرشد کے قریب دہلی میں مزار ہے۔

یہاں کے لوگ ظاہر پر نظر کر کے یہ کہتے ہیں کہ آپ اس قابل ہیں کہ خانقاہ میں رہیں اور طریقۂ بزرگان کو رواج دیں، طریقۂ دوستانِ خدا حسبِ ذیل ہے
اُمورِ دین و دنیا کو اور ظاہر و باطن کو بواسطۂ پیرانِ کرام، اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنا، اور تمام احوال کو اُس کریم کارساز کی تقدیر و مشیت سے سمجھنا وقائع پر لب چوں وچرا نہ کھولنا، لوگوں سے جھگڑا نہ کرنا، دوسروں کی لغزشوں سے اعراض کرنا،... جو کچھ میسر ہو، فقراء کو پہونچانا، اپنے عیال کا حصہ فقراء کے برابر مقرر کرنا، اپنی ذات سے اور مخلوقات و ماسوئی سے نا اُمید ہو جانا اللہ تعالےٰ کے سچے وعدوں پر یقین رکھنا، وساوس کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہ جانا، صبر و قناعت، توکل و رضا، تسلیم و افتقار، انکساری و خاکساری اور تواضع اختیار کرنا۔

کتب صوفیہ اور مکتوباتِ امامِ ربانی رح کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے، اس راستے میں خود کو اور آپ کو اور سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ اس ناچیز اور تمام احباب کے ساتھ فضل و کرم کا مُعاملہ فرمائیے۔
حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔

مغل شاہزادہ مرزا جہانگیر کو تحریر فرماتے ہیں:۔
فقیرِ غلام علی عفی عنہ، بعد سلام مسنون و دعائے کامیابی لکھتا ہے کہ آپ کا ایک رقعۂ خاص جس میں ایک خواب کی تعبیر دریافت کی گئی ہے،

صادر ہوا، خدا کرے آپ اُن مکارمِ اخلاق کے ساتھ جو اپنے اندر رکھتے ہیں،
سلامت رہیں، عالمِ خواب ایک عجیب عالم ہے، اس میں وہم و خیال کو
بہت دخل ہے، اِس عالم خواب میں احوال گزشتہ و آئندہ بھی دکھائی
دیتے ہیں، کبھی اپنے غیر کے حالات دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ میرے
حالات ہیں، یہ سب وہم کی کرشمہ سازیاں ہیں، خواب میں کبھی محض اِلقاء
و تصرّفِ شیطان ہوتا ہے، چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں ایک شخص آیا اور اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم،
میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا، ــــ ارشاد فرمایا کہ
شیطان نے تیرے ساتھ کھیل کھیلا ہے ــــ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز و ذکر
کے لئے بیدار کرنے کی غرض سے کوئی وحشتناک خواب دکھائی دیتا ہے (اس میں
شیطانی دخل کچھ نہیں ہوتا) چنانچہ براء بن عازب صحابی رضی اللہ تعالےٰ
عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک گائے اُن پر اپنے سینگوں سے حملہ کر رہی
ہے، بات یہ تھی کہ انھوں نے اُس رات تہجد میں سورۂ بقرہ پڑھنے میں
(جس کی تلاوت کا معمول تھا) تاخیر کر دی تھی، اُس خواب کی وجہ سے
فوراً بیدار ہو کر تہجد میں سورۂ بقرہ پڑھنی شروع کر دی ــــ کبھی ایسا
ہوتا ہے کہ اخلاطِ اربعہ (یعنی سودا، صفرا، بلغم، خون) میں سے جس
خلط کا غلبہ ہوتا ہے، اُس کے موافق خوابیں نظر آتی ہیں، چنانچہ غلبۂ صفرا

میں تردی اور غلبۂ خون میں خون اور سُرخ رنگ کی چیزیں نظر آتی ہیں، اسی طرح غذائے گرم و سرد بھی اپنی تاثیر دکھاتی ہے۔

خوابہائے پریشاں اضغاثِ احلام کہلاتے ہیں، اُن کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اپنے آپ کو موتی محل میں دیکھا ہے، بہت مبارک بات ہے اللہ تعالےٰ قادرِ مطلق اور مجیب الدعوات ہے وہی کامیابی کے ساتھ شاہجہاں آباد پہونچا کر موتی محل میں داخل فرمائے گا (اُس کے اختیار میں سب کچھ ہے) (مجموعی حیثیت سے) بظاہر کوئی تشویش کی بات نہیں ہے البتہ خواب کا مقدمۂ دیگر (دوسرا جزء جو ظاہری طور پہ باعث وحشت ہے) غذاہائے گرم اور غلبۂ بعض اخلاط کے اثرات سے ہے، حق یہ ہے کہ یہ خواب جس کے بعض اجزاء وحشت ناک ہیں ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز کے لئے بیدار کرنے والا خواب، عنایت الٰہی سے اس خواب میں نیک اعمال کرنے کی تنبیہہ و آگاہی ہے، خاطر جمع رکھیں کوئی اندیشہ نہ کریں، دفع بلا کی نیت سے صدقہ و خیرات کریں اور اللہ تعالےٰ سے یوں التجا کریں، الٰہی حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ بلا کو روک دیتا ہے تو پیغمبر صادق و مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیث کے طفیل میں میرا یہ صدقہ قبول فرما اور ہر بلا کو دفع کر ـــــ یہ سردی کا زمانہ ہے اس موسم میں چادریں اور کمبل جو بھی میسر ہوں فقراء کو تقسیم کریں اس نیت سے کہ بلائیں دور ہوں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں ترقی دے اور سلامت رکھے، صبح کو اور بوقت خواب ایک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور (آخری) تینوں قل تین تین مرتبہ پڑھ لیا کریں محفوظ رہیں گے، والسلام ـــ

ایک طویل مکتوب میں ایک مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں :۔

باخدا ہونا، ایک طرف دیکھنا، یکساں زندگی بسر کرنا، نعمتہائے الٰہی کو پیش نظر رکھ کر زبان سے شکر ادا کرنا اور حاجات میں رجوع بجناب الٰہی، بواسطۂ پیران کبار کرنا راہِ محبت میں ضروری امور ہیں ـــ غیبت، سخن چینی، عیب بینی، دروغ گوئی اور تحقیر مردم، حرام ہے ـــ سب سے اکرام کے ساتھ پیش آنا، خود کو خاک و ناچیز دیکھنا، حضرتِ حق سبحانہ' کو حاضر و ناظر تصور کرنا، عذابِ خدا سے ڈرنا، اپنے گناہوں کو اپنے سر پر پہاڑ کی مانند سمجھنا، ترساں و لرزاں رہنا کہ نہ معلوم کل کو کیا پیش آئے، خلقِ خدا کے ساتھ تواضع کا معاملہ کرنا، اپنے حقوق معاف کر دینا اور دوسروں کے حقوق ادا کر دینا ـــ یہ ہے طریق دوستانِ خدا، ایک دم غافل نہ ہونا، انکسار و خاکساری، محبت کے درد و غم کے ساتھ جینا اور توکل و رضاء و تسلیم کا شیوہ اختیار کرنا بھی لازم ہے ؎

دلِ مردانِ دیں پُر درد باید
ز حسرت رنگِ شاں پُر زرد باید

(دین سے تعلق رکھنے والوں کا دل پُر درد اور غمِ آخرت سے
چہرہ زرد ہونا چاہیئے)

اللہ تعالیٰ اس پیرِ ضعیف کو اور تمام عزیزوں کو اس نوشتے پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

حضرت شاہ سیف الرحمٰن[۱] مجددی اور حضرت شاہ عبدالرحمٰن (جالندھری[۲]) مجددی کو تحریر فرماتے ہیں:۔

صاحبزادگانِ والانسب، ولایت حسب، حضرت سیف الرحمٰن وحضرت عبدالرحمٰن ــــ یادِ خدا میں مشغول اور ماسویٰ سے اعراض

---

[۱] آپ کا نسب بواسطۂ شیخ سیف الدین حضرت مجدد الف ثانی سے ملحق ہوتا ہے، آپ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید کے مُرید تھے (ماخوذ از ضمیمہ مقامات مظہری مؤلفہ مولانا شاہ عبدالغنی مجددی فاروقی محدث مہاجر مدنی مطبوعہ مجتبائی دہلی)۔ [۲] شاہ عبدالرحمٰن مجددی جالندھری حضرت شاہ سیف الرحمٰن مجددی کے صاحبزادے اور حضرت شاہ غلام علی مجددی کے خلیفہ مجاز تھے، تہذیب اخلاق میں بے نظیر تھے، مردمانِ پنجاب آپ کے اخلاق پر شیفتہ تھے، آپ کے مریدین بڑی تعداد میں تھے، ایک مرتبہ حج کر کے اپنے وطن جالندھر واپس آگئے تھے، بعد ازاں پھر حرمین شریفین کا اشتیاق غالب آیا دوسرا حج کیا واپسی میں ۱۲۵۶ھ میں ملک سندھ کے کسی مقام پر انتقال ہوا۔ (ضمیمہ)

کرنے والے رہیں، بعد از سلام تحریر ہے کہ مدت سے آپ کے احوال کی اطلاع نہیں ہوئی، بغیر تاخیر اپنے حالات لکھ کر انتظار کو رفع کریں، میاں عبدالرحمٰن یہاں آجائیں ۔۔ جس کسی کو دوامِ حضور اور آگاہی حاصل نہیں ہوتی وہ طریقے سے باہر ہو جاتا ہے، پس ترساں رہنا چاہیئے کہ طریقہ ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ والسلام

خواجہ حسن[1] مودودی لکھنوی کو ارقام فرماتے ہیں :۔

بعد سلام نیاز، گزارش ہے کہ الحمدللہ مجھے صحت و شفا حاصل ہے، آنجناب کی سلامتی کا طالب ہوں۔

آدابُ المریدین کے مصنف نے وہ تمام باتیں اس کتاب میں بوجہ احسن بیان فرما دی ہیں جو صوفیہ کے لئے ضروری ہیں، اللہ تعالےٰ

---

[1] خواجہ حسن بن ابراہیم لکھنوی حضرت شیخ مودود چشتیؒ کی اولاد میں چشتی سلسلے کے ایک بڑے شیخ تھے، فیض آباد میں پیدا ہوئے، وہیں نشو و نما پائی بعدہ لکھنؤ میں اقامت اختیار کی، اپنے چچا شیخ علی اکبرؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، فلسفۂ توحید وجودی کے بہت بڑے ماہر تھے، فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا درس دیتے تھے، آپ کی بہت سی تصانیف ہیں اُن میں ایک لطائف اکبری بھی ہے، جس میں اپنے شیخ کے ملفوظات قلمبند کئے ہیں، بلدۂ لکھنؤ میں ۱۲۴۱ھ میں انتقال فرمایا۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۷)

اس ضعیف کو (بھی) توفیقِ عمل عطا فرمائے ـــــ اس وقت جبکہ ہمتوں میں کوتاہی داخل ہو گئی ہے اور بدعت و خلافِ شرع امور رواج پذیر ہیں، ایسے مرشد سے وابستہ ہونا ضروری ہے جس میں حسب ذیل باتیں موجود ہوں۔

بقدرِ ضرورت عقائد کا علم رکھتا ہو، علم فقہ اور علمِ اخلاقِ صوفیہ سے واقف ہو، اُس کے (نیک) اعمال تعمیر اوقات کرتے ہوں، ترک و عزلت نشینی اُس کی عادت ہو، اُس کی صحبت میں خاص تاثیر ہو، اگر چشتی ہے تو ذوق و شوق اور گرمی و حرارت سے دلوں کو گرمائے قادری ہے تو نسبت محبوبیت کا پرتو دلوں پر ڈالے، نقشبندی ہے تو حضور و جمعیت اور جذبات و واردات سے جانوں کو منور کرے، اگر مجددی ہے تو بعد القائے نسبتِ قلبی، عالمِ امر اور عالمِ خلق کی نسبتوں کا راستہ طے کرا سکے، مُرید کو توفیقات درکار ہیں، اور ترکِ چوں و چرا مطلوب ہے ـــــ مُرید کو ایمانیات و عملیات کے ضروری علم کے بعد اپنے شیخ کی متابعت بھی ضروری ہے بشرطیکہ شیخ، ضروری علم و عمل اور صحیح احوال اور ترکِ دنیا کا جذبہ رکھتا ہو، ورنہ ہر بوڑھا آدمی شیخ کہلایا جا سکتا ہے، اُمور طریقت و باطن اور اعمالِ ظاہر میں جو عمل موافق شرع ہو اس کی اتباع اُس میں فرض ہے، اہلِ غفلت سے

کنارہ کشی اور اعمالِ نیک پر تقسیم اوقات نیز دوامِ توجہ و ذکر، شب خیزی سحر خیزی اور دیدۂ محبت سے اشک ریزی بھی لازم ہے، کم گفتن، کم خُفتن، کم خوردن، در خلق کم بُودن، صبر و قناعت، توکل و تسلیم اور رضا طالبانِ خدا کے لئے لازمی اُمور ہیں۔

افسوس صد افسوس اُس پر کہ جس کی عمر ختم ہو چلی اور جو کرنا چاہیے تھا وہ اُس نے نہیں کیا اور اپنی عُمر کو بطالت و بیکاری میں صرف کیا فواحسرتاہ۔ ع

وائے گر گریہ نیاید بمددگاریٔ دل

اے میرے رب میں الم رسیدہ ہوں بس تو ہی اعلیٰ درجے کا رحم و کرم کرنے والا ہے۔ ع

چہ تدبیر اے مسلماناں کہ من خود را نمی دانم

"فکرِ ایماں" "اندوہ افزا" اور "اندیشۂ گناہان"، "شکستگیٔ دل کے لئے نقدِ وقت ہے، بزرگوں سے اُمید ہے کہ میرے حق میں دُعا و استغفار کر کے میرے غم کو سرور و راحت سے بدل دیں گے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

ایک اور مکتوبِ گرامی میں خواجہ حسن مودودیؒ کو ارقام فرماتے ہیں۔

منجانب اللہ کسی کو ادراک کشف اور کسی کو ادراکِ حالات عنایت ہوتا ہے، میں بسبب تیرگیٔ استعداد، کشف نہیں رکھتا، ہاں وجدان

اور شوق و ذوق سے نوازا گیا ہوں ۔۔۔ مُنعِم حقیقی کی نعمتہائے متواترہ و متکاثرہ، شکر و حمد اور مدح و ثنا سے بالاتر ہیں۔ ع

شکرِ نعمتہائے حق چندانکہ نعمتہائے حق

اُمیدوار ہوں کہ دوامِ عافیت اور حُسنِ خاتمہ کی دعا سے نصرت فرمائیں گے۔

جناب عالی کے صاحبزادگان کو بعد سلام تحریر کرتا ہوں کہ وہ اپنے احوال کی نگہداشت رکھیں، کسب علوم میں مشغول رہیں اور اپنے آبائے کرام کے طریقے پر اذکار کا اہتمام کر کے تعمیرِ اوقات کریں، مجھے بھی "بدعائے یادِ حق" مسرور و شادکام کریں، اِن صاحبزادوں کو کسبِ علوم اور وظائفِ اعمال و اذکار کے ذریعے تعمیرِ اوقات کی تاکید بلیغ فرمائیں، اِس معاملے میں کوئی چھوٹ دینا جائز نہ سمجھیں، قطبِ الاقطاب حضرت مودود چشتی رح نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید یاد کر لیا تھا، اس کے ترجمے کی بھی استعداد پیدا کر لی تھی، اتّباعِ آبائے عظام ضروری ہے۔ والسلام۔

جامع مکتوبات حضرت شاہ رؤوف احمد مجددی رح کو تحریر فرماتے ہیں :۔

... بعد سلام مسنون تحریر ہے کہ دو عنایت نامے مع رسالۂ شریفہ

(مراتب الوصول[۱]) پہونچے، مسرّتیں بخشیں۔

جزاکم اللہ خیر الجزاء ــــ مندرجات رسالہ سے دل کو بہت سرور حاصل ہوا، حق تعالیٰ (اس کے ذریعے) زیادہ سے زیادہ برکت اور اشاعتِ طریقہ مجددیہ عنایت فرمائے۔

پوری پوری استقامت اختیار کر کے، سب سے بیگانہ اور خدا سے یگانہ اور محبتِ حق میں دیوانہ رہو ــــ میں تم سے بہت خوش ہوں، اللہ تعالیٰ تم کو دونوں جہان میں خوش رکھے، اور مشائخ کرام کی ارواح بھی تم سے خوش ہوں ــــ طالبانِ حق کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس نصیب کرے، فقیر کو دعا سے فراموش نہ کرنا "فتوحات" سے جو کچھ ملے اُس میں حصۂ فقراء بھی مقرر کر لیا جائے، فقراء جو کہ "جلساءُ اللہ" (ہمنشینانِ خدا) ہیں، تمہارے ہمراہ رہیں، تفسیر و حدیث، مکتوبات شریفہ، عوارف، تعرّف، نفحات اور فقہ کا درس تمہارے حلقۂ متبرکہ میں ضرور ہوتا ہوگا، بعض اوقات میں سجداتِ محبت و نیازمندی کی ادائیگی اور تضرعات و گریۂ و زاری بجناب حضرت باری کرتے ہوں گے،

---

[۱] مراتب الوصول، تصوف اور نقشبندی سلوک میں ایک معرکۃ الآرا رسالہ ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ پہلی مرتبہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں سرسری طور پر دیکھا تھا معلوم نہیں کہ یہ رسالہ طبع ہوا یا نہیں؟

خلوتِ خاص میں اس فقیر، حقیر، لاشئ کو بھی دعا میں یاد رکھنا (مکرر لکھتا ہوں کہ) رسالۂ شریفہ (مراتب الوصول) کے مطالعے سے بہت خوشی ہوئی، حق تعالےٰ تمہارے اندر اور تمہارے مریدوں کے اندر مضامین رسالۂ شریفہ کا ظہور کرے اور طالبین کو اس سے بہرہ یاب فرمائے' اور حق تعالےٰ تم کو بھی وہ سب کچھ عنایت فرمائے جو تمہارے آباء و اجداد کو عنایت فرمایا ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ اور حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ کو ایک مکتوب میں یوں مخاطب فرماتے ہیں:۔

صاحبزادۂ عالی نسب حضرت حافظ ابوسعید صاحب واحمد سعید صاحب سلمہما اللہ تعالےٰ ــــ بعد سلام مسنون مطالعہ کریں ــــ دو خط صادر ہو کر باعثِ مسرت ہوئے' اُن کے مضمون سے آگاہی ہوئی، اپنے اوقات (کی تعمیر) کے بارے میں لکھا تھا، اللہ تعالےٰ اور زیادہ توفیق عنایت فرمائے اور اعمال میں بزرگوں کی اتباع اور اس کے نیک نتائج عطا کرے ــــ (اپنے متوسلین کے) "ادراکِ حالات" میں خوب غور کریں اور کڑی نظر رکھیں......

انوارِ نسبت کا تحقق مدتوں میں ہوتا ہے' اس تحقق کے نتیجے میں تہذیبِ اخلاق کی صورت بنتی ہے' اللہ کے لئے جینا اور بغیر توجیہہ و تاویل

کے راضی برضا رہنا میسر آتا ہے، نیز دلِ حزیں، سینۂ بے کینہ اور نیتِ صالحہ کا حصول ہوتا ہے ــــ چاہیئے کہ گذشتہ اعمال پر حزن ہو کہ میں نے بیکار طریقہ پر بے اخلاقِ حسنہ اور بے نیتِ صالحہ، اعمال انجام دیئے ــــ اور آئندہ کے متعلق بھی فکر و غم ہو کہ معلوم نہیں تقدیر میں کیا ہے؟ ــــ سینۂ بے کینہ، تقدیر الٰہی اور فعلِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ــــ نظر اصل پر رہنی چاہیئے۔ ع

تو مباش اصلا کمال، اینست و بس

(اس کے بعد معرفت کی ایک باریک و پُر مغز بات لکھ کر تحریر فرماتے ہیں)

معاذ اللہ ــــ درویشوں والی یہ معرفت میں نے کیوں لکھدی؟ میں نادان، معارف کیا جانوں ــــ میں نے وقت ضائع کیا، معاف کرنا ــــ میرے پیر و مرشد (حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رح) نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی سیر متوسط درجے کی ہو، اُس کو مقاماتِ مجدد الف ثانی رح کا حصول دس سال میں ہوتا ہے ــــ مولوی غلام یحییٰ[1] (بہاری) نے

---

[1] علامہ غلام یحییٰ بہاری ابن نجم الدین منطق و فلسفہ کے ایک زبردست عالم تھے، بہار کی ایک بستی باڑھ میں پیدا ہوئے ہوش سنبھالا تو تعلیم کے لیۓ سندیلہ آئے اور مدرسہ منصوریہ میں مولانا باب اللہ جونپوری رح سے پڑھا۔ اور شیخ بدر عالم سادا موی سے بیعت ہوئے، پھر لکھنؤ میں تعلیم دینے کے لیۓ آئے (باقی اگلے صفحہ پر)

پانچ سال میں تصوف سلوک طے کیا تھا ۔۔ اس تحریر کی غرض و غایت یہ ہے کہ احتیاط کو ضروری و لازمی سمجھ کر اختیار کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ کسی طالب کا سلوک ناقص رہ گیا تھا اُس کی تکمیل کے بغیر اُس کو اجازت دے دی گئی پھر اس نے کجروی اختیار کی، اس کی کجروی اور غلط روی کو دیکھ کر منکرِ طریقہ کے لئے سند و دست آویز ہاتھ آجائے والسلام

ایک مکتوب میں خواجہ حسن مودودی لکھنویؒ کو حضرت شاہ ابو سعید کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

.... حضرت حافظ ابو سعید پیرزادہ مجددی سلمہم اللہ تعالےٰ لکھنؤ آئے ہوئے ہیں، میں نے اُن کو لکھ دیا ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں پہونچیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ) میر زاہد رسالہ پر حاشیہ لکھا، پھر دہلی کا سفر کیا، اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ سے بیعت ہوئے، یہاں پانچ سال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر خلافت حاصل کی، شرح سُلّمہ حمد اللہ پر بھی آپ کا حاشیہ ہے، کلمۃ الحق بھی آپ کی ایک کتاب ہے، جس کا جواب حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے دمغ الباطل کے نام سے لکھا ہے، ذی قعدہ ۱۱۸۰ھ میں علامہ غلام یحییٰؒ نے لکھنؤ میں وفات پائی، اور زاویۂ شاہ پیر محمد لکھنویؒ میں دفن ہوئے۔

(نزہۃ الخواطر جلد ۶ بحوالہ بحر ذخار)

انھوں نے پہلے حضرتِ شاہ درگاہی ؒ سے نسبتِ چشتیہ کا ایک

۱؎ حضرت شاہ درگاہی نقشبندی رامپوری ؒ ۱۱۶۲ھ میں تخت ہزارہ (پنجاب)
میں پیدا ہوئے، معدن فیض حق تاریخ ولادت ہے، ایام طفولیت ہی میں آپ
گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے، اور صحرا نوردی اختیار کر لی تھی، صحرائے بدایوں
میں سلطان التارکین کے مزار پر حافظ جمال اللہ رامپوری ؒ سے بیعت ہوئے
بالآخر اُن ہی سے خلافت حاصل کی حضرت شاہ درگاہی ؒ دو واسطوں سے
حضرت خواجہ محمد زبیر مجددی ؒ سے وابستہ ہو جاتے ہیں، آپ کے اندر استغراق
بہت زیادہ تھا، اغنیاء سے ملاقات نہیں کرتے تھے، ۱۲۲۶ھ میں انتقال
ہوا، مزار رامپور میں ہے (نزہۃ الخواطر و ضمیمۂ مقامات مظہری) ۲؎ حضرت شاہ
ابو سعید مجددی ؒ اول اپنے والد شاہ صفی القدر ؒ سے بیعت ہوئے پھر اُن کی
اجازت سے حضرت شاہ درگاہی ؒ سے بیعت ہو گئے تھے، انھوں نے مرید کے
حال پر بہت کچھ عنایات فرمائیں، اجازت و خلافت سے نوازا، اُس وقت
حضرت شاہ ابو سعید ؒ کے مزاج میں شورش بدرجۂ کمال پیدا ہو گئی تھی،
لوگ کثیر تعداد میں آپ سے بیعت ہونے لگے، حلقہ بھی کرتے تھے، جس میں بیہوشی
و وجد کی کیفیات پیدا ہوتی تھیں، خدا طلبی کے سلسلے میں آپ دہلی تشریف
لائے، دہلی اُس وقت اہلِ علم اور اہل صلاح و تقویٰ کا مرکز تھی، قاضی
ثناء اللہ صاحب پانی پتی ؒ بھی اُس وقت حیات تھے، حضرت شاہ ابو سعید

(باقی اگلے صفحہ پر)

رنگ حاصل کیا تھا، اور اس توحید کے بارے میں جو رائج ہے (یعنی توحید وجودی) تقریر و گفتگو کیا کرتے تھے، بعدہٗ کسب نسبت مجددی کی غرض سے فقیر کے پاس آئے ـــــ آہ آہ میں کہاں؟ اور اس نسبتِ عالیہ میں کمال و اکمال کہاں؟ ـــــ مجھے تو دریاؤں سے فقط نمی ملی ہے، افسوس کہ میری قسمت میں بس نمی ہی تھی، سمجھ لیجئے جس کو فقط نمی ملی ہو، وہ دوسروں کو سیراب و شاداب کس طرح کرسکتا ہے؟ بہرحال صاحبزادۂ مذکور جو مجددی نسبتوں کے انوار سے حصہ پائے ہوئے ہیں آپ کی ملاقات سے مشرف ہوں گے، صحبتِ اہلِ باطن سکوت اور انعکاس انوار باطن کے ساتھ ہوتی ہے، اور صحبت علماء میں علمی گفتگو

(گزشتہ سے پیوستہ) مجددیؒ نے قاضی صاحب کو ایک خط لکھا جس میں مرشد ثانی کے بارے میں مشورہ طلب کیا تھا، حضرت قاضی صاحبؒ نے مشورہ دیا کہ اس وقت آپ کے لئے حضرت شاہ غلام علیؒ سے بہتر کوئی نہیں ہے، پس آپ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پہونچے اور مقبول بارگاہ ہوئے حضرت شاہ رؤف احمد نے بھی دہلی آکر بیعت کی اُس وقت حضرت شاہ درگاہیؒ حیات تھے، مرشد اول کا احترام برابر کرتے رہے فرمایا کرتے تھے کہ مرشد اول کو ابتداء میں مجھ سے کچھ کدورت رہی، بالآخر وہ کدورت زائل ہوگئی تھی۔ (ضمیمہ)

ہوا کرتی ہے، صاحبزادۂ مذکور اپنے وجدان و دریافت کی بناء پر پُر از معارفِ مجدّد الف ثانیؒ ہیں، حضرت مجددؒ کی نسبت کے نور سے اِن کا باطن جگمگا رہا ہے، فقیر کے حالات ان کی زبانی معلوم ہوں گے۔ والسلام۔

میاں محمد حسن وکیل انگریز کے نام

السلام علیکم و رحمۃ اللہ ـــ چالیس سال یا اِس سے زیادہ ہو گئے کہ خلوت کے اندر دل کی آرزؤں کو شکستہ کر کے اور مخلوق سے نظر ہٹا کر صبر و قناعت میں زندگی بسر ہو رہی ہے، اور بغیر کسی کی امداد کے تقرر کے عافیت و فراغت کے ساتھ ایام عمر گزر رہے ہیں ـــ الحمد للہ علیٰ ذالک ـــ نواب امیر الدولہ (والئی ٹونک) سے امداد خانقاہ کا بالکل تذکرہ نہ کیا جائے اُن کی امداد مجھے منظور نہیں ہے، ایسا نہ ہو کہ اس اخیر عمر میں فقر و قناعت اور صبر و توکل کے طریقے میں کوئی خلل واقع ہو جائے۔

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

(ہم فقر و قناعت کی آبرو برباد کرنا نہیں چاہتے، نواب امیر خاں والئی ٹونک سے کہدو کہ روزی اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقدر و مقرر ہے)

اس عمر میں محتاجوں کے سامنے اپنی احتیاج پیش کرنا درویشوں کے استغناء کے خلاف ہے۔ والسلام

غلام محمد خاں کو حضرت شاہ رؤوف احمد مجددیؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

خاں صاحب عالی مراتب غلام محمد خاں سلمہ اللہ تعالےٰ، فقیر غلام علی کا خط بعد از سلام اشتیاق مطالعہ کریں ـــ مدت سے آپ کا کوئی عنایت نامہ وارد ہو کر مسرت رساں نہیں بنا، اُمید ہے کہ اپنے احوال لکھ کر شاد کام کریں گے ـــ جامع کمالات، حضرت رؤوف احمد صاحب نے بعنایت الٰہی، فقیر سے طریقہ اخذ کر کے اجازت حاصل کر لی ہے، مناسب یہ سمجھا گیا کہ وہ آپ کے علاقے میں ربط قائم کر کے طریقے کو رواج دیں ــ آپ کو اگر فرصت ہو تو بہتر یہ ہے کہ اُن سے توجہ حاصل کریں ـــ اللہ تعالےٰ اُن کے قدم کی برکت سے اس ضلع میں برکت و آبادی عنایت فرمائے۔ والسلام

ایک دوسرے مکتوب گرامی میں خان مذکور کو ارقام فرماتے ہیں۔

خاں صاحب عالی مراتب والا مناقب غلام محمد خاں صاحب ۔۔۔

بعد از سلام واضح ہو۔ رقیمۂ کریمہ نے وارد ہو کر مسرت پہونچائی، مندرجہ سے آگاہی ہوئی، آپنے دعا کے واسطے اور درگاہِ مجیب الدعوات میں التجا

کے لئے لکھا تھا، حسب الطلب دعا کی گئی ــــ آئندہ بھی اُس دربارِ جود وعطا میں دعا والتجا کی جائے گی، وہ وہّاب بے منّت اور بخشندۂ عطیاتِ بے نہایت ہے، دو جہاں کی کام بخشی اور مقصد بر آری اُسی کی عطاء کے سمندر کا ایک قطرہ ہے، اور مقصود رسانی دارین اُسی کے گلستانِ نعمت کی ایک خوشبو ہے ــــ اُمید ہے کہ (منجانب اللہ) آپ کو جمعیت وکامیابی حاصل ہو گی ــــ

منور خاں حاکمِ سرونج کو شاہ رؤف احمد صاحب مجددیؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :-

خاں صاحب عالی مراتب منور خاں صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ۔

بعد سلامِ سنت الاسلام واضح ہو ــــ سالہا سال ہو گئے آپ نے اپنے احوال سے مسرور نہیں کیا، دوستی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے حالات تحریر فرما کر رفعِ انتظار کرتے رہیں، صاحبزادۂ والانسب حضرت رؤف احمد صاحب نے جو آپ سے ربط دوستی رکھتے ہیں ــــ اس فقیر سے طریقہ اخذ کرکے اور راہ کے فیض حاصل کرکے اجازت پائی ہے، اب وہ آپ کے یہاں پہونچ رہے ہیں ــــ جو شخص بھی ان سے طریقہ سیکھے گا اُس کی سعادت کی بات ہو گی ــــ ان کی خدمت میں آپ حاضر رہا کریں، سب دوستوں کو سلام پہونچائیں۔ والسلام۔

شاہ عبداللطیفؒ کو شاہ رؤف احمدؒ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں :-

شاہ صاحب والامناقب حضرت شاہ عبداللطیف صاحب معروف بہ میاں ننھے صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ ــــ بعد سلام مسنون گزارش ہے کہ عنایت نامہ وارد ہو کر مسرت کا باعث ہوا، اللہ تعالےٰ آپ کو ان الطاف کے ساتھ سلامت رکھے، بزرگوں کی یادآوری چھوٹوں کے لئے باعث سعادت ہے، اُمید کہ آپ میرے حق میں حسنِ خاتمہ، دوام عافیت، سلامتِ ایمان اور مغفرت کی دعا فرما کر نصرت فرمائیں گے ــــــ

حضرت میاں رؤف احمد پیرزادہ سلمہم اللہ تعالےٰ نے فقیر سے طریقہ سیکھا ہے اور شغل و مراقبہ کی تعلیم سے فیض حاصل کر کے اجازت پائی ہے، اللہ تعالےٰ نے اُن کی صحبت اور توجہ میں تاثیر عنایت فرمائی ہے ــــ الحمد للہ علیٰ ذالک ــــ اُن کو آپ کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو طالب ہو اُن سے استفادہ کر سکے، اللہ تعالےٰ احقر کے گمان کو جو اُن کے متعلق ہے، سچا فرمادے (آمین) والسلام۔

حضرت شاہ ابوسعید مجددی کو ایک مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت حافظ ابوسعید صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ ــــ بعد سلام مسنون واضح ہو کل عنایت نامہ آیا جس نے انتظار کو رفع کیا، قبل ازیں ایک

لفافہ آپ کو بھیج چکا ہوں جس میں تین[۳] خط ملفوف تھے، ایک تعزیت حضرت سراج احمد صاحب[۱] میں، اُن کے صاحبزادوں کے نام، دوسرا شیخ فضل[۲] امام (خیر آبادی) کے نام، تیسرا حضرت مولوی بشارت اللہ[۳]

---

[۱] الشیخ العالم المحدث (مولانا) سراج احمد بن مرشد بن ارشد العمری السرہندی الرامپوری۔ حضرت مجدد الف ثانی رح کی اولاد میں تھے، سرہند میں پیدا ہوئے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اپنے والد کے ہمراہ رامپور آگئے تھے، پھر لکھنؤ چلے گئے تھے وہیں ۱۲۳۰ھ میں انتقال ہوا، رامپور میں اپنے والد کے پاس دفن ہوئے، آپ کی بہت سی تالیفات ہیں، اُن میں سے صحیح مسلم، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی شروح بھی ہیں، جو فارسی زبان میں ہیں۔ (نزہۃ الخواطر جلد ہفتم)۔ آپ شاہ ابوسعید رح کے ماموں تھے، (ضمیمہ مقامات مظہری) [۲] علامہ فضلِ امام بن محمد ارشد عمری حنفی ہرگامی ثم خیرآبادی۔ مشہور و معروف معقولی ہیں، کئی رسالے آپ کی تالیفات میں ہیں اپنے جن میں مرقات (منطق) مشہور رسالہ ہے جو مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے، دہلی میں درس دیتے تھے، علامہ فضل حق خیرآبادی آپکے باکمال صاحبزادے تھے، اس مکتوب سے معلوم ہوا کہ آپ کا قیام لکھنؤ میں بھی رہا ہے ۱۲۴۳ھ میں خیرآباد میں وفات ہوئی۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۷) [۳] مولانا بشارت اللہ بہرائچی ابن امانت اللہ رح بہرائچ میں پیدا ہوئے، شیخ بڈھن بہرائچی رح کی اولاد میں تھے، شیخ نعیم اللہ بہرائچی رح سے جو کہ آپکے چچا اور پیر اول تھے تعلیم حاصل کی (باقی اگلے صفحہ پر)

(بہرائچی) کے نام — امید کہ وہ لفافہ ملا ہوگا، آپ کو کسی نے یہ بیجا بات لکھدی کہ میں آپ سے ناخوش ہوں، بندہ آپ سے ناراض نہیں ہے۔

معاذ اللہ — ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ (کچھ بھی نہیں) — آنے نہ آنے اور رامپور یا دہلی یا لکھنؤ قیام کرنے کے بارے میں دل جس بات کی شہادت و گواہی دے اُس پر عمل کریں — مقصود یاد الٰہی ہے

والسلام

حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ کو ایک اور مکتوب گرامی میں یوں رقم طراز ہیں:۔

حضرت سلامت — بعد سلام واضح ہو کہ عنایت نامے نے اپنے ورودِ مسعود سے مسرتیں پہنچائیں، اس مکتوب میں اپنے احوال باطن اور "تاثرات قلوب طالبان" کو لکھا تھا — الحمد للہ علیٰ ذالک — اللہ تعالیٰ آپ کو کمالِ استقامت کے ساتھ اِس طریقے کے

(باقی گزشتہ سے پیوستہ) پھر دہلی جا کر شیخ فضل امام خیر آبادیؒ سے علوم عقلیہ کی تکمیل کی اور حدیث حضرت شاہ عبد القادرؒ سے پڑھی، حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے درس میں بھی شرکت کرتے تھے، حضرت شاہ غلام علیؒ سے بیعت ہو کر طریقۂ نقشبندیہ کا سلوک طے کیا اور اُن کے مایۂ ناز خلفاء میں شمار ہوئے ۱۲۵۴ھ میں بہرائچ میں وفات ہوئی۔ (ضمیمہ نزہۃ الخواطر ج ۷)

انتہائی کمالات تک پہونچائے اور اشاعت انوارِ نسبت شریفہ کے مقام پر فائز فرمائے ــــــ نیز آپ کی ذات کو آپ کے آباء و اجدادِ کرام کی مانند اُمتِ مرحومہ کی ہدایت کا واسطہ و ذریعہ بنائے ــــــ جب آپ کا خط آتا ہے بغیر توقف اُس کا جواب تحریر کر دیا جاتا ہے، معلوم نہیں کہ میرا خط وہاں (لکھنؤ) کیوں نہیں پہونچتا ــــــ کچھ دن ہوئے ایک خط مولانا خالد سلمہٗ اللہ تعالےٰ کا آیا ہے جو اُن کی ترقیاتِ نسبت باطن کی بشارت دینے والا ہے، ان کی توجہات سے اشاعتِ طریقہ اور ملک روم و بغداد میں ان کی نسبت شریفہ کی تاثیراتِ قویّہ، پانچسو متبحّر علماء کا اُن سے طریقہ حاصل کرنا، ان کے خلفاء کی کثرت، اُن کا ورع و تقویٰ اور اخلاص اُس خط سے اور حاجی حسن کی زبانی معلوم ہوا جو مولانا خالد کے علاقے سے آئے ہیں، ان سب باتوں سے دل بہت خوش ہوا، سبحان اللہ والحمد للہ آپ بھی اللہ تعالےٰ کی ان عنایاتِ بے غایات سے خوش ہوں ــــ بیضاوی، مدارک، خیر جاری ــــــ اور کسی قدر نہایہ لکھوا کر اور جو کتابیں موجود ہوں اور میسر آئیں اُن کو بھیج دیا جائے ــــ اس فقیر کو بدعائے سلامتِ ایمان و عافیت دارین ضرور یاد رکھتے ہوں گے۔

رمضان المبارک، دل و دماغ کے انتہائی ضعف کے ساتھ (کچھ)

گزر گیا اور باقی گزر رہا ہے، اللہ تعالٰے عاقبت بخیر کرے .... بخدمتِ بزرگان سلام مسنون (اُمید کہ) احمد سعید اسعدہ اللہ سبحانہ کمالاتِ ظاہر و باطن پر فائز ہوں گے۔ والسلام

ایک مکتوب گرامی میں جو حضرت شاہ ابو سعید مجددی ؒ کے نام ہے یوں گوہر فشاں ہیں :-

حضرت سلامت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

۱۹ر محرم الحرام کا (لکھنؤ سے) لکھا ہوا عنایت نامہ ۱۹ر صفر کو ملا، اس کے مندرجات واضح ہوئے، آپنے وبا کے اثرات کا ذکر کیا ہے اللہ تعالٰے (تمام انسانوں اور) تمام مسلمانوں کو اس بلا سے محفوظ رکھے دنیا کی زندگی برائے کسب حسنات بہت غنیمت ہے، حفاظت کے لئے دعا کی جاتی ہے، اللہ تعالٰے قبول فرمائے، آیۃ الکرسی اور ہر سہ قل صبح و شام اور سوتے وقت تین تین بار۔ اس کا لوگ وِرد رکھیں، انشاءاللہ تعالٰے محفوظ رہیں گے۔

۲۳ دن ہوئے ہیں کہ مولوی بشارت اللہ صاحب اُس طرف کو (لکھنؤ کو) روانہ ہو گئے ہیں، اللہ تعالٰے بخیریت پہونچائے، وہ ایک سال سے یہاں تھے، ایک بار ایک ماہ تک اور دوسری بار دو ماہ بیمار رہے، ضعف و نقاہت کے عالم میں اقرباء کی تاکید طلب کے باعث

یہاں سے تشریف لے گئے، اللہ تعالےٰ اُن کو جمیع آفات سے بچائے،
تمام احباب کو یعنی حضرت احمد سعید صاحب، امین احمد اور مولوی
مراد اللہ[1] کو سلام مسنون۔

ایک ماہ تین روز ہوئے، میاں قمر الدین[2] بہرۂ وافر حاصل کر کے
اور نسبتِ مجددیہ سے مناسبت پیدا کر کے اجازت و خرقۂ خلافت سے

---

[1] شیخ مراد اللہ عمری تھانیسریؒ — اپنے والد کے ساتھ دہلی آگئے تھے، اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی صحبت اقدس حاصل کی تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور سکھ گردی میں قصبہ تھانیسر کی بربادی کے بعد آپ جوانی کے عالم میں لکھنؤ آئے اور حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی سے بیعت ہو کر نقشبندی سلوک طے کیا بالآخر اپنے پیر و مرشد کے خلیفہ و جانشین ہوئے، لکھنؤ اور اس کے اطراف کو آپ سے بہت کچھ دینی نفع ہوا، مولانا ابو الحسن نصیر آبادیؒ اور غلام رسول کانپوریؒ وغیرہما نے آپ سے باطنی فیوض حاصل کئے تھے، ۱۲۴۸ھ میں انتقال ہوا، مزار لکھنؤ میں ہے (نزہۃ الخواطر جلد ۷ و دیباچہ ترجمۂ معمولات مظہریہ از رحیم الدین احمد طرب دہلویؒ) [2] میاں قمر الدین پشاوریؒ بزرگانِ طریقۂ قادریہ میں سے تھے، اور طریقہ مجددیہ کے منکر تھے، بالآخر حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں دہلی آکر بیعت ہوئے اور سلوک نقشبندیہ کو طے کر کے اجازت حاصل کی۔ (ضمیمہ مقامات مظہری)

سرفراز ہو کر پشاور چلے گئے، اللہ تعالیٰ ان کو عافیت سے رکھے اور متقین کا امام بنائے ______

جامع مکاتیب شاہ رؤف احمد مجددیؒ کو ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں :-

صاحبزادۂ اعلیٰ مرتبہ میاں رؤف احمد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ
___ کو فقیر غلام علی عفی عنہٗ کی جانب سے بعد سلام مسنون واضح ہو
___ آپ کے خط کا جواب بھیج دیا گیا ہے خدا کرے کہ وہ پہونچ گیا ہو
___ (کتابوں کے بارے میں یہ لکھنا ہے کہ) ہم کو خریدِ کتب کا مقدور نہیں ہے، آپ کا اگر یہاں آنے کا ارادہ ہو تو پہلے استخارہ مسنونہ کر لیں پھر یہاں کا قصد کریں، با خدا اور ماسوا سے اعراض کرتے والے رہیں
___ اپنے باطن کے احوال اور مستفیدین کے اندر اُن احوال کی تاثیر کا ذکر خط میں ضرور کریں ۔ والسلام

حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ کو ایک مکتوب گرامی میں ارقام فرماتے ہیں:

صاحبزادۂ والا نسب حضرت حافظ ابو سعید صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ
کو فقیر غلام علی عفی عنہٗ کی طرف سے بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آپ کے تین عنایت نامے آئے اُن کے مندرجات سے مطلع ہوا، ان میں سے ایک کا جواب بدستِ سید عمر جو شاہجہانپور میں رہتے ہیں، ارسال کیا گیا ہے،

وہ جواب بفضل الٰہی پہونچا ہوگا ــــ آپ کی اقامت کچھ عرصے اور یہاں رہنی چاہیئے، معلوم نہیں کہ حضرت حق سبحانہ، کو کیا منظور ہے ــــ حضرت شیخ سیف الرحمٰن احمد جالندھر سے اس ضعیفی اور پیرانہ سالی میں یہاں تشریف لائے ہیں محض برائے طریقہ آئے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کو بہت جلد فیضِ باطن سے کامیاب فرمائے ــــ مولوی بشارت اللہ جو یہاں سے رخصت ہوگئے، میاں جلیل[۱] الرحمٰن بھی سرہند شریف چلے گئے، بارہ اشخاص دو[۲] دن میں (اپنے اپنے علاقوں کو) چلے گئے ــــ اللہ تعالےٰ سب کا حافظ و نگہبان رہے ــــ اپنے صاحبزادوں کو اور والد ماجد کو سلام پہونچائیں۔

۱؎ میاں جلیل الرحمٰن ــ حضرت شاہ غلام علی رح کے خلیفہ اور خادم خاص تھے، شاید یہ وہی ہوں، یہ اپنے مرشد کی عنایات سے بہرہ ور تھے، پیر و مرشد کے مرض وفات میں حلقۂ ذکر میں روبروئے مرشد بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک بدبخت نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا اور یہ پائے حضرت ایشاں پر گر کر شربت شہادت سے لذت یاب ہوئے، حضرت مرزا صاحب شہید کے پائینِ مزار ان کا مزار ہے۔ (ضمیمہ مقامات مظہری)

۲؎ حضرت شاہ صفی القدر ابن شاہ عزیز القدر، حضرت مجدد الف ثانی رح کی اولاد میں تھے، محدث اور فاضل متبحر تھے، باطنی حیثیت سے بھی باکمال تھے، مطالعۂ حدیث و تفسیر اور اوراد و اشغال سے کام تھا، نواب نصر اللہ خاں رامپوری نے بخشی گری کا عہدہ آپ کو دینا چاہا، قبول نہیں فرمایا، رامپور سے لکھنؤ چلے گئے تھے

(باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ کو صحبت اغنیاء سے منع کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت سلامت - فقیر غلام علی عفی عنہ، بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب نے خبر خیریت دے کر بندے کو مسرت بخشی - یہ عجیب بات ہے کہ آپ نے اپنے وطن رامپور کو چھوڑ کر نواب نصر اللہ خاں کے متوسلین کی ملازمت اختیار کر لی ہے، یہ بات آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے، اس میں مفت کی بدنامی بھی ہے، والدہ ماجدہ کا پاسِ خاطر ایک روز ہو دو روز ہو نہ کہ مدتوں (ان کے کہنے پر یہ سلسلۂ ملازمت جاری رکھا جائے) رامپور میں آپ کے مستفیدین بہت تھے (وہاں رہیں) ورنہ دہلی جائے پیرانِ کرام ہے، اگر اپنے باطن کے تنور اور دوسرے لوگوں کے دلوں کے تنور کو گرم رکھنا منظور ہے تو دہلی سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ رزّاق ہے، یہ بندۂ لاشئ اس جگہ منکرین بسیار کے باوجود بھوک اور فاقے سے مرا نہیں ہے (آرام سے زندگی بسر کر رہا ہے) یہ وعدۂ الٰہی کے

(باقی گزشتہ سے پیوستہ) وہیں ۱۲۳۶ھ میں وفات پائی، حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید ان کے اعزہ کے ساتھ تجہیز و تکفین میں شریک تھے، (ضمیمہ مقامات مظہری)

• تذکرۃ العلماء للناروی میں اور اس کے حوالے سے نزہۃ الخواطر میں تاریخ وفات ۱۲۲۶ھ درج ہے جو غلط ہے۔

صدق کی بات ہے۔ والسّلام

مولانا خالد رومیؒ کو ایک مکتوب گرامی میں بطور نصیحت تحریر فرماتے ہیں:

کسی سے انتقام لینا ہمارے اور آپ کے لئے مناسب نہیں ہے صبر و عفو صوفیہ کی ایک ادنیٰ عادت و خصلت ہے، اللہ تعالیٰ اِس آیت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ (برائی کی مدافعت عمدہ خصلت اور اچھائی کے ذریعے کر) ــــ ہر بات کا انجام خوب سوچ لیا کریں تاکہ طائفۂ درویشاں، بدنام نہ ہو، اپنی نظر، ارادۂ الٰہی پر یا تقدیرِ الٰہی پر یا فعلِ حق تعالیٰ پر رکھنا، بلکہ راسخہ بن جانا چاہیئے ــــ (یعنی یہ بات دل میں بیٹھ جانی چاہیئے کہ جو کچھ پیش آتا ہے وہ مشیتِ الٰہی کے تحت ہے) والسلام۔

ایک مکتوب گرامی میں جامعِ مکتوبات شاہ رؤف احمد صاحب مجددیؒ کو ارقام فرماتے ہیں:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ــــ عنایت نامہ پہونچا مضمون سے آگاہی ہوئی ــــ تحریر مطالب میں نکتہ گری اور شاعری کرنا چھوڑ دیں، صاف صاف عبارت میں اپنے اور اپنے مستفیدین کے احوال و واردات لکھا کریں، جو کوئی بیعت ہونا چاہے اُس کو بیعت کرنے میں توقف نہ کریں (ایسے موقع پر) استخارہ بھی معمول ہے اور فقط شہادت قلبی بھی کافی ہے۔

مجھے بھی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ والسلام۔

اپنے ملفوظات کے سلسلے میں شاہ ابو سعید مجددی رح کو ازراہِ انکساری یوں تحریر فرماتے ہیں :۔

.... فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام مسنون واضح ہو کہ ___ خط ملا ___ مضمون سے واقفیت ہوئی، اللہ تعالےٰ زیادہ سے زیادہ توفیقِ نیک عنایت فرمائے ___ (میرے) خرافات و مزخرفات جو حضرت رؤف احمد نے جمع کئے ہیں، اُن کا ذکر کرنا مناسب و درست نہیں ہے، اُن کو پانی سے دھو کر پارہ پارہ کر دیں، نفحات، رشحات، عوارف اور کلامِ حضرت امام غزالی رح کا مذاکرہ بہت مناسب ہے، اِن کتابوں سے اتنا ہو گا کہ غیرت و عبرت میسّر آئے گی اور (اعمال میں) سُستی و کاہلی رخصت ہو گی نیز درویشی و مسکینی اور اندوہگینی و حضوری لازمِ حال ہو جائے گی، صاحبزادوں کی خدمت میں سلام، رؤف احمد کہاں چلے گئے، اب تو وہ سلام سے بھی یاد نہیں کرتے ___ (آخر میں یہ نصیحت ہے کہ) تحریر میں مبالغہ (و تکلف) نہیں ہونا چاہیئے (سیدھی سادی، بے تکلف عبارت ہونا چاہیئے) والسلام۔

مولانا بشارت اللہ بہرائچی کی خوشدامن کے نام ___

مشفقۂ مہربان کی خدمت میں ___ فقیر غلام علی عفی عنہ بعد سلام

والتماسِ دعا، تحریر کرتا ہے ــــ دو عنایت نامے ملے، ان خطوط کے آنے سے مسرت ہوئی ــــ اِن میں مولوی بشارت اللہ صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ کی طلبی مرقوم تھی، اِن شاء اللہ تعالےٰ وہ عنقریب آپ کی خدمت میں پہونچیں گے، اگرچہ میں (اُن کے یہاں پر نہ ہونے کی وجہ سے ظاہری اعتبار سے) بے کار اور بے مددگار ہو گیا ہوں اور مولوی حسن علی[۱] جیسو نے بھی اُن کے چلے جانے کے بعد مجھے بہت کچھ ملامت کی کہ آپ نے ان کو کیوں جدا کر دیا؟ لیکن آپ کی خاطر داری مقدم تھی، اللہ تعالےٰ ان کو ہر جگہ خوش و خرم رکھے اور مُروّج طریقۂ بزرگان نیز مروّج علوم وغیرہ بنائے (آمین) اُن کے اور مجھ عمر ضائع کردہ بوڑھے کے حق میں دعائے خیر فرماتی رہیں۔

مولوی ہادی[۲] احمد کے نام ــــ

---

[۱] مرزا حسن علی شافعی رح ــــ لکھنؤ کے مشہور محدث ہیں، حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رح کے شاگرد تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح سے بھی اجازت حاصل کی تھی، کئی کتابوں کے مصنف تھے، ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر جلد ہفتم) [۲] یہ غالباً ہادی علی لکھنوی ہیں، تذکرۃ العلماء مولفہ رحمٰن علی میں بھی اُن کا نام ہادی علی لکھا ہے، شیخ فخر الدین شہید رح کی نسل سے تھے، بجنور علاقہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے، مفتی سعد اللہ مرادآبادی رح اور دیگر علماء سے تعلیم حاصل کی، صاحبِ تصنیف تھے، ۱۲۸۱ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر جلد ہفتم)

.... فقیر غلام علی بعد سلام مسنون عرض کرتا ہے کہ نامۂ سامی نے مسرت بخشی، بندے سے ملاقات کا شوق اس میں مرقوم تھا (اس کے جواب میں لکھتا ہوں) کہ مولوی بشارت اللہ صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ کا دیکھنا (اور اُن سے ملاقات کرنا) بندے کے دیکھنے (اور ملاقات کرنے) سے بہتر ہے، ان کی صحبت کے التزام سے اور ان کے بتائے ہوئے اذکار و اشغال سے مرتبۂ احسان حاصل کریں، ایسی صورت بن جائے کہ دل میں سوائے محبتِ الٰہی کچھ باقی نہ رہے .... اور واقعات کو تقدیرِ الٰہی یا فعلِ الٰہی سے جان کر راضی بقضا ہو جائیں۔ والسلام

قاضی شمشیر خاں کے نام۔

.... بعد سلام واضح ہو کہ آپ کا خط ملا مسرت ہوئی۔ حضرت حق سبحانہ کی یاد میں اپنی عمر اور اپنے انفاسِ متبرکہ کو صرف کریں، ذکر دوامِ توجہ اور نیازمندی و انکسار کو لازم سمجھیں، مراقبہ اور تلاوت سے اپنے اوقات معمور رکھیں .... دوستوں کو سلام پہونچائیں اور تاکید کریں کہ نماز و ذکر، استغفار و درود اور تلاتِ قرآن کی پابندی کریں۔

شاہ احمد سعید مجددی کے نام (تعمیرِ اوقات کی تاکید)

برخوردار احمد سعید ــــ اللہ تعالےٰ ان کی عمر دراز کرے اور

ان کو کمالِ آباء واجداد نصیب فرمائے اور عافیت کے ساتھ سلامت رکھے ـــ بعد دُعا معلوم کریں، تمہارا خط پہونچا، مسرور کیا (مجھے خط لکھا کرو تو) خطاب اور القاب میں تکلف نہ کیا کرو ـــ اپنے اوقات کو اعمالِ حسنہ، دوامِ نگہداشتِ نسبتِ باطن، تحصیلِ علم ـــ اپنے بزرگوں کے مکتوبات کے مطالعے میں اور قدمائے صوفیہ کی کتابوں کے مطالعے نیز عوارف المعارف اور آداب المریدین کے مطالعے سے معمور رکھ کر رضائے الٰہی اور اشتیاقِ لقا کو حاصل کرو مجھ کو بھی دُعائے خیر میں یاد رکھنا۔

مکتوب چہل و ہفتم میں ایک صاحب کو تعمیرِ اوقات کا پورا انظام لکھنے کے بعد آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

... ان باتوں پر حتی الامکان عملدرآمد ہونا چاہیئے، ہر لحظہ توجہ بدل و بحضرت حق اور انتظارِ فیض "صحبت فسّاق و غافلان" سے پرہیز گفتگو میں نرمی، مناظرے اور مباحثے سے اجتناب سینے میں عداوت و کینہ کو جگہ نہ دینا، واقعات کو تقدیرِ الٰہی سے جان کر (کسی سے) پرخاش نہ رکھنا، اخلاقِ حسنہ کو کسب کرنا۔

حضرت شاہ ابوسعید مجددی رح کو ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہوئے آخر میں شاہ احمد سعید کے لئے ارقام فرماتے ہیں۔

میاں احمد سعید صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ کو بعد سلام واضح ہو کہ تمہارا خط پہونچا مضمون سے آگاہی ہوئی ..... تم کو لازم ہے کہ شغلِ باطن اور شغل حدیث میں اپنے اوقات مصروف رکھو۔

حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ وغیرہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

..... فقیر غلام علی عفی عنہٗ بعد سلام لکھتا ہے کہ رقیمۂ کریمہ رامپور بخیریت پہونچنے کے بارے میں آیا جس سے انتظار رفع ہوا، طریقہ آبائے کرام رحمۃ اللہ علیہم پر مستقیم اور یادِ حق مشغول رہیں، حضرت رؤف احمد کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ ارادۂ دہلی کر رہے ہیں استخارہ کر کے آئیں ورنہ وہیں پر داختِ باطن کرتے رہیں اور لوگوں کو طریقہ سکھائیں۔

شاہ رؤف احمد مجددیؒ کو تحریر فرماتے ہیں :۔

حضرت سلامت ..... فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہٗ، بعد سلام لکھتا ہے کہ عنایت نامہ پہونچا جس کی عبارت رنگین اور اشارات دقیق تھی اُس کے مضمون پر آگاہی ہوئی، شاعری اور منشی گری کو چھوڑ کر صاف اور عام فہم عبارت لکھنی چاہئے، اپنے احوالِ باطن اور جو توجہ حاصل کرنے کے لئے آتا ہے، اس کے حالاتِ باطن بھی لکھنے چاہئیں، اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں والسلام

شاہ ابو سعید مجددی ؒ کو ایک مکتوب میں یوں ارقام فرماتے ہیں:
حضرت سلامت۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔
زکام اور کھانسی کی شکایت ڈیڑھ ماہ تک رہی جس سے بہت ضعف ہو گیا تھا، دس بارہ دن سے ایک دوسری بیماری لاحق ہو گئی ہے، جاں فرسا درد، ہر گھڑی ذبح کئے دیتا ہے، اُٹھنا، بیٹھنا اور کھانا پینا حتیٰ کہ تلاوت قرآن بھی موقوف ہے (اس وقت) ایک وظیفے کے علاوہ، کہ وہ زمانۂ گزشتہ پر تاسف و انفعال (افسوس و شرمندگی) ہے، اور کوئی وظیفہ نامۂ اعمال میں نہیں ہے ــــ اللہ تعالےٰ بواسطہ پیرانِ کبار ــــ کہ اُن کے آستانے پر برائے حصولِ سلامتی ایمان و دوامِ عافیت و مغفرت پچاس سال سے بیٹھا ہوا ہوں ــــ میرے گناہوں کو معاف فرمائے اور ہر مشکل کو آسان کرے۔
جامع مکتوبات حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ کو مخاطب کر کے یوں رقم طراز ہیں:۔
حضرت سلامت ــــ (سلام مسنون) یہ فقیر ناچیز غلام علی عفی عنہ، اس کی لیاقت نہیں رکھتا کہ کوئی اُس کے پاس برائے طلب طریقہ آئے، حضرت شاہ سبحانہ، کی محض ستاری ہے اور درویشوں کی عیب پوشی کی بات ہے کہ اِس ناشائستہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں،

اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے، یہ کمترین سگانِ کوئے مجددیہ چاہتا ہے کہ صاحبزادگان (از اولادِ حضرت مجددؒ) برائے طلب نسبتِ مجددیہ ۔۔۔ جو بیرنگ و بے کیف نسبت ہے ۔۔۔ یہاں آئیں میں ان حضرات کا آنا غنیمت سمجھتا ہوں، لیکن یہ (باطن کی درستی کا کام آہستہ آہستہ ہوا کرتا ہے' اس میں مجھے معذور سمجھیں، خود ہی کام میں (اچھی طرح) مشغول رہیں اور نسبتِ تمام طریقہ کو واہب العطیات سبحانہ، سے طلب فرمائیں۔

ایک مکتوب گرامی میں جامع مکتوبات کو تحریر فرماتے ہیں:۔

.... بعد سلام تحریر کرتا ہوں، الحمدللہ تا دمِ تحریر خیریت حاصل ہے اور یہ انتہائی ضعف جو ہے وہ لازمِ کبرسنی و پیری ہے ۔۔۔ اے اللہ میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ ارذل و ناقص عمر کی طرف لوٹایا جاؤں ۔۔۔ میرے لئے حسنِ خاتمہ اور مغفرت گناہانِ گزشتہ و آئندہ کی دُعا اور باری تعالیٰ سے بواسطۂ مشائخ کرام۔ رحمت کی التجا کرتے رہیں، میں اللہ تعالیٰ سے تمام درویشوں کے لئے عموماً اور آپ صاحبزادگان کے لئے خصوصاً صحت و سلامت، عافیت و استقامت اور توفیقات نیک کی دُعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔۔۔ آپ نے رامپور سے جو خط بھیجا ہے وہ بھی مل گیا... کارِ ما مو

میں مشغول رہ کر مخلوق سے ناامیدی اور حق تعالیٰ سے امید کے ساتھ عمر گزاریں۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے)۔ دوستوں کو دعا کی درخواست اور سلام پہونچے۔

شاہ ابوسعید مجددی کے نام۔

فقیر غلام علی عفی عنہٗ بعد سلام لکھتا ہے کہ رقیمۂ کریمہ نے اپنے ورودِ مسعود سے فرحت فراواں پہونچائی ــــ مجھے کثرت کے ساتھ الفاظِ اشتیاق تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ــــ بس یہ عبارت کافی ہے کہ یہاں خیریت ہے ــــ اللہ تعالیٰ ملاقات میسر کرے جب سے آپ لکھنؤ گئے ہیں ایک ہی خط لکھ کر بھیجا ہے چاہیئے کہ ہر ماہ خیریت نامہ لکھتے رہیں تین دن ہوئے کہ یہاں سے ایک خط بدستِ برادرم اُمید علی بھیجا گیا ہے، خدا کرے کہ پہونچ جائے ــــ طریقۂ شریفہ پر ظاہراً و باطناً کوشش سے قائم رہیں ــــ ماہ ذی الحجہ میں دو خط مولوی بشارت اللہ صاحب کے پہونچے، اُن سے وہاں ملاقات ہو تو بعد سلام کے (میری طرف سے) کہدیں کہ میاں نقش علی کا مکان مولوی نعیم اللہ صاحب کے اصحاب سے معلوم ہو جائے گا، ان کا کوئی خط سالہا سال سے نہیں آیا، اس کی وجہ کیا ہے؟ خود نقش علی صاحب

کو وجہ معلوم ہو گی، مولوی مرزا حسن علی صاحب (محدّث) مولوی بشارت اللہ کے یہاں سے چلے جانے کی وجہ سے بہت ناخوش ہوئے مجھ کو ملامت کی کہ تم نے اُن کو کیوں رخصت کر دیا؟ — جلدی ان کو بلانا چاہیئے، حضرت مولوی رفیع الدین صاحب (ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) نے فرمایا کہ تم دونوں (یعنی شاہ ابوسعید اور مولانا بشارت اللہ) میں سے ایک کا یہاں (خانقاہ دہلی میں) رہنا ضروری ہے۔

شیخ فضل امام جیو (خیر آبادی) سے سلام کہیں ....

شاہ پیر محمد کے نام۔

والامناقب، مقبول بارگاہِ الٰہ سلمۂ اللہ تعالیٰ وَجَعَلَہٗ للمتقین اماماً۔

فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام واضح ہو کہ الحمد للہ یہاں خیریت ہے، اور وہاں کی خیر و عافیت مطلوب ہے، خداوندِ کریم نے محض اپنے فضل عمیم سے جس (مبارک) کام سے سرفراز و ممتاز فرمایا ہے، اُس کا شکر ادا کرنا اِس خاکسار و ناچیز کی طاقت سے باہر ہے — اللہ تعالےٰ اِس کام پر استدامت و استقامت، نصیب فرمائے — آپ کا صحیفۂ شریفہ پہونچا،

مسرتیں پہونچائیں مضمون سے آگاہی ہوئی، راہِ خدا میں کمر ہمت خوب اچھی طرح باندھ کر اپنے اوقات کو یادِ حق اور اتباع حبیب خدا میں بسر کریں۔
مستفیدین و مریدین کی جانب توجہات بلیغہ مبذول رکھیں صبر و توکل، قناعت و رضا، تسلیم و دوامِ التجاء بجناب کبریا اور خود اپنے سے اور ما سوئی سے مایوس ہو جانا۔ طریقۂ درویشانِ خدا ہے۔
احقر کو دعا میں یاد رکھیں ۔ والسلام۔

شاہ ابوسعید مجددی کے نام۔

حضرت سلامت ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔
صحیفۂ شریفہ پہونچا، مضمون واضح ہوا ۔ اگرچہ صحاح ستہ اور مؤطا نیز ایک کتاب لغت کی مجھے ضرورت ہے لیکن اللہ تعالےٰ جب ان کتابوں کی قیمت بھیجے گا اس وقت یہ کتابیں نیز دیگر کتب خریدی جائیں گی۔
احمد سعید سلمہ اللہ تعالےٰ اور دیگر احباب کو سلام اور ان سے طلب دعا۔ تمام احباب فکرِ آخرت، پرداخت نسبتِ باطن، دوامِ ذکر اور ترکِ لایعنی پر مواظبت کریں تاکہ (کوتاہی کے باعث) کل کو (بروز قیامت) حسرت و ندامت نہ ہو، بخدمت شیخ فضلِ امام جیو (خیرآبادی)[1]

[1] ان الفاظ سے صاحب مرقاۃ منطق مولانا فضل امام خیرآبادی مرحوم کے حضرت شاہ سلام علی سے روحانی تعلق کا پتہ چلتا ہے، نیز ان کے قیام لکھنؤ کا بھی علم ہوتا ہے

سلام پہونچے، وہ برابر یادِ حق میں مشغول رہیں، اور لغو و لایعنی اُمور میں اپنی عمر ضائع نہ کریں — روزِ حساب درپیش ہے — وہ بے ضرورت، حضرتِ دہلی کا قصد نہ کریں۔

مغل[1] بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے نام۔ (تنبیہہ و نصیحت)

حضرت سلامت، السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

سبحان اللہ — عجائب حضرت حق سبحانہ کو کیا تحریر کیا جائے — سید محمد اسمٰعیل مدنی جو مدینہ منورہ سے محض نسبت مجددیہ کو حاصل کرنے کے لئے اس حقیر کے پاس تشریف لائے ہیں، وہ آجکل رات جو جمعہ کی رات ہے جامع مسجد دہلی میں اس جگہ تشریف لے گئے جہاں "آثار شریف" رکھے تھے، انھوں نے وہاں پہونچ کر یوں کہا کہ یہاں ظلمتِ "اصنام" محسوس ہو رہی ہے، اُن کا یہ کہنا محض نورِ ایمانی کی بنا پر تھا ورنہ اُن کو کیا معلوم تھا کہ اِن آثار و تبرکات میں کیا کیا چیزیں رکھی ہوئی ہیں، بعد کو معلوم ہوا کہ یہاں بزرگوں کی تصویریں بلکہ نعوذ باللہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] اس مکتوب گرامی سے اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز میں دہلی کے مسلم باشندوں اور خود بادشاہ کی ذہنی کیفیات کا اندازہ ہوتا ہے تقویۃ الایمان میں اس ذہنیت کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ایک مردِ مجاہد کے ایمان کا ایک بروقت تقاضہ تھا۔

تصویر بھی رکھی ہوئی ہے، نیز ائمہ اہلِ بیت اور اولیاءِ کرام کی تصاویر
رکھی ہوئی ہیں۔

ان تصویروں کا بنانا اور اپنے پاس رکھنا شرعِ محمدی میں
جائز نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کو خود آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے موقع پر) اپنے دستِ مبارک سے توڑا ہے
اپنے پیر کی تصویر ہو یا پیغمبر کی یا امیر المومنین حضرت علی رضؓ کی
تصویر ہو، دراصل اصنام ہیں، اُن کی تعظیم نہ کریں کیونکہ ان کی
تعظیم صنم پرستی کے مرادف ہے۔

ایک پتھر پر مصنوعی نقشِ قدم بنا کر کہتے ہیں، کہ یہ پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم کا نقشِ قدم ہے، یہ بھی (ایک قسم کی) باطل پرستی ہے، ہائے
مسلمانی اور توحید کہاں گئی؟ اور بادشاہت کے ساتھ ساتھ
پیروی اسلام کدھر رخصت ہو گئی؟ کوئی تدبیر کریں اور یہ بُت
پرستی موقوف کرائیں ۔ مسلمانوں کی تباہی اور مسلمانوں کی
مداہنت اور سستی پر کیا نالہ و گریہ کروں ۔ غلبۂ کفر اسی سستی
اور غفلت کی بنا پر ہے (بتوں سے مسلمانوں کو کیا واسطہ) بتوں کے
تو کافر محتاج ہیں، مسجد جامع اور قلعۂ معلّیٰ دونوں "جائے مسلمانان"
ہیں، ان میں بُت رکھنے کے کیا معنی؟ خدا کی قسم اگر میرے اندر

قوت لوٹ آئی تو میں اِس "شہرِ بیت پرستان" سے ہجرت کر جاؤں گا۔

خواجہ حسن مودودی لکھنویؒ کو ایک طویل مکتوب تحریر فرماتے ہوئے ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں..... انا احمد بلا میم و عرب بلا عین (یعنی میں بے میم کا احمد اور بغیر عین کا عرب ہوں) ۔
یہ حدیث نہیں ہے ۔ بلکہ اہلِ توحید وجودی کے تابعین نے اپنے مقصود کے مطابق یہ حدیث گھڑلی ہے، اللہ تعالےٰ اُن کو معاف فرمائے کتاب نہج البلاغہ کے خطبات، درجۂ صحت و اعتبار سے ساقط ہیں۔

خواجہ حسن مودودی لکھنویؒ کے نام ۔ (آخری حصہ)
..... ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اپنے طریقے سے بہرہ مند ہو ورنہ محض انتساب سے کیا فائدہ؟ بس اقرارِ توحید اور تصدیقِ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کافی ہے ۔ اللہ تعالےٰ عاقبت بخیر فرمائے ؎

منگر کہ دلِ ابن یمین پرخوں شد[1]
بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد

---

[1] یعنی یہ مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پرخوں اور زخمی ہوگیا، یہ دیکھ کہ وہ اس سرائے فانی سے کس حالت میں رخصت ہوا، وہ اس طرح رخصت ہوا کہ اُس کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

مُصحف بکف و پا بره و دیدہ بدوست
باپیک اجل خندہ زناں بیروں شد

اللہ تعالیٰ یہ حالت، آپ کی دُعا سے مجھے نصیب فرمائے۔ والسلام

شاہ ابو سعید مجددیؒ کے نام (آخری حصہ)

.... ضعفِ قلب اور ضعفِ پیری، اس فقیر پر غالب و مستولی ہو گیا ہے ــــ خارش کی بھی بہت شدّت ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ مرض، مرضِ موت ہو ــــ دعاء و ہمّت اور ثواب ختمہائے قرآن سے نصرت و مدد فرمائیں، اللہ تعالیٰ سلامتی ایمان، حُسنِ خاتمہ، دوامِ عفو و عافیت اور اشتیاق لِقائے جانفزا اس فقیر کو اور سب کو نصیب فرمائے، آمین آمین۔

اپنے باطن اور اپنے مستفیدین کے باطن کے جو کچھ احوال لکھے ہیں، ان احوال نے بہت بہت مسرور و شاد کیا ــــ اللہ تعالیٰ اِس سے زیادہ طریقے کو رائج فرمائے اور آپ کی جانب سے طریقے کو باقی رکھے۔ آمین۔ احمد سعید کو دعا و سلام۔

(باقی گزشتہ سے پیوستہ) ہاتھ میں قرآن مجید تھا، راہ حق پر اس کے قدم تھے اور محبوب حقیقی کی طرف اُس کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں، اسی حالت میں وہ قاصدِ اجل کے ساتھ ہنستا ہوا دنیا سے باہر چلا گیا۔

شاہ پیر محمد کشمیریؒ[۱] کے نام (نصائح)

.... دو تین خطوط ایک ہی مضمون کے پہونچے، بعنایت الٰہی آپ کی توجہ میں تاثیر قوی پیدا ہو گئی ہے، اور طالبین جمع ہو گئے ہیں، کچھ کو اجازت و خلافت بھی دے چکے ہیں۔

الحمدللہ ــــ اللہ تعالےٰ اس سے زیادہ ترقیات نصیب فرمائے یہ تاثیر کسی اور جانب سے ہے (اس سلسلے میں) پیرانِ کبار رحمہم اللہ کا شکریہ لازم سمجھیں، اور اس اجتماعِ مریدین سے مغرور نہ ہوں، ایسا نہ ہو کہ استدراج اور ڈھیل ہو، معاذ اللہ ــــ ہمیشہ خائف و ترساں رہیں ــــ ذِکر و مراقبہ اور پرداخت نسبت باطن میں وظائف اعمالِ حسنہ کے ذریعہ اپنے اوقات کو معمور رکھیں، ماسویٰ سے ناامیدی اور فضلِ خدا سے توقع رکھیں نیز خلوت کو اپنا شعار اور سرمایۂ عزت و آبرو سمجھیں، لوگوں کے انکار و اقرار کی (کچھ زیادہ) پرواہ نہ کریں، اقرار نعمتہائے الٰہی میں سے ہے اور انکار ہمارے اعمال کی شامت ہے، استغفار کرتے رہیں اور ندامت و شرمندگی بھی ہو،

---

[۱] آپ نے حضرت شاہ غلام علی صاحب سے سلوک طے کیا، بالآخر خلیفہ و مُجاز ہوئے آپ کو استغراق بہت زیادہ تھا ــــ کشمیر کے علاقے میں انتہائی شہرت پائی، ماخوذ از ضمیمہ مقامات و معمولات مظہری مولفہ شاہ عبدالغنی مجددی مہاجرؒ

دل شکستہ سے اس کام کی دُرستی ہے۔ ع

این فتح جز شکست میسر نمی شود

(یعنی یہ فتحمندی، شکستگی کے بغیر میسر نہیں ہوتی)

اجازت دینے میں بہت غور و تامل کرنا چاہیئے، دوامِ حضور، جمعیت ترک، احوال، کثرتِ اعمال اور تاثیر، ضروری اُمور ہیں، جو کچھ غیب سے پہونچے حصۂ فقراء اس میں مقرر کریں، مساکین آپ کی صحبت میں جمع رہیں، خوش خوارگی (اچھا کھانے) کی عادت نہ ڈالیں جو میسر ہو اس سے زندگی گزاریں، تفسیر و حدیث، علوم صوفیہ کی کتابیں اور مکتوبات مجدد الف ثانی آپ کی مجلس میں ضرور رہنا چاہئیں۔ خاتمے کی جانب سے خائف رہیں، متواضع، متذلل اور مسکین و فقیر بن کر اوہام سے اپنے کو یکسو رکھیں مجھ کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں...

اپنے کمالات کو منسوب بحق سبحانہ دیکھنا اور اپنے کو عدم محض سمجھنا، روزانہ کے واقعات کو تقدیر الٰہی سے ناشی دحارث قرار دینا بلکہ یقین رکھنا یعنی یہ سمجھنا کہ نافع و ضار بس اللہ ہی ہے اور رنجشوں کو ترک کرنا شعارِ دوستانِ خدا ہے۔ ع

تو مباش اصلا کمال اینست وبس

نسبتِ فعل و صفت کی اپنے سے نفی ہو۔ ع

رَو دردگم شو وصال اینست وبس

شروع میں انوارِ نسبت، باطن کے اندر استغراق و سکر کے ساتھ ہوں گے، آخر میں سکر باقی نہیں رہنا، حضرت حق سبحانہ کی طرف توجہ بسیط، اتباعِ حبیبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی حاصل زندگی ہے۔

ایک مکتوب گرامی میں جس کے مکتوب الیہ کا نام لکھا ہوا نہیں ہے، نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنے کی تاکید کے بعد ارقام فرماتے ہیں۔

.... واقعاتِ روزمرہ کو تقدیرِ الٰہی سے جان کر چوں وچرا نہ کرنا، اپنے کاموں کو وکیل کارساز سبحانہ، کے سپرد کر کے ادائیگی وظائف و اعمال اور دوامِ ذکر میں دل و زباں سے سعی کرنا، ہر وقت دل کی طرف متوجہ رہنا اور دل کی توجہ، حضرت حق کی طرف رکھنا دل کو گزشتہ و آئندہ سے متعلق وساوس سے محفوظ رکھنا، ذکر اسم ذات بانفی و اثبات میں کامل احتیاج و افتقار کے جذبے کے ساتھ مشغول رہنا، کوئی مقصود، دل میں نہ رکھنا، اپنے کو ذکرِ حضرتِ حق سبحانہ کے لائق نہ سمجھنا، یقین کے ساتھ اور اپنے اوپر حضرت کریم مطلق سبحانہ، کا احسان جان کر ان اعمال و اذکار

سے عوض و بدلہ نہ چاہنا (اور یہ بات ملحوظ رکھنا کہ) توفیق ذکر اور توفیق اعمالِ خیر ایک ایسی نعمت ہے کہ اُس کا شکر ادا کرنا محال ہے، گفتگو میں (بیجا طور پر) بحث و مباحثہ نہ کرنا ـــــ یہ ہے طریقۂ اہلِ معرفت۔

اللہ تعالےٰ سب مخلصوں کو اور اس فقیر و حقیر عمر ضائع کردہ کو اس سعادت سے مشرّف رکھے۔ (آمین)

میر فرخ حسین کو تحریر فرماتے ہیں۔

بعد سلام لکھتا ہوں کہ آپ کا خط آیا، مسرت پہونچائی، آپ نے اُس طرف تشریف لے جانے کے وجوہ لکھے ہیں ـــــ وہ تمام وجوہ خواہ مخواہ کے ہیں جو آپ کے دل میں آتا ہے، اس کو قابلِ توجیہہ (اور لائق ترجیح) قرار دیتے ہیں، آپ کبھی منشی بنتے ہیں کبھی محدّث کبھی خوشنویس کبھی حافظ اور کبھی طبیب ـــــ اصل میں آپ کی طبیعت کا میلان دُنیا کی طرف ہے، فنِ طبابت نافع ضرور ہے مگر بعض وجوہ کی بنا پر خود میں نے مشغلۂ طب کو اختیار نہیں کیا، اسی طرح علوم فلسفہ اگر زیادتی کے ساتھ ہوں گے تو خدا سے غافل کرنے والے بن جائیں گے اسی لئے میں نے اِن سے بھی اعراض کیا ـــــ

میں چاہتا تھا کہ وہ علم جو کہ حضرت امیر المومنین علی اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ تعالے عنہم کی وراثت سے اہل صفا کے دلوں میں پہونچا ہے اس علم کو آپ تک پہونچا دوں ۔ وہ علم، علم احوالی ہے، اس علم کو دوام ذکر، توجہ، تلاوت اور درود و استغفار وغیرہ کے ذریعہ عنایت فرماتے ہیں ــــ اسرارِ توحید و تفرید، محتاجوں یعنی مخلوق سے ناامید ہو جانا اور امید کو حضرت غنی سبحانہٗ سے وابستہ کرنا، جو رزق، مقدّر ہے اُس پر راضی رہنا اور شہودِ حضرت حق سبحانہٗ میں استغراق رکھنا، وھو معکم اینما کنتم۔ اپنا مطمح دل بنانا اور کتب صوفیہ میں جو کچھ لکھا ہے ــــ اگرچہ اس وقت جو کہ کفر و فسق اور بدعت کے غلبے کا وقت ہے ــــ کتب صوفیہ میں لکھے ہوئے اُمور بہت کم پائے جاتے ہیں پھر بھی (یہ تصوف) ایک ایسی چیز ہے جو "نقدِ دلہا" ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ اشخاص ممتاز ہو جاتے ہیں جو پرندہ آسمان کی طرف اُڑنے کا قصد کرتا ہے، اگرچہ وہ آسمان تک نہ بھی پہونچے مگر سرفراز (اونچا) اور بلّیوں کے شر سے آزاد ضرور ہو جاتا ہے ــــ یہ سب (احسان و تصوف) اہلِ بیت عظام اور اصحاب خیر الانام صلے اللہ علیہ وسلم اور صوفیاء کے سینوں سے پہونچا ہے، آپ کو اِس سے وحشت ہے۔ ع

شب سمور گزشت و شب تنور گزشت

(یعنی سمور کی کھال پہننے والے کی بھی سردی کی رات گزر گئی اور تنور کے آگے ہاتھ تاپنے والے کی بھی رات گزر گئی)

مگر نرمیٔ سمور محاسبہ سے نزدیک تر ہے اور گرمیٔ تنور مواخذہ سے دور ہے — فقراء کی آستان نشینی، اغنیاء کی صدارت سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھ کو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے — میری عمر اختتام کو پہونچ گئی، اب دوا دارو کا وقت نہیں رہا — اندیشۂ گناہاں" اور ہول قبر و قیامت لگا ہوا ہے، آخر میں یہ بات آپ سے اور کہتا ہوں، نجاران و آہنگراں نیز دیگر پیشہ ور اپنے باپ دادا کے پیشے کو چاہا کرتے ہیں اور اسی پر استقامت رکھتے ہیں مگر آج کل کے لوگ اپنے آباء کی میراث علمی سے اجتناب کرتے ہیں، اسی وجہ سے جہالت پھیل رہی ہے۔

خواجہ حسن مودودی لکھنوی کو ارقام فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت سلامت (بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہوں)۔

"یہ کمترین درویشاں" بلکہ "ننگ و عار ایشاں" سلسلۂ قادریہ کے خاندان میں پیدا ہوا ہے — میرے بزرگ قادری تھے۔

میرے والد ماجدؒ "ولایت قادریہ" سے مشرف تھے ۔ مجھ نافہم پر بھی ان مشہور اعتراضات کا اثر تھا، جو سلسلۂ مجددیہ پر کیے جاتے تھے ارادۂ الٰہی اور تقدیر الٰہی نے مجھ کو اس خاندان عالیشان یعنی سلسلۂ مجددیہ سے سعادت اندوز کر دیا لیکن دل میں (ایک قسم کی) گرفتگی اور خلش تھی پھر مطالعۂ کلام و مقالات حضرت مجددؒ سے مشرف ہوا اور آپ کے فیوض سے جو مناسبت بہم پہونچی اس سے وہ تمام اوہام و شکوک زائل ہو گئے، میں نے ایک رسالہ بھی حضرت شیخ عبدالحق (محدث دہلویؒ) کے اُن اعتراضات کے جواب میں لکھا جو انھوں نے کلام حضرت مجدد پر کیے ہیں ۔ سبحان اللہ کہاں میں جاہل اور کہاں مقابلۂ حضرت شیخ عبدالحقؒ اسی بات سے اعتراضاتِ شیخ دہلویؒ کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ جب مجھ جیسا جاہل اُن اعتراضات کو دفع کر سکتا ہے تو وہ اعتراضات کوئی وزن نہیں رکھتے ۔ حکیم ذکاء اللہ خاں نے میرے رسالے کو مطالعہ کر کے فرمایا کہ "یہ رسالہ تو ردِّ اعتراضات میں کافی ہے"۔

(خود) حضرت شیخ عبدالحق نے مرزا حسام الدین خلیفہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ کو اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ دل میں غیب سے ایک بات واقع ہوئی جس سے وہ اعتراضات ختم ہو گئے

وہ یہ تھی کہ اس قسم کے درویشوں سے بدظن نہیں ہونا چاہیئے، پھر تو وہ پردہ اُٹھ گیا جو بمقتضائے بشریت تھا!"

میں نے کہا سبحان اللہ وہ اعتراضات بشریت کی بناء پر تھے تائید حقانیت کے طور پر نہ تھے، جیسا کہ خود اقرار کیا ۔۔۔ اے اللہ اُن کو معاف فرما! ۔۔۔ مخلصوں کے ایک جم غفیر نے ان اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں ۔۔۔ حضرت مجددؒ نے تو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی الانبیاء لکھا ہے ۔۔۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمسری اور برابری کو کفر قرار دیا ہے ۔۔۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو جو قرب و کمال عطا فرمایا ہے، وہ بواسطۂ سید الانبیاء ہے ۔۔۔ صلے اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ اور کوئی ولی ادنیٰ نبی کے درجے کو بلکہ اصحابِ کرام رضؓ میں سے کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہونچ سکتا، چاہے وہ حضرت اویس قرنیؒ ہوں یا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ۔۔۔

ایک مکتوب گرامی میں خواجہ حسن مودودی لکھنویؒ کو تحریر فرماتے ہیں :۔

.... سلامتی ایمان کا غم اور فکر نیز ستر سال کے معاصی کی شرمندگی اور استغناء کبریا کے شہود و تصور نے اس ناچیز کو گھیر لیا ہے ۔۔۔ اِس "تنگ درویشاں" کے بارے میں سلامت ایمان اور

مغفرت و رضوان کی دعا سے نصرت فرماتے رہیں.... اور یہ بھی دعا فرمائیں کہ موت اس طرح آئے جس طرح ابن یمین نے اپنے قطعے میں لکھا ہے ؎

منگر کہ دل ابن یمین پر خوں شد
بنگر کہ ازیں جہانِ فانی چوں شد
مصحف بکف و پا بره و دیده بدوست
با پیک اجل خنده زناں بیروں شد

انھیں خواجہ حسن مودودی لکھنوی کو ایک طویل مکتوب میں ایک مقام پر رقم طراز ہیں ؎

اندکے پیشِ تو گفتم غمِ دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

روم کے ایک فاضل استفادے کی غرض سے اس شہر (دہلی) میں آئے تھے وہ بدرجۂ مجبوری اس جگہ رہے، اطوارِ اہلِ ہند کو دیکھ کر کہ اُن میں فسق و بدعت رواج پذیر ہے — "مضطرب ہو کر بہت جلد واپس چلے گئے — (وہ کہتے تھے) کہ اس ملک کے اہلِ اسلام بھی

لہ میں نے اس خوف سے کہ آزردہ خاطر ہو جاؤ گے اپنا غمِ دل تھوڑا سا بیان کیا ہے ورنہ بہت کچھ کہنے کی باتیں ہیں۔

عجیب ہیں — حدیث صحیح کی رُو سے مُنکر اور خلافِ شرع اُمور کو ہاتھ سے یا زبان سے دفع و منع کرنا چاہیئے یا (کم از کم) دل سے مُنکر کو بُرا جاننا چاہیئے، منکر کو اگر دل میں بُرا جانتے تو خلافِ شرع کاموں میں حاضر نہ ہوتے — اور فاسقین و مبتدعین کو اپنے سامنے راستہ نہ دیتے ایسی جگہ کوئی دیندار آدمی رہ سکتا ہے؟ (مجھ سے کہا) آپ کو چاہیئے کہ اس مقام سے باہر چلے جائیں — حضرت! میری عمر اختتام کو پہونچ گئی میرے نامۂ اعمال میں سوائے انفعال و ندامت کے اور کچھ بھی نہیں وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ جتنا غور و فکر کرتا ہوں سوائے تقصیر و ندامت کے کوئی چیز آگے کو (کل کے لئے) نہیں بھیجی — ہاں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں مجھے ڈھانپ لے تو دوسری بات ہے، امید ہے کہ بزرگوں کی مکرمت و شفاعت کا توسل، وسیلۂ نجات بن جائے میں چاہتا ہوں کہ ابن یمین کے اس قطعہ کے مطابق اس جہان سے رخصت ہوں ؎

منگر کہ دلِ ابن یمین پُر خوں شد
بنگر کہ ازیں جہانِ فانی چوں شد
مصحف بکف و پا بره و دیدہ بدوست
با پیکِ اجل خندہ زناں بیروں شد

اس مقصد مذکور کے لئے دعا فرماتے رہیں کہ میں باوجود اس بات کے کہ نہ تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے ہوں اور نہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پوتوں میں سے ہوں نہ ایسا علم رکھتا ہوں جو قبولیت کے مقام پر پہونچائے اور نہ ایسا عمل رکھتا ہوں جو درِ معرفت کو کشادہ کرے ــــ اس طریقے پر زندگی بسر کر کے اور اسی طرح پابندئ اوقات کے ساتھ خوش رہوں، خوش جیوں اور خوش مروں، قطعہ مرقوم کے مضمون کے مُطابق۔ والسلام۔

مولوی ولی اللہ سنبھلی کو تحریر فرماتے ہیں :۔

حضرت سلامت ۔ (بعد سلام مسنون) جس قدر نسبتِ باطن بلند تر ہوتی ہے، ذوق و شوق اور کیفیات میں کمی ہو جاتی ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے جو کہ نسبت باطن میں اولیاءِ عظام رحؒ سے اونچے تھے، یہ کیفیات اور استغراق و بیخودی منقول نہیں ہے مگر صحابہ رضؓ مرتبۂ احسان جو ایمان کا جزو سوم ہے اولیاءِ سے زیادہ رکھتے تھے، اُن اکابر (صحابہ) کا مرتبۂ احسان گویا شہود عینی تھا، اور اولیائٔ کے لئے وہ درجہ کہ جس کو شہود و مشاہدہ "حضور و یادداشت" اور "آگاہی" کہتے ہیں، خیال ہی خیال ہے ــــ یہ فرق اس لئے ہے تا کہ فضیلتِ اصحاب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ثابت ہو جائے،

بلکہ (درحقیقت) نسبتِ فوقانی میں "توجہ و حضور" کم ہوجاتی ہے، اور "حضور" مثل اپنی ذات و نفس کے حضور کے ہوجاتا ہے انوار بے کیف کی وسعت و کشادگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو شریعت لائے ہیں، اُس کی اتباع، تفقدِ وقت ہوجاتی ہے ـــــ
یہ ہے حضرت مجددؒ کا مختار مسلک ورنہ انھوں نے فرمایا ہے کہ آخر کار انتظار ہے اور حاصل کار انتظار ہے ـــــ

مولوی بشارت اللہ بہرائچی کو ایک طویل مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں (آخری حصہ)

مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کو مثل عینک تصور کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت حق سبحانہ کی جانب متوجہ رہیں ہر امر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی نیت ضروری ہے ـــــ ہر اُس امر اور ہر اس عمل میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُمت کو پہونچا ہے چاہے، وہ فرض ہو یا نفل، اس کی ادائیگی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کرنی چاہیئے، اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم "مبدءُ العمل" ہیں، خوراک کے اندر گوشت، سرکہ، کدو، شیرینی، خربوزہ اور تربوز کے استعمال کرتے وقت بھی جناب مبارک کی جانب توجہ رکھنی چاہیئے کہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد فرمایا اور عمل فرمایا ہے تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب مبارک سے عنایت (عمل کرنے والے کو) پہونچے اور انوارِ اتباع سے منور کردے۔

مرید کے لطائف کی تہذیب میں توجہات بلیغہ کرنی چاہئیں جب تک ہر لطیفے کی یادداشت اور اس کی کیفیات قوی نہ ہوجائیں اور جب تک دنیا اور دنیا والوں سے انقطاع و اعراض صبر و توکل رضا و تسلیم تہذیب اخلاق اور تبدیل رذائل یہ تمام اوصاف حاصل نہ ہوجائیں اور معیت حق تعالے اور اس کی اقربیت کا بھید ظاہر نہ ہو اور غلبۂ حال طاری نہ ہوجائے اُس وقت تک کسی کو اجازت وخلافت نہیں دینی چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ ملکۂ یادداشت کے حصول کے بغیر اور تہذیب رذائل نیز "شکستگی اور مسکنت و نیستی" کے بغیر کسی کو اجازت دیدیں (یہ احتیاط اس لئے ہے) تاکہ طریقہ بدنام نہ ہو اس لئے کہ اس طریقے میں معاذ اللہ بے معنی الفاظ مستعمل نہیں ہیں۔

غلبۂ احوال محبت اور شہود حق سبحانہ، تعالے نیز کمالِ معرفت و توحید پیدا کرنا چاہیئے ـــــ افعال کو واحد حقیقی سے منسوب سمجھنا اور صفات کو صفات الٰہیہ کا پرتو جاننا نیز اپنی ذات کا نشان نہ پانا یہ تمام اقسامِ معرفت ہیں، اپنی طبیعت کے خلاف کسی بات کے

ظاہر ہوتے پر چیں بجبیں نہ ہونا اور اگر ناگواری چہرے پر ظاہر ہو تو بہت جلد مستغفر و تائب ہو جانا یہ ہے راہ تصوف علم تفسیر و حدیث اور قدماءِ صوفیہ کے علوم کا شغل رکھنا، مثلاً رسالۂ قشیری، عوارف تعرف اور احیاءُ العلوم کا مطالعہ بھی ضرور کرنا چاہیئے ـــ علم منطق وغیرہ کی کثرت اچھی نہیں ہے۔ والسلام

جامع مکاتیب شاہ رؤف احمد رافتؔ رامپوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں :۔

حضرت سلامت ـــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مولوی حبیب اللہ آپ کے پاس پہونچ رہے ہیں، ان کے حال پر توجہات فرمائیں، تاکہ ان کو "حضور جمعیت" "جذبات و واردات" "تہذیب لطائف" اور "تبدّلِ رذائل بحمائد" اور تفویض تسلیم و رضا نیز مقامات عشرۂ صوفیہ حاصل ہو جائیں، اپنے حالات اور مستفیدین کے حالات لکھیں واہب العطیات (حق تعالیٰ) کے آستانے سے سرنیاز والتجا اُٹھنے نہ پائے ـــ اَنْتَ حَسْبِیْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ۔ (اے اللہ تو میرے لئے کافی ہے۔ تو مجھے ایک لمحہ بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر) موطا امام محمدؒ، سنن ابوداؤدؒ ابن ماجہ، ترجمۂ حضرت شیخ عبدالحق رحؒ اور جو کچھ بھی کتب تحصیلی

مل سکیں، مجھے درکار ہیں ــــ اس وقت پیری میں توجہ اور دعا وہمت سے مدد فرماتے ہیں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

ایک طویل مکتوب گرامی میں جس کے مکتوب الیہ کا نام مکاتیب میں درج نہیں ہے، ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔ (درمیانی حصہ)

.... پیر وہ ہے کہ ظاہراً و باطناً، متبع سنتِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم، ہو نیز تارک بدعت ہو اور بزرگانِ سلف مثل غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ الاسلام حضرت فریدالدین گنج شکر رح کے عقیدے پر مستقیم ہو اور فقہ کے ضروری و بنیادی علم سے بہرہ ور ہو، اگر مشکوٰۃ شریف اور تفسیر قرآن مجید کا مطالعہ کرتا رہے نیز کتب اخلاق صوفیہ، منہاج العابدین، کیمیائے سعادت حضرت امام غزالی رح وغیرہا پر اور "کتب احوال بزرگان" اور اُن کے ملفوظات پر مزاولت و مداومت رکھے تو یہ بات، تصفیہ اور تزکیہ کے لئے بہت مفید ہے (اس کو لازم ہے کہ) دنیا اور اہل دنیا سے احتراز کرے اور "وظائف نیک" کے ساتھ تعمیر اوقات نیز خلوت و عزلت کا اہتمام کرے۔

اللہ تعالےٰ سے اُمیدوار رہتے، اور مخلوق سے نا اُمید رہنے کو لازم سمجھے، قرآن مجید کا حفظ کرنا اگر دشوار ہو تو اس کے چند پارے

(روزانہ) تلاوت کرتا ہے، کثرتِ ذکر کے ذریعے کیفیاتِ باطن سے بہرہ مند ہو، توبہ و انابت، زُہد و ورع، صبر و تقویٰ، توکل، اور تسلیم و رضا اپنا طریقہ بنائے، اُس کے دیکھنے سے خدا یاد آئے اور دل کو وسواس سے نجات اور صفائی حاصل ہو......

ایک مقام پر نماز اور روزے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:۔

.... نماز، جماعت کے ساتھ پڑھنا نیز رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، نماز میں اطمینان و طمانیت (تعدیلِ ارکان) کو بعض فقہاء نے فرض کہا ہے، قاضی خان رح نے جو مفتیانِ حنفیہ میں سے ہیں، نماز میں طمانیت کو واجب کہا ہے ___ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ بھول کر اس کے چھوڑنے پر سجدۂ سہو آتا ہے اور جان بوجھ کر چھوڑنے پر نماز کو لوٹانا چاہیئے ___ اور جس نے طمانیت کو سنت موکدہ کہا ہے، وہ بھی قریب بواجب کے مرادف ہے، ___ علاوہ ازیں کسی سنّت کو استخفاف کے ساتھ یعنی گھٹیا جان کر چھوڑنا کفر ہے ___ نماز کے قیام میں کیفیت، جدا ہے، رکوع میں جدا ہے۔ اور قومہ، جلسہ، سجود و قعود میں بھی نوع بنوع کیفیات و حالات حاصل ہوتے ہیں، نماز "جامع انواعِ عبادات" ہے ___ نماز

تلاوت، تسبیح، درود، استغفار اور دعا کو شامل ہے، درخت گویا کہ قیام میں، حیوانات رکوع میں اور جمادات، قعود میں ہیں، نماز ان سب کی عبادات پر مشتمل ہے ــــ نماز معراج میں فرض ہوئی ہے، جو کوئی نماز کو صاحبِ معراج صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ادا کرتا ہے، وہ مقاماتِ قرب کی بلندی پر فائز ہوتا ہے، اربابِ ادب وحضور، نماز میں عروج پاتے ہیں ــــ خدا اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک احسانِ عظیم اُمتِ مسلمہ پر کیا ہے کہ نماز کو فرض قرار دیا ہے، پس اللہ کے لئے حمد و شکر ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے درود، لاکھوں بار ــــ

نماز میں عجیب، صفائی اور حضوری حاصل ہوتی ہے، ہمارے پیرومرشد (حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رح) نے فرمایا ہے کہ "نماز میں اگرچہ رویتِ خداوندی نہیں ہوتی، لیکن ایک ایسی حالت حاصل ہوتی ہے جو مانند، رویت کے ہوتی ہے" اور یہ بات مجربات میں سے ہے۔ جس وقت بیت المقدس سے خانۂ کعبہ کی طرف، تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو یہود نے کہا کہ وہ نمازیں جو بیت المقدس کی طرف ہوئیں اُن کا کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ما کان اللّٰہُ لِیُضِیعَ ایمانکم۔ (اللہ تعالےٰ تمہارے ایمان یعنی نماز کو ضائع نہیں

کرے گا) یہاں نماز کو ایمان سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ پس غیر طریقۂ مسنونہ پر ادا کر کے نماز ضائع کرنا ایمان کا ضائع کرنا ہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے یعنی نماز میں حضرتِ ذات کا ایسا ظہور و شہود ہوتا ہے جو میری آنکھوں کو راحت پہونچاتا ہے، پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ (اے بلال مجھ کو نماز و اقامت سے راحت پہونچاؤ) جو شخص غیر نماز میں راحت سمجھتا ہے، وہ مقبول نہیں ہے، نماز، تلاوت و اذکار کو شامل ہے، جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے دین کے دوسرے امور کو زیادہ ضائع کرے گا۔

روزہ، کلامِ لغو اور غیبت سے بے ثواب ہو جاتا ہے، غیبت، ثوابِ اعمال کو حبط و ضائع کرنے والی ہے، اس سے بچنا ضروری ہے ــــ انتہائی بے وقوفی کی بات ہے کہ مشقت اُٹھا کر اعمال، انجام دیئے جائیں اور اُن کا ثواب ضائع ہو جائے ــــ اعمال، درگاہ کبریا میں پیش ہوتے ہیں بے ادبی ہو گی اگر غیبت اور لایعنی اُمور اپنے پرور دگار کی درگاہ میں روانہ کریں۔

منشی امین الدولہ احمد خاں کو تحریر فرماتے ہیں:۔
منشی صاحب والا مراتب۔ عالی مناقب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت منشی نعیم الدین خاں صاحب نے آنجناب کے بہت مناقب بیان فرمائے ہیں، لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ گوشۂ چشم عنایت کے ذریعے دور افتادگان کو یاد فرماتے رہیں اس بوڑھے کی عمر گناہوں میں گزر گئی خالص گناہوں مثلاً غیبت اور طعن و لعن وغیرہ نے اور مخلوط گناہوں مثلاً نمازِ بے حضور قرأت بے ترتیل اور لغو ولایعنی سے ملے ہوئے روزوں نے تلاوت بے تدبّر اور خشیت و حضوری سے خالی اوقات نیز غفلت میں مشغول، انفاس نے اعمال نامے کو سیاہ کر دیا ہے۔

افسوس صد افسوس ـــ ہم باغ جہاں میں پھولوں کے لئے آئے تھے مگر سر پر کانٹوں (گناہوں) کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں افسوس ـــ صحت و عافیت اور کامیابیاں اللہ نے مرحمت فرمائیں ان سب نعمتوں کے شکر میں کوتاہی واقع ہوئی، قرآن مجید اور نبی حمید صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت سی عنایات ہوئیں ان کے شکریہ میں ایسی غفلت۔ معاذ اللہ ـــ حیرت ہے کہ کل بروزِ قیامت کس طرح پیشِ رسولِ خدا قبولیت حاصل ہوگی، اس ناقابلیت کے ساتھ شفاعت و مغفرت کی اُمید کتنی نافہمی کی بات ہے، البتہ اگر سابقۂ رحمت متوجہ ہو جائے تو اللہ تعالےٰ تدارکِ ما فات اپنے فضل سے کر سکتا ہے ـــ اپنے پاس کوئی عذر نہیں ہے ـــ انا للہ ـــ موت سر پر ہے اور قیامت

نزدیک ہے، کون سا عمل کام آئے گا؟ نیک لوگ جنت میں جائیں گے، اور نعمات و دیدارِ حضرتِ حق سے فیضیاب ہوں گے اور ہم جیسے غافل محاسبے میں گرفتار۔ ایسے روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے ہائے ہائے کاش میں پیدا نہ ہوتا۔

اس بات کی فکر ضروری ہے کہ کل کو حسرت نہ ہو، سحر خیزی اور دیدۂ حسرت سے اشک ریزی اور مجاہدہ و جانفشانی کا التزام، مقربانِ بارگاہِ الٰہی سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ عزت و رحمت فرمائے، منشی نعیم الدین خاں اور آنجناب اوقاتِ مخصوصہ میں، راہ میں تھکے ہوئے شکستہ پا بوڑھوں کو یاد فرمائیں ؎

سُبک پے جواناں چو منزل رسند
نخفتند کہ واماندگاں درپس اند

(یعنی جلدی چلنے والے جوان جب منزل پر پہونچ جاتے ہیں تو اس خیال سے نہیں سوتے کہ تھکے ہوئے لوگ پیچھے رہ گئے ہیں) غائب کی دعا، غائب کے واسطے بہت مقبول ہوتی ہے، جمادی الثانی نویں شب سے درویشوں سے آپ کے واسطے دعا کرنے کے لئے کہدیا گیا ہے، اور بعد ختم بھی دعا کی جاتی ہے، بندہ کبھی دعا سے غافل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیٔ دارین پر فائز فرمائے اور بندے کو بھی (آمین)
والسلام

شیخ اللہ داد کو رقم طراز ہیں۔
فقیر عبداللہ عرف غلام علی کی طرف سے معلوم کریں، حاصل زندگانی کیا ہے؟ علم دین، یادِ حق سبحانہ' اور محبت خدا ورسول خدا، حاصل زندگانی ہے، محبت کے اسباب ہیں سے عمل، موافق علم اور دوام ذکر ہے، پس اپنے اوقات تحصیلِ علم سے اور اپنے انفاس، یادِ حق سے آراستہ رکھیں ــــ تہجد، استغفار اور دعا کے بعد آخر شب سے لے کر نماز اشراق تک تلاوت و ذکر میں مشغول رہیں..... علم صرف و نحو کے حصول کے بعد توضیح و تلویح اور معقولات میں قطبی تک نیز (علم کلام میں) شرح عقائد اور حاشیہ خیالی میں سے کوئی ایک جو میسر آجائے اس کی تحصیل کرنی چاہیے، اور اپنی توجہ علم حدیث، علم تفسیر اور علم صوفیہ میں تبحّر پیدا کرنے کی طرف مبذول رکھیں ــــ کتاب میں مشغول ہو کر ذکر الہٰی اور یادداشت سے غافل نہ ہوں ــــ ظہر سے عصر تک شغل کتاب رکھیں، بعد عصر، ذکر و شغل اور استغفار کا وقت ہے ــــ نماز مغرب کے نوافل کے بعد چہارم شب تک مطالعۂ کتاب کریں، بعد نماز عشاء درود شریف پڑھنے کا وقت ہے ــــ کسی سے (دنیاوی) واسطہ اور امید نہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کے سچّے وعدوں پر یقین کر کے زندگی گزارنا چاہیئے ــــ واقعات کو تقدیر حق سبحانہ کی طرف سے جان کر لب

چوں وچرا نہ کھولنا۔ اپنی کوتاہی کو پیش نظر رکھ کر خود کو نیست و عدم سمجھ کر سب کے ساتھ اکرام کے ساتھ پیش آنا۔ اور جتنا ہو سکے سب کے ساتھ مروت کے ساتھ پیش آنا اور بھوکوں کو دو دو روٹیاں اور ایک پیالہ پانی دیدینا، ہماری اس پرُ از وسوسہ نفلی نماز سے بہتر ہے۔ کثرتِ ذکر، توجہ، نگہداشت حضور و آگاہی کے ساتھ دنیا سے بے تعلقی، عقبیٰ کی جانب دھیان اور موت کی استعداد (تیاری) کو اپنا شعار بنا کر اخلاقِ حسنہ، نرمی، عفو، فروگذاشت، چشم پوشی اور (برائیوں سے) اعراض، اپنی عادت بنانا اور خدا و رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی، تعظیم ساداتِ کبار اور احترامِ علماء و فقراء لازم رکھنا اپنے حق سے درگذر کرنا اور دوسرے کے حق ادا کرنے کو اپنا وطیرہ بنانا۔ یہ سب خوبیاں ذکر، توجہ اور نگہداشت سے حاصل ہوتی ہیں، ان خوبیوں کے حصول کی علامت، خشیتِ الٰہی، دوام تضرّع اور انکساری ہے، یہ محسوس ہونے لگے کہ وہ گویا اپنے شامتِ اعمال سے اسی وقت ماخوذ ہے۔

اللہ تعالےٰ کی عظمت و کبریائی باطن کا احاطہ کرلے، اصل کام تقویٰ اور اتباعِ حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہے، اعتقاداً، اخلاقاً اعمالاً اور احوالاً ہر طریقے سے کوشش کرنا چاہیئے کہ ہر کام میں تقویٰ

اور ترک و تجرید، توکل اور تسلیم و رضا میں شرف متابعت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم، عادت و ملکہ ہو جائے (آمین)

اللہ تعالےٰ اس "پیر عمر ضائع کردہ" کو اور تم کو ان مقاصد پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، بمنہٖ وکرمہٖ ـــ مشاجرات صحابہ اور ایک مسلک پر دوسرے مسلک کو ترجیح نیز مشائخ عظام کے درمیان تفاضل ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

مکتوب ـ ۹۹

یہ ایک طویل تحریر بصورت رسالہ ہے جس کے چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ ـــ فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ، تحریر کرتا ہے کہ۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ـــ الدین النصیحۃ ـ (یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے) اس لئے میں اپنے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ طریقۂ نقشبندیہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے طریق کے موافق ہے (اس سلسلے کے بزرگوں نے اتباع سنت اور اجتناب از بدعت کو ضروری قرار دیا ہے، اگرچہ وہ بدعت مفیدہ (بدعت حسنہ) ہی کیوں نہ ہو۔

..... الیوم اکملت لکم دینکم (آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا) اس آیت کی رُو سے دینِ متین، کمال پا چکا ہے۔ پس عقائد و اعمال، اخلاق و احوال اور صدقِ معاملات جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، حصولِ نسبت مع اللہ کے لئے کافی ہیں۔

احوال نام ہے باطنِ طالب پر دوام سکینہ اور انوار و کیفیات کے وارد ہونے کا ــــ تہذیب اخلاق، حاصل سیر و سلوک ہے چنانچہ ایک حدیث شریف تحصیل مکارم اخلاق کی اہمیت ظاہر کرتی ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بُعثت لاتمم مکارم الاخلاق (میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں)

اپنے احوال پر غور کرو کہ کون سی بُری خصلت تم پر غالب ہے پس نفی و اثبات سے اُس بُری خصلت کا ازالہ کرو۔ مثلاً حسد کی اپنے دل سے بذریعہ لا نفی کرو، اس طریقے سے کہ لا الٰہ نہیں ہے حسد مجھ میں اِلّا اللہ مگر حُبِّ الٰہی چند دن میں نورِ ذکر الٰہی کی برکت سے حسد زائل ہو جائے گا، اسی طرح ہر خوئے بد، انوارِ ذکر سے چھپ جائے گی اور ختم ہو جائے گی، اور ذکر و یاد داشت کے غلبہ سے جبکہ وہ تمام ظاہر و باطن کا احاطہ کر لیں، تمام بُرے

خصائل، زوال پذیر ہو جائیں گے۔ حسد، بغض، بخل، دناءت، حُبِّ جاہ، تکبر، شمود ریا، عُجب، تعلق لغیر اللہ، حرص، ہوا و ہوس، طولِ آرزو، بادہ گوئی، غیبت اور عیب بینی یہ تمام رذائل ہیں ان سے پرہیز لازم ہے، جو عمل تم سے ہو اُس کو حقیر جانو کہ نہ معلوم نفس نے اُس میں نیت بد اور عجب و غرور سے کیا کچھ ملا دیا ہو اور جو عمل نیک دوسرے مسلمان سے ہوا ہو اُس کو بڑا سمجھو کہ اس نے نہ معلوم اُس عمل خیر میں کیسی اچھی نیت کی ہوگی اور درگاہِ الٰہی میں بسبب اخلاص وہ کتنی قدر و منزلت رکھتا ہوگا۔ سلف صالحین مثلاً حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی کے عقائد کا اتباع کرنا چاہیئے۔ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں سوائے اچھائی کے لب نہ کھولے جائیں، اُن کے نفوس نے فیضِ صحبتِ خیر الاخیار صلے اللہ علیہ وسلم سے تہذیب کامل پائی تھی اور نفسانیت سے پاک و صاف ہو گئے تھے۔ ان حضرات کے تمام معاملات، نیتِ صالحہ سے تھے، ورنہ لازم آتا ہے کہ حضرتِ خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارکہ نے اس جماعت کے اندر کوئی تاثیر پیدا نہیں کی جس نے خدا اور رسول کے راستے میں جان و مال کی بازی لگا دی تھی، اور قرآن مجید نے جس جماعت کی تعریف کی ہے

اور بشارت دی ہے ــــ اُن حضرات کے دلوں سے اگر محبت دنیا نہ گئی تو ہم پسماندگان کے لئے اس کی کیا توقع ہو سکتی ہے ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دین، ان کے عقائد و اعمال اُن کے اخلاق اور خدا اور رسول کا کلام نیز مناقب اہلِ بیت رضی اللہ عنہم ہم تک پہونچائے ہیں، اُن کی تفسیق و تکفیر کی صورت میں معاذ اللہ دین سے اعتماد اُٹھ جائے گا ــــ وہ دین جس کو فسّاق و فجّار نے پہونچایا ہو اس پر وثوق و اعتماد نہیں کیا جاسکتا ــــ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم آپس میں ایک تھے، آیت شریفہ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ شانِ اصحاب کرام رضؓ میں وارد ہے، رُحماء (رحیم کی جمع ہے جو) صفتِ مشبّہ ہے اور صفت مشبّہ دوام پر دلالت کرتی ہے پس ان کی آپس کی الفت و دوستی اس آیت شریفہ سے ثابت ہوئی ــــ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ــــ انھیں کے بارے میں ہے وعدۂ حسنیٰ نیکوں کے واسطے ہوتا ہے رضی اللہ عنہم ــــ واجب ہے کہ صحابہ کے باہمی واقعات میں سکوت اور عدمِ خوض کیا جائے ــــ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی رعایت کرتے ہوئے کہ ان سب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شرفِ صحبت و قرابت حاصل ہے، حضرت عبد اللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع قبائل عرب سے قرابت تھی۔

مشائخ متقدمین کے لئے جو متاخرین پر اپنا حقِ تلقین و تربیت رکھتے ہیں ۔ فضیلت ثابت ہے ۔ ان اکابر کا پاس ادب لازم ہے، ایک مسلک کو دوسرے مسلک پر، ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد پر اور ایک طریقے کو دوسرے طریقہ پر (خواہ مخواہ) ترجیح نہ دینی چاہیئے سب اکابر کی نیتیں نیک تھیں ۔ ان کا مطمحِ نظر، اتباعِ سنت اور رضائے الٰہی تھا ۔ کسی مسلمان کی تحقیر نیز عیب بینی، سخن چینی، چغلخوری اور اپنے آپ کو کچھ سمجھنے سے اجتناب کرنا چاہیئے اپنے کو محض عدم خیال کرنا، اپنے کمالات کو اصل کے سپرد کرنا، اپنے حسنات کو قابلِ قبول نہ سمجھنا، اپنے سئیات کو ایک پہاڑ کی طرح اپنے سر پر محسوس کرنا، دوسرے کی برائیوں کو تاویل کر کے نیکی جاننا وقائع روزمرّہ کو ارادۂ حق سبحانہ سے سمجھنا اور چون وچرا کے ساتھ لب کشائی نہ کرنا، نیز کسی سے (بے ضرورت) بحث وجدال نہ کرنا چاہیئے، اس نوعیت کی تکرار کہ تم کہو بات اس طرح ہے، مخالف کہے اس طرح ہے، دلوں کو آزردہ کرتی ہے ۔ بلکہ مخالف جب ضد کرے اور کہے امر واقعہ یوں ہے، تم کہو ہاں ٹھیک ہے ۔

اس سے آگے بات نہ بڑھے تاکہ فتنہ، وغوغا پیدا نہ ہو اور دل مکدر نہ ہو یہ اہلِ معرفت رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ ہے۔ نقل ہے کہ چند درویش حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے درمیان ناخوشی اور ناراضگی ہے، آپ ہمارا قضیہ سنیں اور فیصلہ فرمائیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم کو مقدمات سننے کا دماغ نہیں ہے، مولانا بدرالدین اسحٰق اور بابا نظام الدین تمہارا قضیہ فیصل کریں گے، یہ درویش اُن دونوں بزرگوں کے پاس ایک جگہ جا کر بیٹھے اور اپنا نزاعی کلام شروع کیا، ایک نے دوسرے سے کہا آپ نے اس بارے میں ایسا فرمایا تھا، دوسرے نے کہا نہیں آپ نے ایسا فرمایا تھا، اہل منازعت نے اپنی باتوں کو بالفاظ حسن ادب بیان کیا، سلطان المشائخ اور مولانا بدالدین اسحٰق رح بہت روئے کہ جب تمہارے حالتِ ناراضگی کے کلمات سراسر ادب اور ایک دوسرے کی تعظیم کے حامل ہیں تو درصورت خوشی و رضامندی ایک دوسرے کی کس قدر رعایت کرتے ہو گے؟ انھوں نے حضرت گنج شکر رح کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ درویش ہماری اصلاح و تربیت کے لئے آئے ہیں کہ درویشوں کو آپس میں درشتی اور سخت گوئی نہیں کرنا چاہیئے، اللہ تعالےٰ ان بزرگوں کی

اتباع عطا فرمائے۔ ہر ماہ کے تین روزے اور عرفہ و عاشورا کے روزے نیز پندرہویں شعبان کا روزہ حدیث سے ثابت ہے شوال کے چھ روزے بھی ثابت ہیں۔ روزے میں غیبت، جھوٹ، طعن اور فضول گوئی سے احتیاط ضروری ہے، ورنہ روزہ قابلِ ثواب نہ ہوگا، احمقی اور بیوقوفی ہوگی کہ بھوک اور پیاس کی سختی اُٹھائے اور ان امورِ مذکورہ سے روزہ برباد کردے۔ بعض کے نزدیک غیبت مفسدِ روزہ ہے، اور یہی مذہب امام اوزاعی کا ہے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے غیبت کرنے والے کو روزہ اور وضو لوٹانے کا حکم فرمایا ہے۔ تہمد کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا گناہِ کبیرہ ہے۔ نسبت و جمعیت اور توجہ کا حصول بغیر اعمالِ ظاہری محال ہے۔ نورِ اعمال کو اطمینانِ باطن میں پورا پورا اثر و دخل ہے، اندرون کو غیر کے خیال سے خالی رکھنا اور بیرون کو اعمالِ خیر اور شکستگی و انکسار سے آراستہ کرنا، اس سے اونچا کوئی کمال نہیں ہے، ایسے اعمال جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث میں ثابت ہیں ان کو لازم سمجھو تاکہ سنتِ حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ ع۔ ان المحبّ لمن یحبّ یطیع۔ (عاشق اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے) پس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

اعمال و عادات کی تحقیق کر کے ان کی متابعت کرنی چاہیئے، وہ حرکات وسکنات جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی نیت سے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کر کے ادا کئے جائیں۔ سراسر عبادت ہیں ــــ غرض کی ادائیگی میں ادائے فرض کی نیت اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت کرو کہ یہ فرض اپنے اوپر فرض ہونے اور اتباع حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ادا کرتا ہوں ــــ ایک دوسرے کو ہدایا بھیجنا اور ملاقات کے لئے آنا جانا، گوشت اور کدو کا کھانا نیز سرکہ وشیرینی کا استعمال دودھ اور ٹھنڈے پانی اور شہد کا پینا اور ملبوسات مسنونہ کا پہننا، یہ تمام امور بہ نیت اتباع رسول عبادت ہو جاتے ہیں، اور نور ایمان میں اضافہ کرتے ہیں، کیونکہ یہ سب امور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ــــ نماز تہجد و اشراق، نماز چاشت واوابین اور دیگر نوافل حدیث سے ثابت ہیں، بوقت تہجد تلاوت قرآن مجید اولیٰ ہے ــــ کلمۂ تمجید سو۱۰۰ بار، دن میں اور سبحان اللہ وبحمدہٖ سو سو۱۰۰ بار وقت صبح وشام اور سو۱۰۰ بار سوتے وقت درود و استغفار حدیث میں وارد ہے، صبح وشام کی دعائیں، احادیث صحیحہ سے معلوم کر کے صبح وشام، سوتے وقت اور غیر معین اوقات میں

جس قدر مواظبت کر سکیں، پڑھیں اور ان سب اعمال و عادات
میں متابعت حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نیت کریں ـــــ
اس طریقے میں حضرتِ حق کی طرف توجہ باطن کرنا معمول بہ ہے،
یہ توجہ حضرتِ حق میں دوامِ آگاہی ہے اور توجہ و حضورِ باطن کے
بعد فاعلِ حقیقی سے افعال کا صدور سمجھنا ہے جبکہ ہر امر میں اتباع
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نیت کرو گے اور توجہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی طرف کرو گے تو توجہ دو قسم کی ظاہر ہو گی پس تم کو لازم
ہے کہ اِن ہر دو توجہ کو حاصل زندگی جانو ـــــ جو شخص ذکی ہو اور
فراغت رکھتا ہو، وہ علم صرف و نحو اور منطق تا قطبی اور علم کلام
نیز فقہ و اصولِ فقہ پڑھے درسِ علم حدیث اور صوفیہ کے علوم کا
درس جو آداب و اخلاق اور مقامات و سلوک اور احوال کے اندر
رسائل کی شکل میں تالیف کئے گئے ہیں نیز مکتوبات حضرت شیخ
یحیٰی منیری اور اللہ کے دوستوں کی سوانح عمریوں کا مطالعہ تہذیب
نفس میں اثر کامل رکھتا ہے ـــــ حقائق کے متعلق رسالے چنداں
مفید نہیں ہیں ـــــ اس لئے کہ جو شخص طریقت میں کوشش
مجاہدہ اور کثرتِ ذکر کرتا ہے اسرار و معارف اس پر خود واضح
ہو جاتے ہیں ـــــ اکثر اولیاء رحمۃ اللہ علیہم جو جد و جہد و زہد کی

روش اور عبادت نافلہ کو لازم سمجھتے تھے، اور احوال و کیفیات کا غلبہ رکھتے تھے، انھوں نے اسرار و معارف کے بیان میں سکوت اختیار کیا ہے اور یہی اسلم طریقہ ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے مطالعے سے متابعت حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی توفیق معارف کی تحقیق اور دل و جان کی روشنی حاصل ہوتی ہے نیز اُن اعتراضات کے جوابات واضح ہوجاتے ہیں جو لوگوں نے اُن کے کلام پر کئے ہیں ۔۔۔ اگر عنایت الہٰی سے معاش مقرر اور رزقِ مقدر پر قناعت حاصل ہو تو اس سے بہتر کوئی راحت اور فراغت نہیں ہے ورنہ ضروریات بشری کے لئے بموافق شریعت ذریعۂ معاش اختیار کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا ۔۔۔ اللہ تعالےٰ اس فقیر حقیر اور سب دوستوں کو اپنی یاد میں اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مشغول رکھ کر کیفیاتِ محبت و معرفت اور ہر عمل کے حُسنِ انجام سے بہرہ یاب فرمائے۔

طریقۂ درویشی راہِ محبت ہے اور محبت ایسا شعلۂ جانسوز ہے کہ خوف و بیم کو جلا دیتا ہے، اور حصولِ محبت، دوامِ ذکر، خلوت و عُزلت اور ترکِ آرزو پر موقوف ہے ۔۔۔ جانبازانِ راہِ حق نے ترک مالوفات و مرغوبات کر کے اپنے گوہرِ زندگی کو محبوب کے قدموں پر

نثار کر دیا ہے (اس کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت
نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی کثرتِ
عبادت و تلاوت کا ذکر کر کے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے بارے میں
لکھا ہے کہ وہ اکثر راتوں میں جاگتے تھے اور رات کے ختم ہونے پر افسوس
کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہائے رات مختصر رہی)

صوفیہ جو کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی ہیں اُن کے طریقے کو اختیار کرنا
اس لئے ہے کہ اُن کی صحبت کی برکت سے عقائدِ صحیحۂ اہلِ سنت
و جماعت میں قوت و صفائی حاصل ہو اور تقدیم اعمالِ صالحہ اور
اخلاقِ حسنہ کی توفیق، معاون ہو جائے احوالِ نیک، ذوق و شوق
حضور و آگاہی، یادداشت، محبتِ خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نیز التفات غیر سے دل کی خلاصی اور وہ کیفیات و معرفت
وغیرہ حاصل ہو جائیں جن کو ان بزرگوں نے بیان کیا ہے نیز آرزو اور
غفلت سے دل کا تصفیہ اور رذائل سے نفس کا تزکیہ حاصل ہو جائے
اور دل کو بدعت و معصیت سے نفرت و بے تعلقی پیدا ہو جائے ورنہ مریدی
بے فائدہ ہے مُریدی اس لئے نہیں ہے کہ شفاعتِ پیرانِ کرام کے
بھروسے پر بدعت اختیار کریں اور جو کچھ زبان پر آئے کہہ دیں۔
اور افعال میں بے باکی کریں، الحمد للہ مشائخ کرام کے توسل سے

مخلصانِ صادق کو یہ امور صحیحہ زمانے کی ناسازگاری کے باوجود بھی حاصل ہوتے ہیں، نقل ہے کہ ایک بزرگ نے اللہ کی بارگاہ میں فریاد کی کہ الٰہی تیری توفیق فضل کی برکت سے میں اعمال واذکار میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا ہوں لیکن جو احوال و کیفیات میری جوانی کے زمانے میں تھے اس بڑھاپے کے زمانے میں اُن کو نہیں پاتا ہوں، ہاتف غیبی نے ندا دی کہ تیری جوانی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قریب تھی" ـــــ پس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے دوری ہم بعد والوں کی دوری کا موجب ہے ـــــ ہم پسماندگان کے لئے مناسب ہے کہ توبہ و انابت یا زہد و ورع، صبر و قناعت، توکل اور تسلیم و رضا کی رعایت کے بعد ماکولات، ترکِ مالوفات اور ترکِ عادات میں طریقۂ اعتدال اختیار کر کے اپنے اوقات کو وظائف اعمال یعنی نماز... تلاوت قرآن مجید درود و استغفار اور کلماتِ طیبات سے معمور رکھیں ـــــ وقوف قلبی کے ساتھ اور قلباً و لساناً ذکر کے ساتھ ـــــ خواہ اسم ذات کا ذکر ہو یا نفی و اثبات ہو ـــــ اور غلط خیالات سے دل کی نگہداشت کر کے حضرت حق سبحانہ کی طرف کمالِ افتقار وانکسار کے ساتھ ـــــ پوری پوری توجہ کریں اور عمر کو بیکار نہ گزاریں

درویشی کیا ہے؟ یکسانیت کے ساتھ زندگی گزارنا، بکمالِ

استقامت بر اتباع سنت ـــــ اور ایک طرف دیکھنا، ملکۂ آگاہی نیز حضور یادداشت کو راسخ رکھنا ـــ تاکہ اہلِ شرع کو اعمالِ ظاہر پر اعتراض کا اور فرشتے کو حضور باطن پر طعن کا موقع نہ رہے، خواہش تابع مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہو اور دیدۂ دل، مشاہدۂ حضرت حق سبحانہٗ سے بینا ہو، اللہ تعالےٰ اس پیر عمر ضائع کردہ کو تمام دوستوں کو اس طریقے پر توفیق عمل عطا فرمائے نیز ہر دو توجہ (یعنی توجہ بحضرت حق سبحانہٗ اور توجہ بحضرت حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم) نقد وقت فرمائے، آمین آمین آمین۔

مکتوب (۱۰۱) خواجہ حسن مودودی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام۔

(چند اعتراضات کے جوابات)

آپ نے لکھا ہے کہ مرشد کو چاہیئے کہ وہ طبائع مختلفہ کا لحاظ رکھتے ہوئے نوع بنوع کے اشغال تعلیم و تلقین کرے، ارباب بصیرت و کشف نے راہِ سلوک طے کرانے کے لئے یہی طریقہ اختیار ہے" ـــــ مگر یہ کلیہ نہیں ہے۔

(دیکھیئے) انبیاء علیہم السلام نے "بیک طورِ شریعت" اصلاح بنی آدم فرمائی ہے، ایمان و عمل، اخلاقِ حسنہ، معاملات میں طرفین کی رضامندی کے ذریعہ بنی آدم کی اصلاح اس طرح فرمائی کہ ان کو

دنیا سے اعراض ہوگیا، اور آخرت کی طرف توجہ ہوگئی، اہلِ اسلام نے اس طورِ شریعت کے ذریعے صلاح و فلاح پائی ہے۔

حضرت مجددؒ کے بارے میں آپ کا یہ قول کہ انھوں نے حضرت خواجہ باقی باللہ کی نسبتِ حاصلہ کی ـــ جس کا عکس اُن پر پڑا تھا، حفاظت و نگہداشت نہیں کی اور ریاضات نہیں کیں، لہٰذا اس نسبتِ حاصلہ میں خلل و فتور واقع ہوگیا اور انھوں نے اولیاءؒ و صحابۂ کرامؓ کے بارے میں ترکِ ادب کیا، حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کیا (اس کا جواب یہ ہے کہ) اگر نسبت میں فتور واقع ہوتا تو اُن سے کلماتِ عالیہ کیسے صادر ہوتے حضرت خواجہ باقی باللہؒ جو امامِ اہلِ معرفت ہیں انھوں نے حضرت مجددؒ کے بارے میں فرمایا ہے کہ "آپ کے علوم سب صحیح ہیں اور قابلِ ملاحظۂ انبیاء ہیں"

(ایک جگہ فرمایا) "اُن کی مثل اس وقت زیرِ فلک کوئی نہیں (اولیاء میں) اُن کی مانند چند ہی حضرات گزرے ہیں۔؟

شیخ احمد ایک ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اُن کے سایے میں گم ہیں ـــ علماء و اہلِ دانش نے ان کے معلومات اور مقامات کی صحت کی گواہی دی ہے ـــ غرضیکہ حضرت مجددؒ

فیض چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ و کبرویہ و نقشبندیہ کے اوران نسبتہائے جدیدہ کے معدن ہیں جو اُن پر وارد ہوئیں۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

چونکہ یہ طریقہ پانچوں بلکہ اس سے زائد خاندانوں کے فیوض کا جامع ہے اس لئے ہم ہر ہر نسبت کے رشحاتِ فیوض سے (طالبین کو) سیراب کر سکتے ہیں۔

اللہ کی نعمتوں اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات نیز حضرت پیر و مرشد مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے افاضات کا شکریہ ادا کرنا اس گنہگار کے بس کا کام نہیں ہے، ان نعمتہائے کثیرہ کے مقابلے میں سوائے ندامت کے میرے پاس اور کیا رکھا ہے۔

سالہا سال ہو گئے کہ آپ اس قسم کی معترضانہ باتیں حضرت مجددؒ کے بارے میں لکھ رہے ہیں اور اب بھی اسی قسم کی باتیں لکھی ہیں مکارمِ اخلاق سے یہ بات بعید ہے کہ حضرت مجددؒ کے سلسلے کے مریدین کو اس قسم کے اعتراضات لکھے جائیں۔

آپ نے طریقۂ چشتیہ کی افضلیت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے، (اس کا جواب یہ ہے کہ) جس کسی کو کسی خاندانِ روحانی سے قبضہ باب و منسوب کرتے ہیں اُس خاندان کے فضائل اس کی نظر میں جلوہ گر

فرماتے ہیں ورنہ کسی خاندان و مشائخ پر شرف و فضل اتباعِ سنت اور طالبوں کی تہذیب و تربیت کے بقدر ہے۔

یہ بات (اس وقت) نقشبندیہ میں بہت پائی جاتی ہے، تامل اور انصاف شرط ہے، اس طریقے میں بدعت کی کوئی ملاوٹ نہیں ہے اور اس کے فیوض عالمگیر ہیں۔ فالحمد للہ۔ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے خاندانِ عالیشان چشتیہ سے اس قدر نیازمندی ہے کہ ڈرتا ہوں کہ لوگ (بطور طعن) کہیں کہ اپنے طریقے میں مخلص نہیں ہوں، میں نے کسی کی روٹی کھانا اور شکریہ کسی کا ادا کرنا۔ اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ طریقۂ حضرت مجددؒ پر کوئی جائے اعتراض نہیں ہے، انھوں نے اپنے بعض ایسے کلمات کی توجیہ و تاویل خود کی ہے جن پر اعتراض ہو سکتا تھا اور ان کے مخلصین نے بھی تاویل و توجیہ کا کام انجام دیا ہے، لوگوں نے ان تاویلات و توجیہات سے قطعِ نظر کر کے زبانِ طعن درازی ہے حالانکہ وہ (شریعت کی جانب سے) حسنِ ظن اور عدمِ طعن کے مامور تھے آنجناب نے (اپنی معترضانہ) تحریروں میں فضول باتیں لکھی ہیں۔ آنجناب صاحبزادے ہیں ایسی طویل لاطائل باتیں آپ کی شان کے مناسب نہیں ہیں۔

میری عمر، سستی اور کوتاہی میں گزر گئی، اس شدتِ ضعفِ پیری میں تدارک و تلافی کس طرح ممکن ہے؟ — اللہ تعالےٰ حضرت شیخ عبدالقادرؒ اور حضرت خواجہ نقشبندؒ نیز حضرت مجددؒ کے توسل سے زندگی کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دے اور سیئات کو حسنات سے تبدیل فرما دے — اور ایسی رضا جس کے بعد ناراضگی نہ ہو اور اپنے دیدارِ جانفزا کا اشتیاق جو لازمِ دل و جان ہو عطا فرمائے۔

منگر کہ دلِ ابنِ یمیں پُرخوں شد
بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف و پا بره و دیده بدوست
با پیکِ اجل خندہ زناں بیروں شد

اللہ تعالےٰ اس قطعے کے مطابق موت نصیب فرمائے۔

مکتوب (۱۰۲) میں سید احمد بغدادی کو تحریر فرماتے ہیں۔

سید صاحب عالی مراتب حضرت سید احمد بغدادی سلمہٗ اللہ تعالےٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عنایت نامہ محررہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۲ جمادی الاولیٰ کو پہونچا مسرت بخشی اور انتظار کو رفع کیا۔

آپ نے لکھا ہے کہ تم مجھ سے ناراضگی رکھتے ہو، ناراضگی کی وجہ معلوم

نہیں ـــ اَستَغفِرُاللہ یہ کیا بات لکھی، آپ جیسے لوگوں کا وجود اس کمترین درویشاں کے لئے باعث عزت و شرف ہے، کثراللہ امثالکم ـــ یہ خیالات دل سے نکال دیں ـــ

اگر آنے کے لئے اس وقت راستہ میں رکاوٹیں ہیں تو وہیں ٹھہرنا ضروری ہے، اُس جگہ کی آب وہوا آپ کے مزاج کے موافق نہیں ہے اس لئے جہاں کہیں دل کی رغبت ہو سکونت اختیار کریں اور مشغولِ بخدا رہیں، اور ہمارے طریقہ کا اجرا کریں۔

بارہا لکھا جا چکا ہے کہ اس حقیر کے خطاب و القاب میں مبالغہ نہ کیا کریں، طویل خط لکھنے موقوف کریں معلوم نہیں کہ اس بات کو کیوں قبول نہیں کیا جاتا ـــ اس قدر لکھنا کافی ہے۔

"حضرت سلامت السلام علیکم ورحمۃ اللہ، الحمدللہ اس جگہ خیریت ہے، اور آپ کی خیریت مطلوب ہے، آپ کے حکم کے مطابق تعلیم و تلقین کر رہا ہوں، فائدہ بھی پہونچ رہا ہے۔ الحمدللہ"

کوشش کریں کہ جمعیت و توجہ اور حضور و واردات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائیں۔

.... اہلِ محبت سوز جگر کے ساتھ ساتھ گزشتہ احوال سے خطرہ میں اور آئندہ کے سوچ بچار میں رہتے ہیں، نہ معلوم آگے کیا پیش آئے۔

فقیر کا ذکر کسی سے نہ کریں اور نہ میرے متعلق ترغیب دیں، میرے ساٹھ سالہ سیر و سلوک کا حاصل یہ چار چیزیں ہیں (جو آگے آرہی ہیں) اور بس!

یہ آپ کی استعداد کی خوبی ہے کہ لوگوں کو آپ کی صحبت میں یہ حالات پیش آتے ہیں۔

(۱) دل شکستہ (۲) سینہ پرشتہ (۳) جان وارستہ (۴) دیدہ بدیدار جاں فزا بستہ۔

ے همہ اندر زمن بتو ایں است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

رویت حضرت حق سبحانہ، اور زیارت نبی برحق صلے اللہ علیہ وسلم بہترین مقامات ہیں۔

خط مرسلۂ اوائل ربیع الاول، ۲۰ ربیع الاول کو پہونچا تھا، اس کا جواب بھیجدیا گیا، اور اس جواب میں بھی یہی بات لکھی تھی۔

آپنے تنگی کے بارے میں لکھا ہے (لہذا) فقر کی فا سے فاقہ قاف سے قناعت اور را سے ریاضت، یہ اشارات نظر میں رکھیں۔

فقر کو ہم نے اور آپنے خود ہی اختیار کیا ہے، اب شکایت کیسی؟ استقامت، رضا، شوق لقائے جاں فزا، دوام عافیت اور

حاجات کی بر آمدگی کا سوال اللہ تعالیٰ سے بوقت سحر اور بعد نماز فرائض کریں، اس سے جمعیتِ قلب حاصل ہوگی، بددلی کیوں ہے؟ دل کو جمع رکھیں ۔ بندہ دعا سے غافل نہیں ہے، عزیزوں اور دوستوں کو سلام اور التماس دعا۔

نواب شمشیر خاں کے نام ۔ مکتوب (۱۰۳)

.... والا مناقب عالی مراتب ۔ نواب شمشیر خاں بہادر السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'۔

ایمان و عرفان میں ترقی یہ ہے کہ گویا حضرت حق سبحانہ کا مشاہدہ کر رہے ہیں، ترقی اسلام کی یہ ہے کہ اعمال ظاہر میں کامل حصہ ہو اور حبِ الٰہی کا ذوق بڑھ جائے، ترقی محبت میں یہ ہے کہ سوز و دروں اور نالۂ دلکشا سے شوق کو تازہ رکھیں اور صداقت میں ترقی یہ ہے کہ عمر "اخلاص صدیقاں" پر لگا دیں، ترقی جاہ و دولت دنیا یہ ہے کہ جہاں کو سخاوت سے معمور رکھیں، عافیت اور کامیابیوں کی دعا کی جاتی ہے، اور کامیابی نہیں ہوتی مگر ان ترقیات مذکورہ کے حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ان مطالب میں بہرۂ کامل عطا فرمائے اور دوام اذکار و اشغال کے ذریعے سب کو ان مقاصد سے محفوظ کرے۔

دو دن ہوئے کہ عنایت نامہ وارد ہوا اور ذات والاصفات کی خیر خیریت نے مسرت پہونچائی، الحمد للہ لکھا تھا کہ تین شخص جو حافظ کلام مجید ہوں، مقرر کر کے باندہ کو بھیجدیں، ہر حافظ بیس سپارے روز پڑھے، اس قدر تلاوت مشکل ہے، ایک شخص کا دو وقت میں ایک منزل پڑھنا آسان ہے (عامۃ المسلمین کے لئے) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ عمل یہی ہے، لیکن امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ، ایک رکعت میں ختم قرآن کرتے تھے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہر روز ایک قرآن ختم کرتے تھے ـــــ ارباب شوق و محبت اپنی زندگی عبادت میں گزارتے ہیں۔ زندگی بے بندگی کار آمد نہیں ہے ـــــ اللہ تعالےٰ آپ کو ہر جگہ خوش و خرم رکھے کہ آپ گوشۂ چشم عنایت بحالِ فقیراں رکھتے ہیں، درون خانہ اور جمیع اعزہ سے سلام کہیں اور اُن کو نماز، ذکر اور درود بر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نیز استغفار و کلمات طیبات کی تاکید فرمائیں۔

مکتوب (۱۰۴) سید احمد بغدادی کے نام۔

سیادت و منقبت مرتبت صاحبزادۂ عالی نسب ....

بعد سلام مسنون و دعائے حصولِ ترقی درجات، واضح ہو، الحمد للہ کہ فقیر عنایت الٰہی سے بخیریت ہے، شب و روز حلقہ و مراقبہ

میں باتباع پیران کبار، اپنے اوقات کو اچھی طرح بسر کر رہا ہے، (خانقاہ میں) طالبین کبھی ایک سو ستر اور کبھی اس سے کم رہتے ہیں اس وقت ایک سو چالیس ہوں گے، اگرچہ طالبین کی کثرت کے باعث ان کی جانب توجہ کم ہوتی ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فائدہ ہوتا ہے، عمر بھر جمعیت و حضور کا شغل رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنے فضل سے آپ کے ذریعے اور دوسرے لوگوں کے ذریعے جنھوں نے بعنایت الٰہی فیوض حاصل کئے ہیں ـــــ میرے طریقے کو پائدار اور باقی رکھے ـــــ عنایت نامہ آج ملا، مسرت بخش خطوط کے آنے سے میں بہت خوش ہوتا ہوں، شدت انتظار نے مکدر کر دیا تھا، الحمد للہ کہ عنایت الٰہی سے آپ کی تحریر کے ذریعے تکدر رفع ہوا، اُمید کہ (آئندہ) اپنے باطن اور اپنے معتقدین کے باطن کے متعلق لکھیں گے ـــــ (مریدوں میں سے) جس کسی کو حضور قلب" اور" لطیفہ نفس" حاصل ہو" وہ قابل اجازت ہے تقدیر الٰہی سے موافق و ناموافق جو کچھ ظاہر ہوا، اُس پر شکر و استغفار کرنا لازم سمجھیں اور اس امر پر غور کریں کہ یہ ناموافق صورتِ حال کس بات سے پیش آئی، اُس بات سے اعراض کرنا واجب جانیں۔

حضرت مولوی بشارت اللہ (بہرائچی) یہاں ایک سال رہ کر

وطن گئے ــــ خذ العفو و اعرض عن الجاھلین (عفو کو اختیار کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو) اس کو اپنی عادت بنائیں اور مجھ کو دعاؤں میں یاد رکھیں ــــ کیا ہی اچھی بات ہو گی کہ بغداد شریف اور اُس کے علاقے میں ــــ بخیریت پہونچ کر اشاعتِ طریقہ فرمائیں ــــ دوستوں کا سلام دوستوں کو پہونچا دیجئے۔

مکتوب (۱۰۷) مولانا[1] عبد الرحمٰن شاہجہانپوریؒ کے نام

(مولانا رومؒ کی طرف منسوب کئے ہوئے دو شعروں کے متعلق جو تفضیل امیر المومنین علی بر شیخین پر مشتمل تھے، معلوم کیا گیا تھا، اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں)۔

---

[1] آپ شاہجہانپور کے باشندے تھے، بہت سے بزرگوں کے پاس پہونچے کوئی مقصود حاصل نہیں ہوا، آخر بخدمتِ حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ حاضر ہوئے، منازل سلوک طے کر کے خلعتِ خلافت پائی، آپ اہلِ دنیا سے کلّیتہً بے تعلق رہتے تھے، ان کی جانب کوئی التفات نہیں کرتے تھے، نواب فرخ آباد آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، اور حاضر خدمت ہوا کرتے تھے، ان کی طرف بھی التفات نہیں فرماتے تھے، ضلع فرخ آباد و شاہجہانپور میں آپ کا سلسلہ رواج پذیر ہے۔
ضمیمۂ مقامات مظہری صفحہ ۲۴ للشیخ عبد الغنی ابن ابی سعیدؒ۔

جس کسی کو عقل ہے وہ جانتا ہے کہ جہاد[1] اکبر اور جہاد اصغر کا حکم تمام صحابہ رضؓ کے لئے ہے، اصحاب کرام دونوں قسم کے جہاد کرتے تھے، اور اعمالِ ظاہری میں "متابعتِ رسولؐ" کو لازم سمجھتے تھے صبر و توکل اور تسلیم و رضا، اعمالِ باطن ہیں، تلاوت، تہجد اور صدقات اعمالِ ظاہر ہیں، کوئی مسلمان نہیں ہے جو اِن اعمالِ ظاہر و باطن کو نہ کرے ورنہ مسلمانی کہاں رہے گی، پس اعمالِ باطن کو ترک کر کے محض اعمالِ ظاہر کو اختیار کرنا (حقیقی) مسلمانی نہیں ہے، حقِ صحابہ میں یہ گمان کرنا کہ وہ محض اعمالِ ظاہر کے عامل تھے "گمانِ رافضیاں" ہے۔

قرآن مجید سے مدحِ صحابہ ثابت ہے —— احمق لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے —— مگر مناقب جزئیہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بہت کچھ مروی و منقول ہیں، اُن مناقب سے اُن کی ضرور فضیلت ثابت ہوتی ہے، قدیم الاسلام ہونا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی ہونا، حضرتِ خاتونِ جنت کا شوہر ہونا اور فاتح خیبر ہونا وغیرہ مناقب تحفۂ اثناء عشریہ میں بھی ذکر کئے گئے ہیں، حضرت حق سبحانہٗ سے محبت اور اہلِ بیت عظام اور صحابہ کرام

---

[1] جہاد اکبر سے باصطلاح صوفیہ ریاضت و تزکیۂ نفس مراد ہے اور جہاد اصغر سے جہاد معروف مراد ہے۔

رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے یکمل طور پر محبت چاہتا ہوں ۔ اہلِ بیت رض اجزائے پیغمبر خدا ہیں، اور صحابہ کرام رض دینِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اشاعت کنندہ ہیں۔

غمِ مرگ اور غمِ آخرت نے مجھ کو گھیر لیا ہے، اللہ تعالےٰ بواسطۂ صحابۂ کرام رض واہلِ بیت عظام رض خاتمہ بالخیر فرمائے (آمین) نیز اللہ تعالےٰ عقیدۂ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح اور عقیدۂ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رح جو اُس کتاب عقائد میں مندرج ہے جس کا درس حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو دیا ہے اور سنت پر عمل، ترکِ بدعت اور روافض و خوارج کے افراط و تفریط سے اعراض واجتناب ہم مریدوں کو نصیب فرمائے تاکہ نجاتِ دارین حاصل ہو (آمین) ظاہر ہے کہ یہ دو شعر مولانا روم رح کی مثنوی کے نہیں ہیں، مولانا روم رح اہلِ سنت کے کامل ترین اولیاء و علماء میں سے تھے، تفضیلی نہیں تھے، اگر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسرارِ باطن (فقط) حضرت امیر المومنین علی رض سے فرماتے دیگر صحابہ رض سے نہ فرماتے تو اس آیت کے خلاف ہوتا "اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ کَافَّۃً" (ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے)۔

پس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علم ظاہر و باطن تمام

مسلمانوں کو تلقین فرمایا ہے، خود حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ "آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو علوم و احکام تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائے تھے وہی علوم مجھ کو تلقین فرمائے ہیں" ــــ لہذا حضرت علیؓ سے علوم باطنیہ کی تخصیص جیسا کہ بعض صوفیہ کہتے ہیں ــــ ثابت نہیں ہے ــــ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرائض و واجبات، اخلاق حسنہ، حسنِ معاملات، جہادِ اصغر، جہادِ اکبر، اتباعِ سُنن ہدیٰ، اعراض عن الدنیا اور اقبالِ بآخرۃ سب کو تلقین فرمائے ہیں۔

حضرت علیؓ کے ارشاد مذکور کی روشنی میں تصفیہ قلب اور تزکیۂ نفس نیز مرتبۂ احسان (کَاَنَّکَ تَرَاہُ) سب اصحابؓ کو حاصل ہوا مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے کثرتِ کرامات منقول نہیں ہے، اس لئے کہ ظہورِ خوارقِ عادت و کرامات، باعثِ فضیلت نہیں ہے، اولیاءؒ سے اس قدر کرامات مروی ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے مروی نہیں ہیں، وجہِ فضیلت، ترویجِ اسلام، موافقتِ مسلمانانؔ، اشاعتِ علومِ دین اور ردِ بدعتِ و محدثات سے اجتناب ہے، حضرت علیؓ کے اس قدر مناقب مروی ہیں کہ دیگر اصحاب کرامؓ کے متعلق مروی نہیں ہیں لیکن افضلیت، حضراتِ شیخینؓ کو حاصل ہے اس لئے کہ حضراتِ شیخین سے امورِ ارلعبہ مذکورہ کثرت سے صادر و ظاہر ہوئے ہیں

مکتوب (۱۰۸) شیخ غلام مرتضیٰ کے نام۔

بخدمت شریف شیخ صاحب ـــ بعد سلام مسنون گزارش ہے کہ رقیمۂ کریمہ وارد ہوا مسرت پہونچائی، اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔

(آپ کے لئے) اس ضعف پیری و مرض میں سفر ہرگز مناسب نہیں ہے، خلوت میں رہ کر درِ اختلاط روئے خلق پر بند کرکے گزشتہ اعمال پر استغفار و ندامت ہو اور مستقبل کے بارے میں اندیشہ ہو کہ نہ معلوم کیا پیش آئے تلاوت و درود اور تدارک مافات کے ساتھ ساتھ معمول کے مطابق برائے حصول ذوق ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات اگر جہر متوسط سے کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

دوام توجہ بحضرت ذات، نفی وساوس اور رجوع بمشائخ کرامؒ سے اوقات کو معمور رکھیں تو موجب قرب الٰہی ہے ـــ اللہ توفیق بخشے۔ آمین ـــ یہ پیر عمر ضائع کردہ فرصت نہیں رکھتا کہ ان اعمال میں مشغول ہو ـــ اس پیری اور ضعف قویٰ کے عالم میں اور ایسے مرض کی صورت میں کہ تلاوت و نماز مشکل ہے اور بغیر مدد کے اٹھنا اور استنجا و وضو کے واسطے جانا دشوار ہے، نیز مسجد میں اور اپنے پیر و مرشد کے مزار پر حاضر ہونا ایسا ہے جیسے طویل سفر کرنا، اس لئے

میں مزار تک بھی نہیں جا سکتا، لوگوں کا ہجوم اور دعا کے لئے ارباب حاجت کی آمد و رفت کا سلسلہ بہت زیادہ ہے۔ الحمد للہ کہ صالحین کے ساتھ تشبیہ اختیار کیا جاتا ہے من تشبہ بقوم فہو منھم۔ (جو جس قوم کا تشبہ اختیار کرتا ہے وہ اسی میں سے ہے)
میں اور یہ نعمتہائے متکاثرہ و متواترہ محض حضرت منعم حقیقی عم نوالہٗ کا فضل و انعام ہے اور حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات ہیں، نیز حضرت پیر و مرشد (مرزا مظہر جانِ جاناں رح) کی بے شمار نوازشوں کا نتیجہ جزاھم اللہ عنی خیر الجزاء ـــــ ایک گیاہ ضعیف کو نوازا اور خاک افتادہ کو ذلت و خواری سے بچا لیا ـــ اللہ اللہ۔

اگر بر روید از تن صد زبانم
کجا من شکر یک نعمت گزارم

(اگر میرے جسم پر سیکڑوں زبانیں اُگ آئیں تب بھی میں اللہ تعالےٰ کی ایک بھی نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔)
اپنے ساتھ اللہ تعالےٰ کے معاملات جمالی اور سلوک ہائے خوشحالی کس طرح بیان کروں وَاِن تعدو نعمۃ اللہ لا تحصوھا (اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو شمار نہیں کر سکو گے)

معاش کا معاملہ ہے تو وہ بھی فراغت در فراغت ہے، میرے اجداد میں سے شاید کسی کو اس کا سوانۂ حصہ بھی میسر نہ ہوا ہوگا، اگر معا کو لو تو فیوض، برکات اور کرامات اس فقیر پر اس طرح ہیں کہ معلوم نہیں ان نوادرِ حالات سے اس وقت کسی کو نوازا گیا ہو۔

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العٰلمین۔

(اس کے بعد مراقبہ کا طریقہ لکھ کر تحریر فرمایا ہے کہ)

جو کچھ نفلی نماز میسر ہو سکے اس کا معمول رہے، زبان کو لایعنی، لغویات، غیبت، سخن چینی اور عیب گوئی سے پاک رکھنا چاہیئے استغفار اپنے لئے تمام مسلمانوں کے لئے اور اس کے لئے جس کا کوئی حق تمہارے اوپر ہو لازم ہے ___ اگر کسی پر لعن طعن کیا ہو یا کسی کی غیبت و بدگوئی کی ہو تو اس کے لئے بھی استغفار لازم ہے ___ گزشتہ اعمال کی ندامت اور آئندہ کا اندیشہ نقد وقت ہونا چاہیئے آپکے صاحبزادہ شیخ فضل علی سلمہ اللہ تعالے بھی اس تحریر پر عمل کرنا ضروری سمجھیں ___ والسلام۔

تمام عزیزوں اور دوستوں کو اس ناچیز کا سلام کہیں اور دعاءِ خیر کو بھی کہیں ___ بات کم کرنا، مخلوق میں کم رہنا، کم بولنا

اور ہر امر میں توسط و اعتدال اختیار کرنا اور دوام ذکر ـــــ یہ باتیں طریقۂ والیان حق سبحانہ، ہیں ـــــ (میرے ضعف کا یہ عالم ہے کہ) ادنیٰ حرکت سے نماز میں سانس چڑھ جاتا ہے، اور ساق و ران کو تکلیف ہوتی ہے ـــــ اسباب حیات اور قوت اعضاء نے خیرباد کہہ دیا ارادۂ قادر قوی سبحانہ، سے (فقط) صورتِ حیات باقی ہے۔

غلبۂ احوال محبت کے ساتھ شہود حضرت حق سبحانہ کی کیفیت کے عالم میں ایسی موت کی آرزو کرتا ہوں جو ابن یمین کبروی کے اس قطعے کے موافق ہو۔

منگر کہ دل ابن یمین پرخون شد الخ

مکتوب (۱۰۹) روم کے علماء و صلحاء کے نام۔

(مولانا خالد رومیؒ کی تعریف و توصیف میں)

بعد حمد و صلوٰۃ ـــــ بخدمت علماء و فضلاء و حفاظ و امراء و حکام روم۔

گزارش ہے کہ مجمع فضائل ظاہر و باطن مولانا خالد سلمہ، اللہ تعالےٰ اشارۂ غیبی سے دہلی میں مجھ ناچیز کے پاس آئے اور فقیر کے ہاتھ پر سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کر کے اذکار و اشغال اور مراقبات میں مشغول ہوئے۔

عنایت الٰہی سے بواسطۂ مشائخ کرام ان کو حضور و جمعیت، بے خودی، جذبات، واردات، کیفیات اور حالات و انوار حاصل ہوئے اور نقشبندی سلسلہ کی نسبت قلبی سے مناسبت بہم پہونچائی ـــــ ان حالات و مقامات کو دیکھ کر، ان کو اجازت و خلافت دی گئی تاکہ طالبین کو تلقین و ارشاد کریں، اب وہ وطن میں پہونچ کر ریاضت اور نسبت باطن کی نگہداشت میں مشغول ہوئے ہیں اور ان کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی ہے، انھوں نے حضرت خواجہ نقشبندؒ کی روحانی توجہ سے اشاعت طریقۂ نقشبندیہ کا کام اس علاقہ میں کیا فالحمد للّٰہ۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، ان سے انکار و عداوت مجھ سے انکار و عداوت ہے، ان کا مقبول میرے پیرانِ کبار ـــــ یعنی خواجہ نقشبندؒ و خواجہ احرارؒ، و خواجہ محمد باقیؒ و حضرت مجددؒ کا مقبول ہے ـــــ ان کی تعظیم و تکریم اس ملک کے مسلمانوں پر ضروری ہے، ان مسلمانوں کے لئے حفاظت اور مزید حیات کی دعا اس فقیر پر واجب ہے خیر الناس من ینفع الناس بہترین آدمی وہ ہے جو مخلوق کو فائدہ پہونچائے۔

مولانا خالد کے وجود کو غنیمت سمجھیں اور ان کی محبت و دوستی اور رعایت آداب ضروری خیال کریں۔

اسلام ان چند اہم چیزوں پر مشتمل ہے ـــــ توحید، ایمان، اعمال

اور مرتبۂ احسان و تصدیق، مرتبۂ احسان جان دین مومنین ہے — سبحان اللہ۔ مولانا خالد کی صحبت میں یہ مرتبۂ احسان حاصل ہوتا ہے، آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے اعراض نقد وقت ہے عہد صحابۂ کرام رض میں ایک ایسا فیض پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پہونچتا تھا کہ جس سے سکینہ و اطمینان قوی ملتا تھا، آگے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی فیض دلہائے اولیائے پروار د ہوا۔

حضرت مجدد رح خواجہ محمد باقی رح کے اصحاب ہیں حضرت سید آدم بنوری، حضرت مجدد رح کے اصحاب ہیں اور مولانا خالد اس ناچیز کے اصحاب میں امتیاز رکھتے ہیں — حاسدوں کی ایذا و عداوت کو حضرت مولانا خالد رح سے دفع کریں اور ثواب کو پہونچیں ورنہ حق سبحانہ، ناصر و معین کافی ہے — حضرت مجدد رح نے اعتراضات کے جوابات خود لکھے ہیں، اور مخلصوں نے بھی جوابات لکھے ہیں۔

کلام اولیاء میں تاویل کی گنجائش ہے، تمام اولیاء اور حضرت مجدد رح کا کلام مشروع ہے بجائے اعتراض نہیں رکھتا معترضین کو بے ادبی سے منع کرنا چاہیئے کیونکہ منکر اولیاء محل خطرات میں ہے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ قلوب عارفین سے کبھی کچھ ایسے معانی برآمد ہوتے ہیں کہ الفاظ و عبارت ان کے مساعد و معاون نہیں

ہوتے ہیں ان کا ماننا ہی بہتر ہے ۔ مولانا خالد کی توجہ سے لاکھوں مسلمان ذکر قلب اور ذکر لطائف کو پہونچے ہیں، اور ڈاکہ زنی اور بدعت کو چھوڑ کر صالح بن گئے اور ہزاروں "حضور و جذبات" پر فائز ہو گئے ۔

اے بھائی انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ سعادت کہاں سے آئی ۔ حضرت وہاب سبحانہ نے ان فضائل تک ان کو بواسطۂ پیران نقشبند پہونچا دیا ہے، ہم ان سے امید دعا و ہمت رکھتے ہیں ۔

مکتوب (۱۱۰) مولانا خالد رومیؒ کے نام ۔

جامع کمالات ظاہر و باطن، مجمع فیوض الٰہیہ حضرت مولانا خالد سلمہ اللہ تعالےٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

الحمد للہ کہ آج کی تاریخ ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۳۷ھ تک فقیر بخیریت ہے اور مشائخ کرامؒ کے حکم کے مطابق تعلیم و تلقین طریقہ میں اپنے اوقات معمور رکھتا ہے، رقیمۂ کریمہ وارد ہوا، اخبار خیریت نے مسرور کیا، اشاعت طریقہ جو آپ کے ذریعہ ہو رہا ہے اور طالبین کو جو فیض آپ کے ذریعہ پہونچ رہا ہے، وہ منعم حقیقی کی درگاہ میں کروڑوں حمد و شکر کا، آں حضرت پر ہزاروں درود و صلوٰۃ اور مشائخ کی بے شمار تعریف و توصیف کا موجب ہے (یہ امر بھی قابلِ صد شکر

ہے کہ آپ جیسا مقبول بارگاہِ الٰہی ظاہر ہوا، حضور و توجہ اور یادداشت (جس کو مرتبۂ احسان و شہود و مشاہدہ کہتے ہیں) کے سبب سے دل کا وسواس اور آرزو سے خالی ہونا اور دل کا حضرت حق سبحانہٗ کی طرف توجہ میں مستغرق رہنا یہی ہے مشاہدہ اور یہی ہے غایت تمنائے عارفاں (الحمد للہ) یہ امر آپ کے ذریعہ اس ملک میں رواج پذیر ہوا اور لوگ اتباع شریعت پر بہت زیادہ قائم ہو گئے، یہ کام بھی آپکے ذریعہ ہوا، اللہ تعالٰے اس نسبت شریفہ کا اس سے زیادہ رواج بخشیں آمین۔ آپ کے مستفیدین پر جو درحقیقت میرے مستفیدین ہیں بلکہ جمیع محبین و مخلصین پر آپ کی رضائے خاطر اور ہر امر میں آپ کی اتباع لازم ہے۔

اگر اعمال میں کچھ فتور ہو اور خدمت مرشد میں اخلاص باطن باقی ہے تو مزید خراب نہیں ہوتا۔

(آرزو ہے کہ) بدیدۂ گریاں و بسینۂ بریاں اس جہاں سے جاؤں۔

ع مصحف بکف و پا بره و دیده بدوست

ہر فیض جو کہ امت پر وارد ہوا وہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے مگر ظہور کے لحاظ سے محل کی خصوصیات ضروری ہیں، نور آفتاب شیشوں میں حسب الوان رنگہائے گوناگوں میں چمکتا ہے، اسرار توحید

وجودی بسیر لطیفۂ قلب میں ظاہر ہوتے ہیں ۔

زدریا موج گوناگوں برآمد
زبے رنگی برنگ چوں برآمد

یہ توحید غلبۂ محبت کے شعبدوں میں سے ایک شعبدہ ہے، جو ذکر، مراقبہ عبادت اور خلوت سے حاصل ہوتا ہے غلبہ محبت کی وجہ سے مجنون جس طرف نظر ڈالتا تھا، لیلیٰ کی صورت کا مشاہدہ کرتا تھا، حضرت مجددؒ نے دوسرے قسم کی توحید (توحید شہودی) بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ مشرب انبیاء علیہم السلام یہ ہے کہ حق حق اور عبد عبد ہے (مکرر) یہ بات کیا لکھوں کہ آپ کے مستفیدین و محبین سب کے سب آپ کے تابع رضا رہیں اور کوئی شخص کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ کرے والسلام

مکتوب (۱۱۲)

(حضرت مجددؒ پر طعن کرنے والوں کا جواب)

وبہ نستعین۔ قال اللہ سبحانہ۔ وکان حقاً علینا نصر المؤمنین
(ہمارے فضل پر مومنوں کی نصرت واجب ہے)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی سرہندیؒ نے حفظ قرآن اور تحصیل علم کے بعد طریقۂ چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ اپنے والد ماجد سے ۔۔۔ جو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے سلسلہ میں

خلیفۂ و مجاز تھے ۔ حاصل کیا تھا اور طریقۂ کبرویہ شیخ یعقوب کشمیری رح سے حاصل کیا اور حضرت شیخ المشائخ خواجہ محمد باقی احراری سے طریقۂ نقشبندیہ اخذ کیا، حضرت خواجہ باقی باللہ رح کی صحبت اور توجہات کی برکت سے آنجناب نے نسبت نقشبندی حاصل کی نسبتِ دوام آگاہی اور حضورِ حضرت حق سبحانہ کا دوسرا نام ہے، عنایت پیر و مرشد کی برکت سے اور جذباتِ فضلِ الٰہی سے طریقۂ جدیدہ ان کو مرحمت ہوا، اور یہ طریقۂ لطائف عشرہ کو متضمن ہے اور کچھ ان کے علاوہ کو بھی، ہر لطیفہ کیفیت علم و معرفت جدا رکھتا ہے، الحمد للہ کہ علماء و عقلاء اس کے حق ہونے پر شہادت دیتے ہیں، توجہ بقلب، نسبت باطن، توجہ بحضرت حق سبحانہ کہ اس کو مرتبۂ احسان کہتے ہیں، ترک بدعت، اتباع سنت مثل اصحاب کبار، اخلاص اور اولیاء کی خدمت میں نیازمندی حضرت مجدد رح کا طریقہ ہے اور جو لوگ بے سوچے سمجھے حضرت مجدد رح کے کلام پر اعتراض کرتے ہیں، مخلصوں نے ان اعتراضات کے جواب دیے ہیں، ان کے کلام پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

پس اس طریقہ پر جو طریقۂ اصحابِ کرام ہے حضرت مجدد رح اور مجددیوں کو کافر کہنا یہ کیا مسلمانی ہے؟ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص

کسی مسلمان کی تکفیر کرے اگر وہ کافر نہیں ہے تو کہنے والا خود کافر ہو جائے گا اور عقیدۂ اہلِ سنت و توجہ بحضرت حق سبحانہ، اور اتباع سنت و ترکِ بدعت نیز اخلاصِ حضراتِ مشائخ اگر کفر ہوگا تو پھر دینِ اسلام کیا ہے، جاننا چاہیئے کہ مشائخ عظام عقیدۂ اہلِ سنت وجماعت اور ترک بدعت پر کاربند تھے، لیکن تعزیہ بنانا مرثیہ پڑھنا، سامنے تصویر رکھنا، پتھر تراش کر اور قدم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نام رکھ کر مخلوق کو سنگ پرست بنانا، عورتوں کا ناچ دیکھنا، داڑھی کٹانا، قومہ، جلسہ اور طمانیت ترک کر کے نماز ضائع کرنا، اور لہو ولعب، مرغبازی اور نغمۂ تار و طنبور وغیرہ باتوں کو عمل میں لانا، بزرگوں کا طریقہ نہیں ہے، ان باتوں کو حلال جاننا کفر ہے ورنہ فسق تو ضرور ہے، عجب مسلمانی ہے کہ طریقۂ صحابہ کو کفر کہتے ہیں اور خود یہ کہ مذکورہ معاملات کرتے ہیں۔

گرمئی قلب کی وجہ سے تاثیر اور کشف اور خرق عادات یہ باتیں کفار سے بھی ہو جاتی ہیں، ظاہر و باطن میں اتباع پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کرنا صراط مستقیم ہے اور یہی مسلمانی ہے اور نزولِ قرآن اسی واسطے ہوا ہے، اللہ تعالےٰ اس فقیر مسکین اور جمیع مسلمانوں کو یہ بات عطا فرمائے اور اس پر ہمت کے ساتھ رکھ کر مخلصین و محبین میں کر دے۔

مکتوب (۱۱۳) بنام سید احمد بغدادی (در جواب عریضہ)

سیادت و شرافت مرتبت حضرت سید احمد سلمہ اللہ تعالےٰ ___

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

دو ایک عنایت نامے پہونچے۔ مسرور و شاد کام کیا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ ان عنایت ناموں نے آپکے محاسن صفاتِ ذاتیہ اور مکارم اخلاق پر خوب وثوق کے ساتھ واقف کرایا اور مندرجہ پر مطلع کیا۔

حق یہ ہے کہ آپ جیسے عزیزوں کا موجود ہونا یعنی مولانا خالد[۱]، سید اسمٰعیل، میاں ابو سعید اور ان کے صاحبزادہ احمد سعید اور میاں رؤف احمد اور مولوی بشارت اللہ و مولوی کرم اللہ اور دیگر اعزہ سلمہم اللہ و جعلہم اللہ للمتقین اماما کا اس طریقہ میں داخل اور

---

[۱] آپ دہلی میں پیدا ہوئے شاہ عبد القادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبد العزیزؒ سے تحصیل علم کی اور مدت تک ان حضرات کی خدمت میں رہ کر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے بیعت کی۔ ۱۲۴۳ھ میں حرمین شریفین گئے حج و زیارت سے فارغ ہو کر سورت پہونچے اور وہاں کے علماء و مشائخ نے علم روحانی و فیوض حاصل کئے۔ پھر دہلی آئے اور پھر حج کے ارادہ سے سورت آئے اور ۱۲۵۲ھ میں وہیں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

کما فی الحدیقۃ الاحمدیہ (نزہۃ الخواطر جلد ہفتم)

اس فقیر سے منسوب ہونا اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتوں میں سے ہے جو شکر و سپاس سے مستغنی ہیں ؎

از دست و زبان کہ برآید
کز عہدۂ شکرش بدر آید

(یعنی کس کے ہاتھ اور زبان سے ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ شکر سے عہدہ برآ ہو جائے)

شکر نعمتہائے حق چنداں کہ نعمتہائے حق

امید کہ اپنے قلبی حالات اور مستفیدین کے حالات (دوام توجہ، حضور، جذبات اور واردات متواترہ) کو لکھ کر مسرور فرمائیں گے۔

ہم لوگ کہ فضلِ الٰہی سے فقر محمدی کی زیب و زینت سے مشرف حاصل کئے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو دائمی شکر و رضا اور تسلیم پر فیصلہ قضا عطا فرمائے۔

رضیت باللہ ربًّا و بمحمدٍ نبیًّا۔ اَللّٰھُمَّ ارزقنا حبك وحب حبيبك ورضائهٗ وشفاعتهٗ۔

(میں راضی ہوا اللہ تعالیٰ سے اس کے رب ہونے پر اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر۔ اے اللہ ہمیں اپنی اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما اور اپنی رضا، ان کی رضا اور ان کی شفاعت

(بھی) آمین۔

...... ہم ضعیف، تکالیف، فقر کی طاقت نہیں رکھتے ہیں، ہم اللہ تعالےٰ سے تنگدستی، تنگیٔ دنیا اور تنگیٔ آخرت سے پناہ مانگتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ سے دونوں عالم میں دوام عفو و عافیت مانگتے ہیں اور شکر و رضا کی توفیق مانگتے ہیں۔

مکتوب (۱۱۴) بنام حاجی عبداللہ بخاری۔

بعد حمد و صلوٰۃ ـــــ اس شہر (دہلی) کے بعض فقراء تسخیر اور رجوعِ خلق کے لئے اسماء پڑھتے ہیں اور تعویذ لکھتے ہیں ـــــ اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کی تفضیل خلفائے ثلثہ پر کرتے ہیں (محرم میں) تعزیے بناتے ہیں، مرثیے سنتے ہیں اور ان دونوں کاموں کا حکم کرتے ہیں، طنبورو سارنگی سنتے ہیں، اور بدعتوں کو انھوں نے اپنا طریقہ بنا رکھا ہے ـــ فاسقوں سے ملنے ملانے کو اپنا پیشہ کر لیا ہے جلسہ اور قومہ نماز میں ترک کرتے ہیں اور جماعت اور جمعہ کے بھی تارک ہیں ـــ یہ امور متقدمین صوفیہ میں ہرگز نہیں تھے ـــ علمائے اہلِ سنت و جماعت نے ایسی بدعتوں سے پرہیز کیا ہے، معاذ اللہ کہ یہ اعمالِ ممنوعہ صحابہ کرام رضؓ میں ہوں ـــ جو شخص دینِ اسلام پر جینے اور مرنے کا خواہش مند اور دلدادہ ہو وہ ان دین کے چوروں

سے دور رہے۔

ذکر و شغل اور حبس دم سے گرمی و شورش پیدا ہو جایا کرتی ہے

—— کشف معتبر نہیں ہے، جوگی بھی کشف رکھتے ہیں —— فاعتبرو

یا اولی الابصار ——

دین و دنیا جمع نہیں ہوتے، دنیا کے واسطے دین کو برباد کرنا عقل کی بات نہیں ہے، مشائخ بخارا شریف توکل و تفویض کو اختیار کر کے عملیات اور ان باتوں سے احتراز کرتے ہیں جو ذریعۂ رجوعِ خلق ہوں اور دل کو پریشان کرتی ہوں —— انھوں نے عقیدۂ سلفِ صالحین کے ساتھ ساتھ عملِ سنت، عزیمت اور ترکِ بدعت کو اختیار کیا ہے —— حرام اور مکروہات سے جو کیفیت حاصل ہو اس سے احتراز کیا ہے —— حرام کے ذریعے جو بات حاصل ہو وہ بھی حرام ہے، ذکرِ خفی، مرتبۂ احسان کی حفاظت اور دوام توجہ بمبدءِ فیاض اُن کا طریقہ ہے —— ان اکابر کی توجہات سے دل بلکہ تمام لطائف جاری ہو جاتے ہیں نیز توجہ و حضور، غیر سے خالی دل، اور جذبات و واردات اور احاطۂ انوار ظاہر و باطن اُن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے (یہ لوگ) دل کو غیر کے خطرے سے ہٹا کر حضور و مشاہدہ کے ساتھ اعمالِ سنت و عزیمت سے باطن

آراستہ کرتے ہیں۔

سبحان اللہ یہ عجیب سعادت و عبادت ہے۔ اے اللہ اپنے حبیب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اور ان مشائخِ کرامؒ کے صدقے میں اس مرتبے کو نصیب فرما۔

طریقۂ حضرت مجددؒ ان معانی کا حصول ہے تمام لطائف میں

ع والارض من کاس الکرام نصیب

(سخیوں کے پیالے سے زمین کو حصہ ملتا ہے)

مکتوب (۱۱۵) شاہ رؤف احمد رام پوری جامع مکتوبات کے نام۔

بخدمت شریف صاحبزادۂ عالی نسب — شاہ رؤف احمد صاحب — بعد سلام مسنون واضح ہو الحمد للہ کہ ۲۲ ذی الحجہ[1] تک خیر و عافیت ہے لیکن ضعف انتہائی درجہ میں غالب ہے اللہ تعالےٰ عاقبت بخیر فرمائے، دعا و توجہ سے مدد فرمائیں کہ ایمان کے قول و فعل پر خاتمہ ہو۔ آمین۔ آپ کی خیر و عافیت سلامتی اور استقامت درکار ہے — عنایت نامہ نے بعد انتظار بسیار وارد ہو کر اخبار خیریت سے مسرور کیا — آپ نے طالبین کے رجوع، اُن کے

---

[1] سنِ تحریر یہاں پر درج نہیں ہے۔

احوال اور اپنی توجہ کی تاثیر کو جو لکھا ہے اس سے دل بہت خوش ہوا، الحمدللہ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

اگر اس[1] جگہ طریقہ رواج پذیر ہو اور طالبین زیادہ ہوں تو وہاں ٹھہرنا مناسب ہے، استخارہ ہر امر میں ضروری ہے، میاں بشارت اللہ جیوا بھی تک نہیں آئے ہیں۔ شاید تشریف لائیں۔

مولوی محی الدین قصوری کا خط پہونچا، انھوں نے لکھا ہے کہ بہت سے لوگ برائے اخذ طریقہ آتے ہیں اور فوائد پاتے ہیں، اس بات سے دل بہت خوش ہوا، میں نے ان کو لکھا ہے کہ ملاقات روحانی حاصل ہے اور تمھارے حال پر عنایت شامل ہے، اس طرف (دہلی) آنے میں توقف کریں، گل محمد نے کابل میں قبولیت پائی ہے، آپ مقبولانِ بارگاہ الٰہی کے طفیل میں اس نامقبول کو بھی اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرمائے والسلام ــــ بندے کو دعائیں یاد رکھیں، شیخ جلیل الرحمٰن سلام پہونچاتے ہیں۔

مکتوب (۱۱۸) شاہ رؤف احمد رافت رام پوریؒ کے نام

(اپنے ضعف کا بیان اور نصائح)۔

---

[1] بلدۂ بھوپال۔

بخدمت شریف عالی مراتب والامناقب حضرت میاں رؤف احمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

الحمدللہ (آج کی تاریخ) ۱۵ ر شوال[1] تک عافیتیں حاصل ہیں، مگر ضعفِ پیری اور ضعف قلب غالب ہے، اللہ تعالیٰ عواقبِ امور بخیر فرمائے، مدت ہوگئی کہ اخبار خیریت بھیج کر انتظار کو دور نہیں فرمایا۔ امید ہے کہ اپنے احوالِ باطن اور مستفیدین کے احوالِ باطن لکھتے رہیں گے ــــ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ واسعہ سے امید کامل رکھتے ہوئے ــــ بتوسلِ ارواحِ پیرانِ کبار علیہم الرحمہ ــ کار ماموریں مستعد رہیں۔ کوئی اندیشہ نہ کریں ــــ فقیر بھی دعا اور توجہ سے غافل نہیں ہے، انشاءاللہ ترقیاتِ ظاہر وباطن نقدِ وقت ہوں گی ــــ ہر امر میں دو رکعت نماز پڑھنا اور دعا وتضرع لازم سمجھیں، کوئی نعمت اس سے بہتر نہیں ہے کہ ظاہر وباطن اعمالِ مصطفویہ ﷺ سے آراستہ اور دل غیر کے تصور سے پاک ہو ــــ خدائے تعالیٰ ہم کو اور آپ کو یہ نعمت نصیب فرمائے ــــ قل اللہ ثم ذرھم ــــ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ــــ کتب تحصیلی ــــ ہدایہ ونہایہ، توضیح وتلویح، مسلم الثبوت،

---

[1] سن درج نہیں ہے۔

شرح وقایہ، کنز الدقائق اور کتب حدیث ـــ تفسیر بیضاوی، مدارک جلالین اور مکتوبات شریفہ (یعنی مکتوبات حضرت مجددؒ) عوارف قشیری اور تعرف جو کتاب بھی ان کتابوں میں سے بہم پہونچے بھیجدیں اور اس کی قیمت بھی مجھ سے طلب کریں، رسالہ حد فاصل کتب خانہ حضرت سراج[1] احمد رحمۃ اللہ علیہ میں ضرور ہو گا، اگر مل جائے تو بھیجدیں۔

مکتوب (۱۱۹) شاہ رؤف احمد رام پوریؒ کے نام۔

از طرف فقیر عبد اللہ معروف بہ غلام علی ـــ بخدمت شریف عالی مراتب ـــ حضرت میاں رؤف احمد صاحب ـــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ـــ آج بتاریخ ۱۶ شوال[2] ـــ عباد اللہ نے رقیمۂ کریمہ پہونچایا ـــ اخبار خیریت نے مسرور کیا ـــ القاب و آداب میں مبالغہ آرائی کرنے سے میں نے بارہا منع کیا ہے ـــ اللہ تعالےٰ اپنی رضا اور اپنے حبیب کی رضا کے موافق زندگی بنائے ـــ اپنی کوتاہی کے اظہار کے کلمات جو آپ نے تحریر کئے ہیں وہ "فنا" کی اطلاع دینے والے ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ نے فرمایا ہے قضائے عالم قدس میں

---

[1] حضرت مولانا سراج احمد محدث مجددی رامپوری آپ نے ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ [2] یہاں بھی سن درج نہیں ہے۔

اُڑان کے لئے دو پر پرواز ہیں ۔ (۱) کثرت اعمالِ (صالحہ) (۲) دید قصور

اللہ تعالےٰ ایسا کرے کہ ان دو بازوؤں کے ذریعہ ہمیں اپنی نیستی میں اُڑان اور اُس کی ہستی مطلق کے شہود میں استغراق نصیب ہو جائے ۔ اللہ تعالےٰ تمام اضافتوں اور نسبتوں کا انقطاع عطا فرمائے ۔

ع تو مباش اصلاً کمال اینست وبس

اگر اُس جگہ طالب جمع ہو جائیں تو وہیں اقامت بہتر ہے ۔ اگر مسافتِ بعیدہ کا سفر آسان ہو اور استخارہ اور شہادتِ قلبی راہبر ہو جائے اور پھر یہ دولت (ملاقات) میسر ہو جائے تو بہت مبارک ہے یہ کلیۂ احزان (خانقاہ دہلی) آپ کے قدومِ میمنت لزوم کی ہر وقت مشتاق ہے ۔

یہ نعمت بھی کیا عجیب نعمت ہوگی کہ کچھ دن خود رفتگی کے ساتھ فنا کے عالم میں باہم زندگی گزاریں ۔ والسلام

مکتوب (۱۲۰) شاہ رؤف احمد رامپوری کے نام ۔

(احوال مرض میں مع مواعظ و پند) ۔

بخدمت شریف صاحبزادۂ ولایت نسب حضرت شاہ رؤف احمد صاحب بعد سلام و نیاز و التماس دعا ۔ گزارش ہے کہ آج کی تاریخ ۶ ربیع الاول [1]

[1] سن درج نہیں ہے ۔

تک خیریت ہے، مگر ضعفِ پیری اور ضعفِ قلب غالب ہے ۔۔۔ اور خارش تکلیف پہونچا رہی ہے ۔۔۔ اللہ تعالےٰ عاقبت بخیر کرے ۔۔۔ دعا، توجہ اور کلمۂ طیبہ کے ثواب سے مدد فرماتے رہیں۔ اس کلبۂ احزان (خانقاہ) کی آبادی کے لئے دعا فرمائیں کہ یہ جگہ اس طریقۂ شریفہ کے درویشوں علمِ تفسیر و حدیث اور علمِ فقہ و تصوف جاننے والوں کا مسکن بنی رہے (آمین)[1]

اس طریقے میں حسبِ ذیل امور درکار ہیں۔

دست شکستہ، پائے شکستہ، زباں بریدہ ۔۔۔ دین درست، یقین درست اور ایسا دل جو ماسوا سے بیگانہ ہو ۔۔۔ (طالب) آرزو کے پورا ہونے کے غم میں بیٹھا ہو ۔۔۔ آنکھ دوست کی طرف کئے ہوئے ہو، جگر آہِ اشتیاق سے جلائے ہوئے ہو ۔۔۔ (اس کا) ہر بُنِ مو اور دیدۂ دل سجدۂ محبت کو حاصلِ زندگی بنائے ہوئے ہو ۔۔۔

---

[1] اللہ تعالےٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ مدتوں اس خانقاہ میں درس و تدریس علومِ دینیہ کا سلسلہ جاری رہا، قاسم العلوم حضرت مولانا نانوتویؒ اور قطب الوقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اسی خانقاہ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی فاروقیؒ پسر حضرت شاہ ابو سعیدؒ سے صحاح ستہ کے اسباق پڑھے اور سندِ حدیث لی، علم و حکمت کے ان ہر دو روشن مناروں کے توسط سے ہند و بیرونِ ہند میں مسلسل فیض پہونچ رہا ہے۔

رضا بقضا اپنی عادت بنالی ہو۔ ع

اے خدا قربان احسانت شوم

معلوم نہیں کس کو نوازیں۔ رب انّی مسّنی الضرّ وانت ارحم الراحمین۔

اے اللہ اس خاکسار کو عارفوں کے اس انتہائی مقصد تک پہونچا (آمین)۔ اگر کسی سبب سے بغیر کوشش کے نوازیں تو کوئی تعجب و مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت ابو سعید اور ان کے صاحبزادے (شاہ احمد سعید) اور آپ (شاہ رؤف احمد) اور مولوی بشارت اللہ (بہرائچی) میرے برگزیدہ اصحاب ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو سلامت رکھے۔ کل آپ کے عنایت نامہ نے جو کئی دن کا لکھا ہوا ہے مژدۂ صحت و عافیت سنا کر مسرور کیا۔ ہمیشہ عافیت کے ساتھ سلامت اور رضائے خداوندی کی توفیق یافتہ رہیں۔

آج ۶ ربیع الاول کو صحیفۂ شریفہ جو ایام مرض میں لکھا تھا وہ پہونچا۔ اس کے مندرجات نے ملاقات اور دعاہائے گذشتہ کی طرف مائل کر دیا، امید کہ اثر ظاہر ہوا ہوگا، جو احوال آپ نے لکھے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان احوال کو آنجناب اور اس عمر ضائع کردہ کے احوالِ دائمی بنا دے اور آپ سلامتی، عافیت اور

استقامت کے ساتھ اس طریقۂ شریفہ کے رواج دینے والے رہیں،
شرح وقایہ، ہدایہ، تلویح و توضیح اور کتبِ تحصیلی اور کتب حدیث
شریف اور مقامات حریری، کوئی تفسیر اور وہ جو تفسیر آپ نے لکھی ہے
(تفسیر رؤفی) درکار ہیں، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو طلب کی جائیں گی،
والسلام بخدمت بزرگاں و عزیزاں و دوستاں سلام و دعا۔

مکتوب (۱۲۳) شاہ رؤف احمد کے نام (احوال مرض میں)

بخدمت شریف صاحبزادۂ ولایت نسب حضرت رؤف احمد
صاحب ..... بعد سلام مسنون و دعائے عافیت گزارش ہے،
الحمد للہ اس جگہ خیریت ہے مگر ضعف نے غلبہ پالیا ہے، اللہ تعالیٰ
عاقبت بخیر فرمائے، دعا، توجہ اور ثوابہائے تہلیل اور ثواب قرآن
سے مدد فرماتے رہیں ــــ کچھ دنوں سے خارش لاحق ہو گئی ہے،
یہ سزائے اعمال ہے، اس شہر (دہلی) میں اس وقت بخار اور خارش
سے شاید ہی کوئی بچا ہو، مگر اس بخار سے لوگ مرتے کم ہیں۔
مولوی بشارت اللہ اپنے والد کے بلانے پر وطن چلے گئے انھیں
چاہیئے تھا کہ اس وقت میں مجھے نہ چھوڑتے ــــ اس انتہائی ضعف
میں اور زندگی کے قریب بموت ایام میں اللہ کی رحمتِ واسعہ سابغہ
مجھے کافی ہے ــــ یہ عنایت نامہ مدتوں کے بعد پہونچا معلوم نہیں کیوں

تحریر خط میں دیر کیوں ہوئی، بیماری کے لاحق ہونے کو لکھا ہے، اللہ تعالٰی شفا بخشے پورے تضرع کیساتھ دعا کی گئی ہے انشاءاللہ مرض میں تخفیف ہوئی ہوگی اور دعا پھر بھی کی جائے گی ــــــ عافاکم اللہ وسلمکم۔

آپ نے اپنے باطن شریف کے احوال اور جو کوئی استفادہ کے لئے آتا ہے اس کے احوال نہیں لکھے، ہمیشہ ان احوال کو لکھتے رہیں ــــ حضرت حافظ ابوسعید صاحب اور اُن کے فرزند لکھنوٗ میں تشریف رکھتے ہیں وہاں ان سے لوگ فائدہ حاصل کرنے آتے ہیں ــــ اللّٰھم زد فزد ــــ

مکتوب (۱۲۵) شاہ ابوسعید مجددیؒ کے نام۔

(یہ مکتوب مرض الموت میں لکھا گیا)

بجناب صاحبزادۂ عالی نسب ــــ حضرت شاہ ابوسعید صاحب

ــــ بعد از سلام مسنون اور دعائے عافیت ــــ واضح ہو کہ فقیر کے کئی خطوط آپ کے طلب کرنے کے لئے بھیجے گئے ــــ معلوم نہیں کہ وہ خطوط خدمت میں پہونچتے ہیں یا راستے میں ضائع ہو جاتے ہیں ــــ احوال مزاج فقیر بہت سقیم ہیں "طاقتِ نشستن" نہیں رہی ہے، ہجوم امراض ہے، ندائے رحلت دے دی گئی ہے، فقیر کے

دل کو آپ کے دیکھنے کے سوا کوئی آرزو نہیں ہے بلکہ غیب سے القا ہوتا ہے کہ ابوسعید کو لکھنؤ سے یہاں بلا لینا چاہیئے ۔ حضرت مجددؒ کی روحانیت بھی اس کی متقاضی ہے ۔ اور میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ آپ کو اپنی گود میں بٹھائے ہوئے ہوں اور وہ منصب جس کے آثار عنقریب آپ کی طرف عائد ہوں گے آپ کے سپرد کر رہا ہوں، خانقاہ آپ کو مبارک ہو ۔ بہت جلد آئیں ۔ وتوکلاً علی اللہ اس جگہ آکر بیٹھیں، اگر بصدقۂ پیرانِ کبار اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قبول کیا تو میں توجہ و ہمت میں کوتاہی نہ کروں گا ۔

جو فتوح غیب سے پہونچے اپنی اور اپنے وابستگان کی ضروریات میں خرچ کریں اور جو کچھ باقی رہے وہ فقراء پر تقسیم کریں ۔ سب اہلِ خانقاہ اور اکثر باشندگانِ شہر دہلی آپ کو چاہتے ہیں، جیسے کہ احمد یار، ابراہیم بیگ، میر خورد، مولوی عظیم اور مولوی بشیر محمد بلکہ جمیع مردانِ شہر بار بار کہتے ہیں کہ میاں ابوسعید اس لائق ہیں کہ اس خانقاہ میں بیٹھیں ۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب اور اکثر اعزۂ شہر آپ کے اخلاقِ حسنہ، مسکینی، شگفتگی، حفظ و مشغولی اور بردباری پر نظر کر کے آپ کی بلا شرکتِ غیرے طلبی کے مُجوّز (محرک) ہوتے ہیں ۔ بہر صورت اس طرف کا قصد کریں

جو پالکی[ل] یا گاڑی میں آئیں ۔۔۔ کہاروں (اور گاڑی) کی اُجرت یہاں دے دی جائے گی ۔

اہلِ خانقاہ کا اتفاق رائے اس پر ہے کہ آپ کو بلا لینا چاہیئے، اور مجھ کو بھی الہام ہوا ہے کہ اس کام کی قابلیت فقط آپ کے اندر ہے استخاروں کے بعد تنہا آئیں کسی اور کی ضرورت نہیں ہے ۔

اس جگہ رہیئے اور طریقۂ شریفہ کو رواج دیجئے اور تدبیرِ معاش کو اللہ کے حوالے کر دیجئے! حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) حصولِ رزق کے واسطے وعدۂ الٰہی کافی ہے ۔۔۔ سب دھندے چھوڑ کر آجایئے ۔۔۔ ہمارا وقت آخر ہو گیا ہے ۔۔۔ ہمارے باقی ماندہ چند انفاس کو دیکھئے اور فیض اٹھایئے ۔۔۔ شاید یہ آرزو وقوع میں آئے ؎

مرگ آرزو کنم چو شوی مہربان من
یعنی بہ بخت خویش مرا اعتماد نیست

(اگر تو مجھ پر مہربان ہو جائے تو میں موت کی آرزو کروں اس لئے کہ مجھے اپنے بخت پر اعتماد نہیں ہے نہ معلوم کس وقت مہربانی کا سلسلہ بند ہو جائے)۔

[ل] پالکی جیسی ایک سواری کا نام ہے۔

لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ ان دو آدمیوں (یعنی ابوسعید اور احمد سعید) میں سے کسی ایک کو متعین کیجئے وصیت نامے کے کاغذ میں اپنی مہر لگا کر اور ہر سہ[1] میاں صاحبان اور دیگر اعزہ کی گواہی سے آپ کے نام کو اولی اور الیق لکھ چکا ہوں — اب بھی آپ ہی کو ترجیح دیتا ہوں — برخوردار احمد سعید کو لکھتو ہیں چھوڑ کر میرے خط کے پہونچتے ہی سب کو خیرباد کہہ کر ہمارے پاس آجائیں — ہماری قبر اسی خانقاہ کے صحن میں ہوگی — اور تبرکات گنبد تنگ کے سرہانے رہیں گے — آپ کے متعلقین یہاں جب آئیں گے تو حویلیوں میں رہیں گے اور آپ اس جگہ (خانقاہ میں) رہیں گے، تمام اخراجات خانقاہ آپ کی مرضی کے مطابق ہوں گے جس طریقے پر مناسب سمجھیں خرچ کریں اور بردباری و تحمل کے ساتھ بسر کریں — میرے لئے حسن خاتمہ، لقائے جاں افزا اور اتباع حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں — زیادہ والسلام —

---
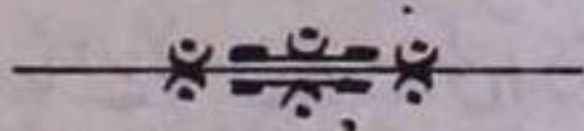
[1] حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ رفیع الدینؒ و حضرت شاہ عبدالقادرؒ۔

تذکرۂ خلفاء

حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ

یک چراغ است دریں بزم کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند!

مشہور درویش و محدث حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے ایک مرتبہ اپنے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ سے فرمایا "تم نے کوئی عشق کی دوکان بھی دیکھی ہے؟" مولانا محمد علی نے سکوت فرمایا۔ آپ نے فرمایا ہم نے دو دوکانیں دیکھی ہیں ایک شاہ غلام علی صاحب کی اور دوسری حضرت شاہ آفاقؒ کی (اول الذکر کی طرح) اس (دوسری) دوکان میں (بھی) عشق کا سودا بکا کرتا تھا[1]"

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے بعد ان کے جانشین اور خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ (م ۱۲۴۰) نے خانقاہ مظہریہ کو عشق و معرفت کے نغموں سے معمور رکھا ایمان و یقین اور اعتماد و توکل کے جلووں سے اس کی رونق کو دوبالا کر دیا۔ اللہ اور اس

---

[1] تذکرہ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کے جذبات سے قلوب سالکین کو گرمادیا اور کیفیات باطنی کی تاثیرات سے اپنے مستفیضین کو مالامال کر دیا۔ تقریباً نصف صدی تک خانقاہ کے بام و در رشد و ہدایت کے انوار و تجلیات سے منوّر رہے اور ایسا انتظام فرمایا کہ ان کے بعد بھی اس خانقاہ کی تابانی و درخشانی محدود نہیں رہی بلکہ آفاقی ہوگئی۔ ہند اور بیرون ہند میں ان کے خلفاء نے دینی و روحانی مراکز قائم کئے جن کے فیوض و برکات سے ایک عالم نے تسکین قلب و روح حاصل کی۔

مولانا نصر اللہ خاں خویشگی خورجوی اپنی کتاب تاریخ دکن میں لکھتے ہیں کہ :-

"فیضان ایشاں از ہند تا بہ سندھ و از عجم تا بہ عرب و از بخارا تا بہ روم رسیدہ است۔ اقلیمے از اقالیم سبعہ نباشد کہ فیض رسانِ حضرتِ ایشاں درآں جا نہ باشد"[۱]

(حضرت شاہ غلام علی کا فیض) ہند سے سندھ تک اور عجم سے عرب تک اور بخارا سے روم تک پہونچا ہوا ہے۔ ہفت اقلیم میں سے کوئی اقلیم ایسی نہیں کہ حضرت کا فیض پہونچانے والا وہاں پر موجود نہ ہو۔)

حضرت مولانا حکیم سید عبد الحی حسنیؒ نزہتہ الخواطر جلد ۷ میں تحریر فرماتے ہیں

لما توفی شیخہ المذکور تولی الشیاخۃ مکانہ

---

۱ تاریخ دکن صہ ۱۰۶

فحصل له القبول العظیم وتكاثر علیه العلماء والمشائخ وعامة الناس من كل صنف وطبقة من العرب والعجم "

(جب حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے پیرو مرشد حضرت مرزا مظہر جانجاناں دہلوی وفات پا گئے تو ان کی جگہ آپ مسند مشیخت پر فائز ہوئے اور آپ کو عظیم الشان مقبولیت حاصل ہوئی ۔ کثرت سے آپ کی خدمت میں عرب و عجم کے علماء و مشائخ نیز مختلف اصناف اور مختلف طبقات کے عامۃ الناس آپ کی خدمت میں آئے) .

اس خانقاہ میں ایمان افروز ہدایات کے ذریعہ طالبین کی روحانی و اخلاقی تربیت کا بڑا اہتمام تھا ۔ حضرت اوراد و اذکار کی تلقین کے علاوہ حدیث تفسیر فقہ اور تصوف کا درس بھی دیتے تھے ۔ عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت کی مکمل عملی تصویر اپنے مسترشدین کے سامنے پیش فرماتے تھے ۔ آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں ہے ۔ آپ کے خلفاء بھی کثیر تعداد میں تھے ۔ آپ کے اجازت یافتہ خلفاء کا تذکرہ جواہر علویہ، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ اور ضمیمہ مقامات مظہری میں ملتا ہے [1]

---

[1] مولانا ابو الحسن زید فاروقی مجددی اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں :-

" حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ سرہ العزیز کے خلفائے گرامی قدر رحمہم اللہ و رضی عنہم

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں آپ کے خلفاء کا احصاء و احاطہ نہیں ہو سکا ہے۔ یقیناً اور خلفاء بھی ہوں گے جن کا علم تذکرہ نگاروں کو نہ ہو سکا ہوگا۔ احقر نے مدت ہوئی دُرّ المعارف (ملفوظات حضرت شاہ غلام علیؒ) مرتبہ، حضرت شاہ روف احمد رامپوریؒ کی تلخیص الفرقان میں شائع کرائی تھی۔ اس کے بعد اب سے دو ڈھائی سال پیشتر مکاتیب غلام علی کا تلخیص کے ساتھ ترجمہ کرنا شروع کیا جو الفرقان میں متعدد قسطوں میں شائع ہوا۔ اب احقر نے مناسب سمجھا کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے خلفاء کا تذکرہ بھی مرتب ہو جائے۔

صرف حضرت شاہ عبد الغنیؒ کا رسالہ ضمیمہ مقامات مظہری، سامنے رکھ کر یہ چند صفحات لکھے گئے ہیں۔ البتہ کسی شخصیت سے متعلق اگر کوئی بات کسی دوسری کتاب سے معلوم ہوئی ہے تو اس کتاب کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔ آخر میں امروہہ کے دو بزرگ قاری امام الدین نخشبیؒ اور مولانا حافظ عبد الحیؒ کا تذکرہ امروہہ کی تاریخوں اور انوار العارفین نیز نزہتہ الخواطر جلد ہفتم سے لیا گیا ہے۔

پچھلے صفحہ کا حاشیہ —— کا بیان تین کتابوں میں ملا ہے (۱) جواہر علویہ از حضرت شاہ رؤف احمد قدس سرہ (۲) رسالہ ہو الغنی ضمیمہ مقامات مظہری از حضرت شاہ عبد الغنی محدث دار الہجرہ قدس سرہ (۳) مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ از حضرت شاہ محمد مظہر مہاجر مدینہ قدس سرہ۔ جواہر علویہ میں ۲۹ حضرات کا ذکر ہے رسالہ ہو الغنی میں ۴۰ حضرات کا مناقب احمدیہ میں ۳۸ حضرات کا"

سب سے آخر میں اخوند جان محمد ہزاروی کا ذکر دُرِّ فرید مولفہ مولوی فرید احمد غازی پوری سے ماخوذ ہے۔ ان تینوں شخصیتوں کا ذکر ان تینوں مذکورہ بالا کتابوں میں نہیں ہے جن میں حضرت کے خلفاء کا ذکر ہے۔ تلاش و جستجو کے بعد ہند اور بیرون ہند کے کتب خانوں کی ایسی کتابوں سے جو سلسلۂ مجددیہ کے متوسلین کے تذکروں پر مشتمل ہوں یا مختلف شہروں کی تاریخوں سے مزید خلفاء کا پتہ چل سکتا ہے میں نظر کی انتہائی کمزوری کی بنا پر اس اہم کام کو بخوبی انجام نہ دے سکا لیکن جتنا کام بھی ہو سکا ہے وہ بھی غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کام کی انجام دہی کی توفیق عطا فرمائی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ شروع میں حضرت شاہ صاحب کا بھی مفصل تذکرہ ہوتا مگر مکاتیب شاہ صاحب کے ترجمہ و تلخیص میں سب سے پہلے میں حضرت شاہ صاحب کے حالات لکھ چکا ہوں۔ یوں بھی مریدین اور خلفاء اپنے پیر و مرشد کا آئینہ ہوتے ہیں۔ خلفاء کی سیرت و عادت سے پیر و مرشد کے اخلاق و عادات کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اپنے ذکر اور اتباعِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نیز محبتِ بزرگانِ دین کی دولت سے نوازے۔

آمین

اب حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رح کے خلفاء کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں۔

حضرت زکی القدر شاہ ابوسعید مجددی رامپوری ثم مدنی رح

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانیؒ تک بایں طور پہونچتا ہے۔ شاہ ابوسعید بن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر[1] بن حضرت محمد عیسیٰ ابن حضرت سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲ ذی قعدہ سنہ ۱۱۹۶ھ کو مصطفےٰ آباد عرف رامپور میں ہوئی بچپن ہی سے آثار صلاح آپ پر ظاہر تھے ـــــ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعدہٗ قاری نسیم[2] رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے علم تجوید حاصل کیا اور

---

[1] آپ نے ۵ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۳ھ میں وفات پائی۔ جواہر علویہ میں سنہ ۱۱۸۷ھ سنہ وفات تحریر ہے۔ ہدیہ احمدیہ کے حاشیہ پر ہے کہ سنا گیا ہے کہ آپ نجیب آباد میں مدفون ہیں۔ (مقامات خیر ص ۶۸ مولفہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی ـــــ

[2] الشیخ نسیم الافغانی الرامپوری الفاضل الکبیر کان من العلماء المشہورین فی عصرہ ببلدۃ رامپور آپ رامپور کے مشہور و معروف صاحب درس اور صاحب افادہ بزرگ تھے۔ بہت سوں نے آپ سے اخذ فیض کیا۔ عبدالقادر رامپوری نے اپنے روزنامچے میں آپ کا ذکر کیا ہے (نزہۃ الخواطر جلد ۷)

بالآخر آپ ترتیل کے ساتھ قرآن خوانی کے اندر رونق دہ مجالس قُرّا ہو گئے۔ جو شخص آپ سے قرآن شریف سنتا تھا محو ہو جاتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنی خوش خوانی پر چنداں اعتماد نہیں تھا۔ یہاں تک کہ بعض عربوں نے میرا قرآن حرم محترم میں سنا اور تحسین کی۔ اس سے پہلے تحسین عجم کا میرے نزدیک کوئی اعتبار نہ تھا۔ پھر بعد حفظِ قرآن مجید علوم عقلیہ ونقلیہ میں بہرہ کامل حاصل کیا۔ اکثر کتب درسیہ مفتی شرف الدین[1] رامپوری سے اور کچھ حضرت مولانا رفیع الدین محدث ابن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے پڑھیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قاضی مبارک کی شرح مسلّم العلوم حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی سے پڑھی ہے نیز سند صحیح مسلم شاہ صاحب موصوف سے حاصل کی۔ اپنے مرشد یعنی حضرت شاہ غلام علی دہلوی اور اپنے ماموں حضرت مولانا سراج احمد محدث رامپوری بن محمد مرشد مجددی اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے سند حدیث لی۔

تحصیل علم کے دوران ہی میں ارادہ "خداطلبی" کا غلبہ ہوا۔ اولاً اپنے والد ماجد کی خدمت میں ارادت کا تعلق پیدا کیا۔ وہ اپنے آبائے کرام کے طریقے پر مستقیم تھے۔ ترکِ دنیا اور انقطاع ان پر غالب تھا۔ نواب نصر اللہ خاں نے ان سے آرزو کی تھی کہ عہدہ

---

[1] مفتی شرف الدین رامپوری رامپور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ صاحب درس اور صاحب تصانیف تھے ... ۵ رشعبان ۱۲۶۸ھ کو وفات پائی (نزہۃ الخواطر جلد)

بخشی گری قبول فرمالیں مگر انھوں نے یہ عہدہ قبول نہیں فرمایا وہ اشغال واوراد میں مصروف رہتے تھے۔ علم حدیث کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ اہل فسق وفجور سے کنارہ کش رہتے تھے ——— حضرت شاہ صفی القدر نے ۲۵ شعبان ۱۲۳۶ھ کو بروز پنجشنبہ لکھنؤ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات فاز رضوان المود درہے۔ حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی اور دیگر اکابر واعزہ نے آپ کی تجہیز وتکفین کی[1]۔

چونکہ آتش شوق مشتعل تھی اس لئے اپنے والد کی صحبت کے بعد ان کی زندگی ہی میں ان کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی[2] رامپوری کے پاس پہونچے تھے۔ وہ دو

---

[1] لکھنؤ میں اکبری دروازے کے قریب جواب چوک کے نام سے مشہور ہے ایک چھوٹی مسجد کے گوشہ میں مدفون ہوئے (مقامات خیر صفحہ)

[2] الشیخ الکبیر فیض بخش درگاھی النقشبندی الھزاروی

آپ ہزارہ کے رہنے والے تھے ۱۱۶۲ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت معدن فیض حق سے نکلتی ہے۔ ایام طفولیت ہی سے آپ پر حالت جذب طاری تھی جب سن تمیز کو پہونچے تو قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھا اور نماز صحیح کی۔ استغراق کا عالم رہتا تھا نماز کے وقت آپ کو ہوش آتا تھا اس کے بعد پھر مستغرق ہوجاتے تھے۔ سیر وسیاحت کرتے کرتے جب صحرائے بداوں میں پہونچے وہاں حضرت سلطان التارکین کی درگاہ میں حضرت حافظ جمال اللہ رامپوری سے بیعت ہوئے

——— باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

واسطوں سے حضرت خواجہ محمد زبیر مجددیؒ سے ملحق ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب آپ کے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ چند روز میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ آپ کے اندر شورش بہت زیادہ پیدا ہوگئی اور کثیر التعداد مرید بھی جمع ہوگئے اس وقت آپ کے حلقے میں بے ہوشی و وجد کا ظہور بہت ہوتا تھا چیخ پکار اور نعرے برپا ہوتے تھے چونکہ نسبت مجددیہ میں یہ امور قابل اعتنا نہیں اس لئے آپ نے حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کے متوسلین کے حالات سن کر ان کی طرف توجہ کی۔ آپ نے رامپور میں حضرت شاہ غلام علیؒ کو دیکھا تھا ان کے تشریف لانے کا سبب یہ ہوا کہ صوبیداری دہلی ایک ایسے حاکم کے سپرد تھی جس سے آپ کو تکدر تھا ـــــ اس لئے رامپور تشریف لے گئے تھے۔ الغرض حضرت شاہ ابوسعیدؒ نے اپنے آپ کو دہلی پہونچایا۔ اس وقت دہلی ارباب علم وصلاح سے بھری ہوئی تھی۔ ہر سہ فرزندانِ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اس وقت زندہ تھے نیز حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ بھی زندہ تھے۔ آپ نے ایک مکتوب حضرت قاضی صاحبؒ کو خدا طلبی کے بارے میں بھیجا۔ انھوں نے کمال تعظیم

(۱) باقی حاشیہ ـــــــــــــــ

رامپور میں قیام فرماکر روحانی فیض پہونچایا۔ اغنیاء سے مجتنب رہتے تھے ۱۲۲۶ھ میں وصال ہوا "مات قطب الوریٰ عن امر اللہ" مادہ تاریخ وفات ہے۔ آپ کا مزار رامپور میں ہے
۱۲۲۶ھ

(نزہۃ الخواطر جلد ہفتم وضمیمہ مقامات مظہری)

(مولفہ حضرت شاہ عبد الغنی فاروقی مجددی مہاجر مدنی)

کے ساتھ جواب لکھا اور مشورہ دیا کہ آپ کے لئے حضرت شاہ غلام علیؒ سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ پس آپ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پہونچے اور مقبول درگاہ ہوئے اس وقت حضرت شاہ درگاہی زندہ تھے۔ حضرت شاہ ابوسعیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت شاہ غلام علیؒ کے مانند مرشد نہ ہوتا تو مرشد سابق کی طرف سے بہت خوف تھا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے ایسی حمایت فرمائی کہ کوئی روحانی تکلیف مجھے نہیں پہونچی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک مکتوب میں ارقام فرمایا ہے کہ اگر کوئی طالب اپنی ہدایت کسی دوسرے کے پاس دیکھے تو پیر اول کے انکار کے بغیر اس کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ آپ اپنے پیر اول کی محبت میں کمال رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت شاہ درگاہیؒ کی غیبت آپ کی موجودگی میں حضرت شاہ غلام علیؒ کی مجلس کے اندر کی۔ اس شخص کا خیال تھا کہ آپ پیر اول کے منکر ہو کر حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ کو اس شخص پر انتہائی غصہ آیا۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب بھی اس شخص پر خفا ہو کر فرمانے لگے "تو میرے سلسلے کے بزرگوں کی غیبت کرتا ہے"۔ شاہ ابوسعید فرماتے تھے کہ اول اول پیر سابق کو مجھ سے کچھ کدورت رہی لیکن آخر بار جب کہ میں رامپور جا کر خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی وہ کدورت زائل ہو گئی ——— فالحمد للہ علی ذلک۔

بعض دوستوں کی استدعا پر آپ نے سلوک میں ایک رسالہ لکھا اور حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں وہ رسالہ لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت ایشانؒ نے اس کی بہت

تعریف فرمائی جو رسالہ کے آخر میں مرقوم ہے۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ ..... "وہ رسالہ فی اتحال طریقۂ مظہریہ مجددیہ کا دستور العمل ہے[1]۔ ہر اس ملک میں جہاں اس طریقے کے فیض یاب موجود ہیں وہ اپنے پاس یہ رسالہ ضرور رکھتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے مکہ معظمہ میں اس رسالے کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ عرب میں وہ عربی کا رسالہ مروج ہے۔ غالبًا بلاد روم میں ترکی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا ہے"۔

آپ کی بہت سی کرامات آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبد الغنی مجددیؒ نے ضمیمہ مقامات میں درج کی ہیں۔ ان میں سے تین کرامات ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) میاں محمد اصغر صاحب نقل کرتے تھے کہ میری نماز تہجد کبھی فوت ہو جاتی تھی۔ ایک بار خدمت اقدس میں عرض کیا ارشاد فرمایا ہمارے خادم سے کہو کہ تہجد کے وقت ہم کو یہ بات یاد دلا دے۔ میرے ذمے اتنی بات ہے کہ تم کو اٹھا کر بٹھا دوں۔ آگے کو تمہارا اختیار ہے کہتے تھے کہ اس کے بعد ایسا ہوتا تھا کہ گویا کوئی مجھے اٹھا کر بٹھا رہا ہے۔

(۲) آپ جب سفر حجاز میں بلدۂ سورت پہونچے وہاں ایک مسجد تھی۔ اس مسجد میں

---

[1] اس رسالہ کا نام ہدایۃ الطالبین ہے تقریبًا ۱۲۳۰ھ میں لکھا گیا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں احقر کی نظر سے گذرا ہے۔ کتب خانہ قاضی شہر رامپور میں بھی غالبًا اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ رسالہ طبع ہو کر شائع ہوا یا نہیں۔ پروفیسر غلام مصطفیٰ نقشبندی نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو کراچی سے شائع ہوا ہے۔

ایک مالدار شخص یوسف علی خاں نام کا آتا تھا جو خود کو زمرۂ فقراء میں داخل کئے ہوئے تھا۔ جب اس نے حضرتؒ کی خبر سنی مسجد میں آنا موقوف کر دیا۔ ایک مدت اسی حال میں گذر گئی۔ ایک بار غایت نیازمندی سے حاضر خدمت اقدس ہوا اور سو روپے نذر کئے۔ حضرتؒ کو اور راقم (شاہ عبدالغنی) کو اپنے محل میں لے گیا اور اپنی زوجہ کو بیعت کرایا۔ لوگ اس بات پر تعجب کرتے تھے کہ اس شخص نے تو کمال انحراف کی بنا پر مسجد میں آنا ترک کر دیا تھا چہ جائیکہ نذر کرے اور عقیدتمندوں میں سے ہو جائے۔

(۳) شاہ عبدالغنیؒ جو سفر حج میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ تھے لکھتے ہیں کہ ہم جب بلدہ بمبئی میں پہونچے تو ایک جہاز کرایہ پر لیا۔ حضرتؒ کی صحبت مبارکہ غنیمت شمار کر کے بعض دوسرے لوگ اس جہاز میں شریک ہو گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ جہاز میں بیٹھنا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ کرایے کو واپس لے لیا۔ ناخدا سے تخلف وعدہ بھی کئی مرتبہ ہو گیا تھا۔ آخر کار دوسرے جہاز میں بیٹھے یہ پہلا جہاز حج کے بعد پہونچا اور بعد والے جہاز نے حج کو پالیا پہلے جہاز کے حاجی ایک سال تک حجاز میں رکے رہے۔

جب حضرت شاہ غلام علیؒ کو مرض وفات لاحق ہوا۔ حضرت شاہ ابوسعید لکھنؤ میں تھے حضرت شاہ صاحبؒ نے مکرر خطوط ان کی طلب میں بھیجے۔ مقصود یہ تھا کہ اپنی جگہ پر ان کو بٹھائیں۔ الغرض حضرت پیر و مرشدؒ کے حکم سے ——— حضرت شاہ ابوسعیدؒ نے لکھنؤ سے آ کر ۹ سال تک بحیثیت جانشین ہدایت طالبین

فرمائی۔ تلخی وسختی اور فقر وفاقہ کو جو طریقۂ انیقہ کا شیوہ مرضیہ ہے بہت کچھ برداشت کیا۔ ۱۲۴۹ھ میں عزم حرمین شریفین کیا۔ اہل دہلی کو آپ کی جدائی کا بہت غم ہوا۔ اپنے صاحبزادے حضرت شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ چھوڑ کر عازم سفر ہوئے۔ راستے میں ہر شہر کے باشندے دوڑ دوڑ کر ملاقات کے لئے آتے تھے۔ رمضان شریف میں بمبئی میں داخل ہوئے۔ تراویح میں ایک قرآن بلدۂ بمبئی میں پڑھا اور شوال میں جہاز پر سوار ہوئے ابتدائے ذی الحجہ میں جدّہ پہونچے ـــــ مولانا محمد جان علیہ الرحمۃ والغفران کہ اپنے وقت میں گویا کہ شیخ الحرم تھے اور جن کا ذکر آگے آرہا ہے ـــــ برائے استقبال جدّہ آئے۔ آپ ۲ یا ۳ ذی الحجہ کو مکۂ معظمہ میں داخل ہوئے حرمین کے قاضی مفتی اور علماء وامراء نہایت تعظیم سے پیش آئے۔ شیخ عبداللہ السراج اور شیخ عمر مفتی شافعیہ اور مفتی سید عبداللہ میر غنی حنفی اور ان کے چچا شیخ یٰسین حنفی اور شیخ محمد عابد سندھی اور دیگر اکابر برائے ملاقات حاضر ہوئے۔

آپ کو مرض اسہال وبخار محرم کے مہینے میں مکۂ معظمہ میں لاحق ہوا۔ عین مرض و بیہوشی میں اشتیاق مدینہ منورہ آپ پر غالب آیا۔ جوں ہی کچھ افاقہ ہوا مدینہ منورہ کا عزم کیا۔ ربیع الاول کے مہینے میں وہیں موجود تھے۔ حلقے میں لوگ اس قدر جمع ہوتے تھے کہ قیام گاہ پُر ہو جاتی تھی شیخ حرم مدینہ نے آپ کو دعوت بھیجی اور کہا کہ یہ دعوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ مدینہ منورہ میں مرض کو اس قدر تخفیف ہوگئی تھی کہ قریب قریب آدھا کوس پیدل چل سکتے تھے زیارت حرمین سے فراغت کے بعد

وطن کی جانب رجوع فرمایا۔ مرض روز بروز ترقی پر تھا۔ پھر بھی رمضان کا ایک روزہ رکھا کہ اگر ضرر نہ ہوا تو باقی تمام روزے رکھوں گا۔ اس پہلے ہی روزے میں مرض میں شدت ہو گئی۔ فدیہ کا حکم کیا اور فرمایا کہ اگرچہ مریض و مسافر پہ فدیہ کا حکم نہیں ہے لیکن طبیعت چاہتی ہے کہ (تطوعاً) فدیہ ادا کیا جائے۔

۲۲ رمضان کو بلدۂ ٹونک کے اندر داخل ہوئے۔ نواب وزیر الدولہ نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ بروز عید الفطر سکرات موت کا عالم شروع ہوا۔ شاہ عبد الغنی ہمراہ تھے۔ ان کو اتباع سنت اور اجتناب از اہل دنیا کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم اہل دنیا کے دروازے پر جاؤ گے تو ذلیل ہو جاؤ گے ورنہ خود اہل دنیا "مثل سگاں" تمھارے دروازے پر آکر لوٹیں گے اور فرمایا جو کچھ ہم کو اشغال و اوراد سے پہونچا ہے اس کی تم کو بلکہ عبد المغنی کو بھی میں نے اجازت دی۔ بعدہ فرمایا کہ یہ کس نماز کا وقت ہے؟ مولوی حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا 'جو نماز بھی چاہیں حضرت ادا فرمالیں' فرمایا کہ 'میری آج تمام رات نماز میں گزری ہے' بعد نماز ظہر حافظ کو سورۂ بقرہ اور سورۂ یٰسین پڑھنے کا حکم دیا۔ تین مرتبہ یہ دونوں سورتیں سنیں۔ تیسری مرتبہ کے بعد فرمایا بس اب کم دیر رہ گئی ہے۔ پھر فرمایا کہ آج نواب ہماری قیام گاہ پہ نہ آئیں۔ اس سے پہلے ایک دنیادار شخص پہونچا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ امراء کے آنے سے ظلمت آتی ہے۔

ظہر و عصر کے درمیان بروز عید الفطر شنبہ کو انتقال فرمایا۔ نواب اور باشندگانِ ٹونک حاضر ہوئے۔ مولوی حبیب اللہ صاحب اور دیگر اہل قافلہ متکفل غسل ہوئے

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب قاضی شہر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تابوت شریف کو دہلی منتقل کیا گیا۔ جب نعش مبارک صندوق سے نکال کر لحد میں رکھی گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسی وقت غسل دیا گیا ہے۔ چالیس روز کے بعد بھی اس میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔ حضرت شاہ غلام علی کی قبر مبارک کے قریب مدفون ہوئے۔ لوگوں نے وفات کی تاریخیں بہت سی کہیں۔ ایک عربی اور دوسری فارسی کی تاریخ یہاں نقل کی جاتی ہے۔

یُنَوِّرُ اللہُ مَضْجَعَہٗ

فارسی کی تاریخ مولوی خلیل احمد[1] نے یوں کہی۔

امام و مرشد ما شاہ بوسعید سعید ۔۔۔ بروز عید چو شد واصل جناب خدا

دل شکستہ و مغموم گفت تاریخش ۔۔۔ ستونِ محکم دین نبی فتادہ زپا

۱۲۵۰ھ

آپ کے تین صاحبزادے تھے (۱) شاہ احمد سعید (۲) شاہ عبد الغنی (۳) حافظ عبد المغنی

حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ

آپ حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ کے فرزند اکبر[2] ہیں۔ آپ کی پیدائش سنہ ۱۲۱۷ھ میں

---

[1] مولوی حافظ خلیل احمد مضطرب بچیوی (مقامات خیر ص) [2] آپ حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ کی زوجہ اولیٰ کے بطن سے تھے۔ حضرت شاہ عبد الغنیؒ زوجہ ثانیہ کے بطن سے تھے (مقامات خیر)

رامپور میں ہوئی۔ تاریخ ولادت مظہر یزداں ہے۔ اپنے والد ماجد کے حسن تربیت سے پہلے کلام مجید حفظ کیا۔ بعدہٗ علوم نقلیہ و عقلیہ مولانا فضل امام صاحب خیرآبادی اور مفتی شرف الدین رامپوری وغیرہ سے پڑھے حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگردوں مثلاً مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ وغیرہ سے پڑھی اور سلوک طریقہ مجددیہ حضرت شاہ غلام علی اور اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اور لوگوں کو علم ظاہر و باطن سے فائدہ پہونچایا۔ حضرت شاہ غلام علیؒ نے حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے متعلق اپنے ایک رسالے میں یوں لکھا ہے۔

"احمد سعید فرزند حضرت ابوسعید علم و عمل اور حفظ قرآن اور احوال نسبت شریفہ میں اپنے والد ماجد کے مثل ہیں۔"

حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں ارقام فرمایا ہے

"اللہ تعالیٰ آپ چاروں آدمیوں کو سلامت رکھے۔ ارتباط محبت قرابت سے بہتر ہے۔

(۱) حضرت ابوسعید اسعدہم اللہ سبحانہ

(۲) احمد سعید جعلہ اللہ تعالیٰ محمودا

(۳) رؤف احمد رأف اللہ بہ

(۴) بشارت اللہ جعلہ اللہ مبشراً بقبولہ

} ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ آگے اپنی جگہ پر آئے گا

اللہ تعالیٰ ان چاروں بزرگوں کی عمروں میں برکت فرمائے اور سبب رواج

طریقہ فرمادے اور اس قسم کے حضرات کو اور زیادہ کرے۔"

آپ (شاہ احمد سعید) اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد حضرت شاہ غلام علیؒ اور اپنے والد کے قائم مقام ہوئے۔ ہندوستان اور خراسان کے طالبین آپ کی طرف کثرت سے رجوع ہوئے اور اپنے اپنے حوصلے کے مطابق فوائد حاصل کئے۔ آپ کے خلفا قندھار و غزنین کے اضلاع میں بہت شہرت رکھتے ہیں [1]۔

(۲) شاہ عبد الغنیؒ حضرت شاہ ابوسعیدؒ کے دوسرے فرزند تھے اور (۳) حافظ عبد المغنیؒ آپ کے فرزند ثالث تھے۔ انھوں نے فقہ اور حدیث میں پوری پوری مناسبت بہم پہونچائی تھی اور اخلاق حمیدہ کے ساتھ موصوف تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت فضل الرحمٰن ہے [3]

۱۲۳۹ھ

---

[1] آپ ۱۸۵۷ء کے پر آشوب ہنگامے میں مع اہل و عیال دہلی سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرما گئے تھے۔ وہاں بھی آپ کے مسترشدین کی کافی تعداد تھی۔ وہیں ۲ ربیع الاول ۱۲۷۰ھ کو وفات پائی اور جنت البقیع میں نزد مزار حضرت عثمان غنیؓ مدفون ہوئے (مقامات خیر) آپ کے باکرامت حالات اور باطنی فیوض و برکات اس کثرت سے ہیں کہ اس کے لئے مستقل مقالے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد شریف

آپ نے رامپور وغیرہ میں تحصیل علوم کی پھر حضرت شاہ ابو سعیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرتؒ نے آپ کے حال پر بہت عنایات فرمائیں اور مقامات سلوک سے گزار کر خلافت عطا فرمائی اور رخصت کیا۔ پنجاب اور کشمیر کے علاقے میں آپ نے کافی شہرت پائی لوگوں نے آپ سے بہت فوائد حاصل کئے۔

ہوشیار پور میں وفات پائی اور سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے روضے کے قریب دفن کئے گئے۔ ؎۱

پچھلے صفحہ کا حاشیہ ؎۲ آپ کے حالات زندگی اگر اختصار کے ساتھ بھی لکھے جائیں تو ایک مبسوط مقالہ چاہتے ہیں چونکہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے خلفاء کا تذکرہ یہاں مقصود ہے اس لئے پسران شاہ ابو سعیدؒ کے ذیل میں ان کا اسم گرامی درج کرنے پر اکتفا کیا گیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے آپ ہی سے خانقاہ مظہریہ میں صحاح کی کتابیں پڑھ کر سند حدیث حاصل کی تھی۔ آپ کی ولادت ۱۲۳۲ھ میں محلہ مغلپورہ دلی میں ہوئی۔ وفات ۲ محرم ۱۲۹۶ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

پچھلے صفحہ کا حاشیہ نمبر ؎۳ آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو مدینہ منورہ ہوئی (مقامات خیر)

؎۱ انبالہ کے مشہور درویش حضرت سائیں توکل شاہؒ شاہ محمود جالندھریؒ کے خلیفہ تھے اور وہ مولانا محمد شریف کے خلیفہ تھے (مقامات خیر ص ۱۹۴) (باقی اگلے صفحہ پر)

ملّا خدا بردی ترکستانیؒ

حضرت شاہ غلام علیؒ کی حیات میں حضرت شاہ ابو سعیدؒ سے لکھنؤ میں سلوک طے کیا اور رخصت ہوئے۔ مردمان بلغار وغیرہ نے آپ سے فائدے اٹھائے

ملّا علاء الدینؒ

آپ نے حضرت شاہ ابو سعیدؒ سے کسب طریقہ کیا اور پشاور گئے۔ وہاں کے حاکم کو آپ سے عقیدت ہوئی اور وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے لوگوں کو بہت کچھ فوائد پہونچائے۔

حضرت شاہ سعد اللہؒ

آپ حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں پہونچے سلوک حضرت شاہ صاحب موصوف سے شروع کیا۔ بعدہٗ حضرت شاہ ابو سعیدؒ سے توجہات حاصل کیں اور خلافت واجازت پائی۔ پھر حرمین شریفین گئے اور وہاں سے شرف اندوز ہو کر حیدرآباد دکن چلے گئے۔ ملک دکن کے صغیر و کبیر آپ سے اخلاص تمام

حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ: مولانا محمد شریف سے لے کر ملّا غلام محمد تک جتنے حضرات کا ذکر ہے وہ حضرت شاہ ابو سعید کے ذیل میں ہے ان میں سے بعض کو حضرت شاہ غلام علیؒ اور حضرت شاہ ابو سعیدؒ ہر دو کی جانب سے خلافت ملی ہے اور باقی وہ ہے جنھوں نے صرف حضرت شاہ ابو سعیدؒ سے خلافت حاصل کی ہے

کے ساتھ پیش آئے تھے[۱] ایک سو پچاس آدمی آپ کی خانقاہ میں وظیفہ خوار تھے۔ اہل دنیا سے انقطاع اور صفت سخاوت سے متصف تھے[۲]

---

[۱] تاریخ دکن مؤلفہ مولانا نصر اللہ خویشگی خورجوی ۱۲۸۵ھ میں لکھی گئی ہے اس میں حضرت شاہ سعد اللہ کے بارے میں جو تحریر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے

"آپ افغانی تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ ۱۲۲۷ھ میں حیدر آباد تشریف لائے اور سلسلۂ ارشاد و ہدایت جاری فرمایا۔ آپ نے بہت سوں کو اللہ کے نام سے آشنا کر دیا اور متعدد اشخاص کو خرقۂ خلافت سے نوازا ان میں سید کریم اللہ صاحب حکیم میر آصف علی صاحب، حضرت شاہ مسکین، میر اشرف علی صاحب اور مولانا نیاز محمد بدخشانی خلفائے نامدار میں سے ہیں۔ حضرت شاہ سعد اللہ نے ۱۲۸۱ھ میں وفات پائی اور متصل فراش خانہ حضوری دفن کئے گئے۔ اب اس جگہ مقبرہ، خانقاہ، مسجد، حوض اور دوسری عمارات بنی ہوئی ہیں۔ بہت سے اہل حق اس مقام پر جمع رہتے ہیں۔ یہاں پر اس وقت کوئی جگہ اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یاد دلانے والی نہیں ہے" (تاریخ دکن ص ۲)

[۲] مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں جو احقر کے نام ہے، حضرت شاہ سعد اللہ کی سند خلافت و اجازت کو نقل فرمایا ہے (جو کتاب حالات نقشبند دکن میں چھپی ہے)، اس سند کے آخر میں شاہ ابو سعید مجددی کی مہر ثبت ہے اور سب سے اوپر حضرت شاہ غلام علی نے اپنی مہر ثبت فرمائی ہے۔ یہ سند اگرچہ حضرت شاہ غلام علی

ملا عبدالکریم ترکستانی

آپ بھی حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت شاہ ابوسعیدؒ سے توجہات لے کر اجازت پائی اور رخصت ہوئے شہر سبز میں آپ کا طریقہ رواج پذیر ہوا۔ ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ بگوش ہوئے عظیم الشان خانقاہ اور بڑا لنگر خانہ رکھتے تھے اور امیر شہر آپ سے اخلاص تمام رکھتا تھا۔

ملا غلام محمدؒ

آپ نے اٹک سے آکر حضرت شاہ غلام علیؒ کی حیات ہی میں حضرت شاہ ابوسعیدؒ سے نسبت حاصل کی اور وطن پہونچ کر لوگوں کو نفع پہونچایا۔
آپ حرمین شریفین گئے اور وہاں سے مشرف ہو کر راستہ میں وفات پائی۔

(حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ) کی طرف سے ہے لیکن آخر میں شاہ ابوسعیدؒ کی مہر ثبت ہونے کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دونوں سے خلافت حاصل تھی۔ محدث دکن حضرت مولانا شاہ عبداللہ نقشبندی مجددی حضرت سید محمد پادشاہ بخاریؒ م ۱۳۲۶ھ کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

ماخوذ از رسالہ سلوک مجددیہ ۔ مولفہ سید عبداللہ شاہ

حضرت مرزا عبدالغفور خورجوی رح

آپ عنفوان شباب میں حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے عنایات خاصہ سے نوازے گئے۔ سلب امراض میں آپ کی توجہ اکسیر کا حکم رکھتی تھی حضرت شاہ غلام علی صاحب مریضوں کو اکثر آپ کے پاس بھیجتے تھے۔ کبھی کبھی ایک ہی توجہ میں مرض سلب کر لیتے تھے۔ ایک شخص طریقے میں داخل ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کو نزد مرزا عبدالغفور لے جاؤ تاکہ وہ لطائف جاری کر دیں آپ نے ایک توجہ میں لطائف جاری کر کے اس شخص کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں واپس بھیجدیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس شخص کو دیکھتے ہی حقیقت حال کو معلوم کر لیا۔ آپ کے مریدوں کو بھی کشف ہوتا تھا اور عجائب و غرائب بیان کرتے تھے اور ان کو ارواح سے ملاقات حاصل ہوتی تھی۔

آپ کے بعض خلفاء ترکستان میں شہرت تمام رکھتے ہیں۔

آخری شوال یا یکم ذیقعدہ ۱۲۵۹ھ کو خورجہ ضلع بلند شہر میں وفات پائی۔

"آہ شیخ زمن بمرد" سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے
۱۲ ۵۹

حضرت شاہ غلام علی کے اکثر مریدین مثل میاں محمد اصغر اور میاں محمد یار اور غالباً محمد جان نے بھی آپ ہی سے توجہات حاصل کی ہیں۔

حضرت شاہ رؤف احمد ابن شاہ شعور احمد مجددی

آپ حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے خالہ زاد بھائی تھے[1]۔ حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے ساتھ آپ بھی حضرت شاہ درگاہیؒ کی خدمت میں پہونچے تھے۔ جب حضرت شاہ ابو سعیدؒ نے حضرت شاہ غلام علیؒ کی طرف رجوع کیا تو آپ بھی ان کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت شاہ غلام علیؒ کی طرف سے عنایات فراواں مشاہدہ کیں۔

آپ حضرت ایشانؒ کے ملفوظات[2] مکتوبات اور مقامات کے جامع ہیں اور دوسری کتابیں بھی فقہ وغیرہ میں تصنیف کی ہیں[3]۔ آپ کے اشعار اردو

---

[1] حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی عرف ننھے میاںؒ کا سلسلہ نسب مندرجہ ذیل واسطوں سے آپ تک پہونچتا ہے۔ شاہ محمد یعقوب بن شاہ ابو احمد ابن شاہ حطیب احمد ابن شاہ رؤف احمد

[2] آپ کے ترتیب دیئے ہوئے ملفوظات کا نام درّ المعارف ہے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ اس کی تلخیص مع ترجمہ احقر نے کی ہے جو الفرقان میں شائع ہو چکی ہے۔ آپ کی ایک کتاب جواہر علویہ ہے۔ آپ کے جمع کردہ مکاتیب شاہ غلام علیؒ شائع ہو چکے ہیں۔ آخر الذکر کا ایک ایڈیشن لاہور میں چھپا ہے جس کی تلخیص و ترجمہ کا کام بھی احقر نے انجام دیا ہے۔

[3] ایک تفسیر بھی آپ کی تالیف ہے جس کا نام تفسیر رؤفی ہے جو چھپ چکی ہے۔

وفارسی دونوں زبانوں میں ہیں[1]۔

آپ کا نسب حضرت مجدد الف ثانیؒ تک بواسطۂ شیخ محمد یحییٰؒ پہونچتا ہے جو کہ حضرت مجددؒ کے فرزند اصغر تھے۔ بعد حصول خلافت بلدۂ بھوپال گئے اس جگہ قبولیت حاصل ہوئی۔ امراء و فقراء حلقہ میں داخل ہوتے تھے۔

آپ نے حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے انتقال کے ایک یا دو سال بعد قصد حرمین شریفین کیا۔ یلملم کے محاذی سمندر میں وفات پائی[2] بندر علی کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت شاہ خطیب احمد مرحوم آپ کے فرزند عجب نسخۂ اخلاق حمیدہ تھے حلم و سخا اور تحمل جفا ان کا شیوہ تھا۔ آپ نے اپنے والد سے نسبت اخذ کی تھی اور سفر حج میں ان کے ہمراہ گئے تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد آپ نے مجلس آبا کرام کی رونق افزائی فرمائی۔ بلدۂ بھوپال میں جمادی الثانی سنہ ۱۲۶۶ھ میں وفات پائی ۔۔۔ تاریخ وفات ھواذا المن المقربین سے نکلتی ہے
۱۲ھ ۶۶

---

[1] آپ کا تخلص رافت تھا۔ آپ کا دیوان اردو بھی چھپ چکا ہے۔ جیسا کہ احقر کو اردو کے ایک اہل قلم ادیب سے معلوم ہوا۔

[2] ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۳ھ میں بندر عیس ملک یمن میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے (مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علیؒ صـ ۱۶۸)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن مجددی جالندھریؒ

آپ کا نسب بواسطۂ شیخ سیف الدینؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ملحق ہوتا ہے۔ آپ کے والد سیف الرحمٰن مجددیؒ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہیدؒ کے مرید تھے۔ آپ حضرت شاہ غلام علیؒ سے بیعت ہوئے اور ان سے نسبت کو حاصل کیا۔ تہذیبِ اخلاق میں بے نظیر تھے۔ مردمانِ پنجاب آپ کے شیفتۂ اخلاق تھے آپ کے مریدین کی تعداد بہت ہے۔ ایک بار حج کو تشریف لے جا کر وطن واپس آئے۔ پھر اشتیاق غالب آیا اور حرمین شریفین گئے — بوقت مراجعت ملک سندھ میں ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت مولانا بشارت اللہ بہرائچی

آپ پہلے اپنے خسر مولانا نعیم اللہ بہرائچیؒ سے بیعت تھے۔ بعدہٗ حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حال پر خاص عنایت مبذول فرمائی جیسا کہ حضرت کے مکتوبات سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "مولوی صاحب در اصحاب من ممتاز اند —"

علم ظاہر میں بھی کمال رکھتے تھے۔ آپ کا نسب حضرت شیخ بڈھن بہرائچیؒ

تک پہونچتا ہے۔

حضرت مولانا کرم اللہ محدث دہلوی

آپ کے باپ عبداللہ نومسلم تھے اور حضرت مولانا فخرالدین چشتیؒ کے مرید ہوئے تھے ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی آپ کے باپ ہی کی خاطر تصنیف کی تھی ۔

مولانا کرم اللہ شاہ شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور اجازت پائی[۱] ۔ اکثر اہل دہلی فن قرأۃ میں اور وجوہات سبعہ میں بواسطہ یا بلا واسطہ آپ کے شاگرد ہیں ۔ آپ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ مرحوم کے استاد تھے جیسا کہ انھوں نے اپنے سفرنامۂ حج میں تحریر فرمایا ہے ۔ دوسرے سفر حرمین شریفین کے اثناء میں وفات پائی ۔

نزہتہ الخواطر جلد ہفتم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سورت میں مرض سرطان میں مبتلا رہ کر وفات پائی ۔ تاریخ وفات ۲۷ شعبان ۱۲۵۲ھ ہے ۔ شہر سورت ہی میں آپ کی قبر ہے ۔

---

[۱] بیعت سے پہلے حضرت شاہ عبدالقادر حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ سے اخذ علوم کیا تھا ۔ عرصہ تک ان تینوں حضرات کی خدمت میں رہے تھے ۔ جیسا کہ نزہتہ الخواطر جلد ۷ سے ظاہر ہوتا ہے ۔

حضرت مولانا خالد شہرزوری کردیؒ

آپ مشہور و معروف عالم تھے، ہر فن میں استعداد کامل حاصل تھی، حدیث کی پچاس کتابوں کی سندر کھتے تھے، علماء ہندوستان میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے مداح تھے، انکے اشعار فارسی و عربی فردوسی و فرزدق سے سبقت لیے گئے تھے، حضرت شاہ غلام علیؒ انکے اشعار کو عارف جامی کے اشعار سے مشابہ قرار دیتے تھے، قصائد عربی و فارسی جن کو آپ نے اپنے پیر و مرشد کی مدح میں نظم کیا ہے خسرو و جامی کے ان منظومات سے کم نہیں کہے جا سکتے جو انھوں نے اپنے اپنے زمانے میں حضرت سلطان المشائخؒ اور خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی مدح میں نظم کیے ہیں۔

آپ تحصیل علم کر کے بعض مدارس میں مشغول درس رہے، دل میں داعیۂ خدا طلبی تھا، اتفاقاً مرزا رحیم اللہ بیگ کا گزر جو کہ جہاں گشت سیاح تھے آپ پر ہوا، آپ نے ان سے مرشد نہ ملنے کی شکایت کی، مرزا رحیم اللہ بیگ کی حسنِ دلالت سے دہلی پہونچے اور ۹ مہینے حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں رہے، ایک شخص نے حضرتؒ کی شان میں آپ کے رُوبرو نامناسب الفاظ کہے آپ نے اس بُرا کہنے والے شخص کو بصورتِ خنزیر دیکھا، اس واقعہ سے آپ کا اعتقاد حضرتؒ سے اور زیادہ ہو گیا،

خانقاہ کی آب کشی کی خدمت اپنے ذمّے لے لی، آپ محفل مبارک میں صفِ نعال کے اندر گردن جھکا کر بیٹھتے تھے۔ حضرتؒ نے ان کی طرف عنایتِ بسیار مبذول فرمائی بعد عنایات خلافت سے بہرہ ور فرمایا، بوقتِ رخصت حضرت شیخ محمد عابدؒ کے مزار تک چل کر ان کو وداع کیا، کہتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت رخصت آپ کو "بشارت قطبیت آں دیار" دی تھی، جس وقت وہاں پہونچے بہت زیادہ ریاضتیں کیں، ہجوم خلق اتنا ہوا کہ گویا اس دیار کی سلطنت ان سے متعلق ہو گئی ہے۔

آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نقل کرتا تھا کہ آپ کے گھوڑے شبہ کا چارہ نہیں کھاتے تھے، الغرض کراماتِ بسیار آپ سے ظاہر ہوئیں، اس دیار کے رئیسوں کو آپ نگاہ میں نہیں لاتے تھے، کہتے ہیں کہ والیٔ بغداد کو اپنی مجلس سے غصہ ہو کر نکال دیا تھا، آپ نے اپنے پیر و مرشد کا نام ایک بار اس جذبے کے ساتھ لیا تھا کہ لوگ بے ہوش ہو گئے، آپ کے خلیفہ شیخ عبد الوہاب جو صاحبِ کرامات اور مرجع خلائق تھے جب انھوں نے آپ سے انحراف کیا تو ان کی نسبت سلب ہو گئی تھی، اور لوگوں کی نظر میں وہ مبغوض ہو گئے تھے، جس وقت حضرت شاہ ابو سعیدؒ بیت اللہ کو گئے شیخ عبد الوہاب بہ ہزار عجز و انکسار پیش آئے، حضرت شاہ ابو سعیدؒ نے

پھر توجہات سے نوازا میں نے سنا ہے کہ اُس کے بعد پھر شیخ عبدالوہاب کو قبولیت حاصل ہو گئی تھی، چند سال کے بعد انھوں نے وفات پائی، مولانا خالد مرحوم نے اپنے اکثر مریدوں کو حضرت شاہ ابوسعیدؒ کی اطاعت کا حکم دیا تھا ــــ ان کے مرید عرب میں شاہ ابوسعیدؒ کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے کہ مولانا خالد بعد حضرت شاہ غلام علیؒ کے آپ کو مقدم رکھتے تھے، وہ مکتوب جو آپ نے حضرت شاہ ابوسعیدؒ کو ارقام کیا تھا اس کی نقل شاہ عبدالغنیؒ نے اپنے رسالے میں کی ہے آپ نے ایک قصیدہ عربیہ حضرت پیرومرشد کی مدح میں لکھا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

کَمُلَتْ مُسَافَۃُ کَعْبَۃِ الْآمَالِ ــــ حَمْداً الْمِنُّ قد منّ بالاکمالِ

ترجمہ:۔ (قبلۂ آرزو و امید (دہلی) تک پہونچنے کی مسافت تمام ہوئی شکر ہے اس پاک ذات کا جس نے اپنے کرم سے اتمام کی توفیق دی)

آپ نے اپنے پیرومرشد کی شان میں ایک اعلیٰ درجہ کا قصیدۂ فارسیہ لکھا ہے جس کے اول و آخر اشعار یہ ہیں ؎

دہید از من خبر آں شاہِ خوباں را بہ پنہانی
کہ عالم زندہ شد بارِ دگر از ابرِ نیسانی
زجام فیض خود کن خالدِ درماندہ را سیراب
کہ او لب تشنہ مستسقی و تو دریائے احسانی

حضرت شاہ غلام علیؒ کی وفات کے ایک یا دو سال بعد تک زندہ رہے، بالآخر مرضِ طاعون میں درجۂ شہادت پایا۔

کہتے ہیں کہ انھوں نے چار آدمیوں کو اپنی جگہ پر متعاقباً یعنی یکے بعد دیگرے مقرر کیا تھا کہ میرے بعد فلاں اور اس کے بعد فلاں، چاروں شخص طاعون کے اندر پے در پے اسی ترتیب سے وفات پاگئے۔

ضمیمے میں حضرت شاہ عبدالغنیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت مولانا خالدؒ کے جانشین شیخ عبداللہ بہت بزرگ سنے جاتے ہیں[1]، کچھ

---

[1] استنبول میں حضرت شاہ خالدؒ کے سلسلے میں احمد محب اللہ غریب نقشبندی مجددی موجود ہیں جو تبلیغی جماعت میں ہندوستان آئے تھے، احقر نے مرادآباد میں ان سے ملاقات کی ہے، جناب حسین حلمی نے جو اس وقت ٹرکی کے نامی گرامی صاحبِ قلم اور صاحب تصنیف ہیں محمد حسین شاہد امروہی کے ایک خط کے جواب میں اپنا شجرۂ بیعت اس طرح تحریر فرمایا ہے: حسین حلمی عن احمد محب اللہ غریب عن سید عبدالحکیم آرداسی عن سید فہیم آرداسی عن سید طٰہٰ سہکاری عن مولانا خالد کردی عن شاہ غلام علی دہلوی ملک ایران میں سلسلہ مجددیہ مظہریہ خالدیہ کے ایک بزرگ شیخ عثمان سراج الدین ہیں، آپ کا شجرۂ بیعت شاہ غلام علیؒ تک اس طرح ہے:۔ شیخ عثمان سراج الدین عن محمد علاء الدین عن محمد نجم الدین عن ضیاء الدین عمر عن شیخ بہاء الدین عن شیخ عثمان سراج الدین عن مولانا خالد کردی عن شاہ غلام علی دہلوی۔

آپ کی خانقاہ کردستان (ایران) میں بمقام درود مبارک موجود ہے۔

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی غزوۂ مؤتہ میں صحابہ کرام رضؓ میں سے تین اشخاص کو اسی طرح امیر مقرر کیا تھا یعنی اوّل زید بن حارثہ رضؓ پھر جعفر طیار رضؓ پھر عبداللہ بن رواحہ رضؓ۔ یہ تین حضرات اسی ترتیب سے غزوۂ مؤتہ میں شہید ہوئے، بالآخر حضرت خالد بن ولید رضؓ نے اپنے ہاتھ میں جھنڈا لیا اور فتح ہوئی اور خطاب سیف اللہ پایا۔

صاحب ردّ المحتار علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رحؒ حضرت شاہ خالد کردی رحؒ کے نہ صرف مرید بلکہ شاگرد بھی تھے، جیسا کہ رسالہ المجد التالد فی مناقب الشیخ خالد ضؓ سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن شاہ جہانپوری رحؒ

ضمیمہ مقامات میں ہے کہ آپ بہت سے بزرگوں کے پاس پہونچے مگر مقصود حاصل نہ ہوا، آخر بخدمت شاہ غلام علی رحؒ حاضر ہوئے یہاں سلوک طے کر کے خلعت خلافت پائی، اہلِ دنیا سے بالکل انقطاع رکھتے تھے، ان کی طرف کوئی التفات نہ کرتے تھے، نواب فرخ آباد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کی جانب کوئی توجہ نہیں فرمائی۔

ان کے بہت سے خلفاء نسبت قوی اور کشفِ صحیح رکھتے ہیں، ضلع فرخ آباد اور شاہجہانپور میں اُن کا سلسلہ خوب پھیلا ہوا ہے، صاحبِ مراۃ الانساب مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب نقشبندی مجددی امروہیؒ نے اپنے رسالے دعوۃ الحق میں حضرت مولانا شاہجہانپوریؒ کے حالات بہت تفصیل سے لکھے ہیں اُن میں سے کچھ اقتباس کے طور پر یہاں درج کیے جاتے ہیں:۔

"آپ کا ذکرِ خیر تحریر میں نہیں آیا کیونکہ اپنے زمانے میں آپ نے اس کو اچھا نہیں سمجھا، اگرچہ مختصراً دیگر بزرگانِ سلسلہ نے بعض تواریخ میں اور حضرت زبدۃ الکاملین شاہ محمد مظہر صاحب مجددیؒ نے مقاماتِ سعیدیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ اپنے وطن میں مرجع و مآبِ طلّاب تھے، فقیر نے آپ کی زیارت کی، نہایت متشرع اور باخلاق بزرگ ہیں، اہلِ دنیا سے بچتے اور ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں، نہایت عالی سینہ بڑے صاحبِ برکت ہیں، آپ نے حضرت شاہ محمد مظہر صاحب سے اثناءِ گفتگو میں فرمایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب (شاہ غلام علی) قدس اللہ سرہ العزیز سے جس قدر اشغال و اذکار مجھے حاصل ہوئے ہیں، میں نے ابھی تک نہیں چھوڑے اور انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک نہیں چھوڑوں گا، مثل مبتدی کے

آپ پابندی فرماتے تھے۔

وطن اصلی آپ کا شاہجہانپور تھا، آپ یہاں کے اکابر اور ذی اقتدار حضرات میں سے تھے۔

بعد تحصیل علوم ظاہری آپ کو حصول باطن کا شوق ہوا اور اس جذبۂ طلب میں آپنے جا بجا سفر کیا، مطلوب حقیقی کی تلاش میں عرصہ تک بیقرار رہے، اپنے زمانے کے اکثر بزرگوں سے ملے، بے چین دل کو کہیں تسکین نہ ہوئی، حتیٰ کہ تین بزرگوں کی خدمت میں بھی رہے، آپ شب و روز اس فکر میں پریشان رہتے کہ کوئی رہبر کامل ایسا ملے جو تشنہ کام محبت کو ساحل مراد پر پہونچائے، غرض کہ رحمت الٰہی کی کشش ہوئی اور دردِ اشتیاق حد کو پہونچا ؎

ز حد گذشت بہ عشق تو بے قرارئ ما

امید ہست کہ رحم آوری بہ زارئ ما

(اس کے بعد ایک واقعہ لکھا ہے جس سے دہلی جانے کی طرف رغبت ہوئی) جب یہ دہلی پہونچے تو حضرت شاہ صاحب حسب معمول مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے، دیکھا کہ مسجد میں ایک مسافر وارد ہے، آپنے اپنے پاس بلا لیا، اُس وقت آپ مولی کھا رہے تھے، اس کا پسماندہ نیچے کا حصہ ازراہ شفقت مولانا شاہجہانپوری کو عطا فرمایا، آپنے اس وقت عرض کیا کہ

فقیر جس چیز کا بھوکا ہے اس سے سیری چاہتا ہے، فی البدیہہ حضرت شاہ صاحبؒ نے غالباً کشف کی بنیاد پر فرمایا کہ چند روز یہاں رہو، اگر فائدہ نہ ہوا تو جیسے اور جگہ سے چلے آئے ہو یہاں سے بھی چلے جانا، اس کے بعد آپ نے قبل بیعت کچھ تصرف فرمایا، اُسی وقت مولانا کے لطائف جاری ہو گئے، آپ کے دل میں جو تردّدات تھے ان کا جواب ازروئے کشف آپ کو مل چکا تھا، بیعت کا اشتیاق بڑھا، آپ نے عرض کیا مجھ کو بیعت فرما لیا جائے، اس وقت شاہ صاحب نے اپنے پاس سے ازراہِ شفقت خادم کو پانچ روپے مٹھائی منگانے کے لئے دیے حالانکہ مولانا صاحب نے بہت اصرار کیا لیکن یہ جواب ملا کہ کچھ حرج نہیں پیر کا مال مرید کا مال ہے، ایک دوسرے کے مال میں کچھ فرق نہیں ہے۔

حضرت مولانا پر آپ بیحد شفقت فرماتے تھے چھ سال خدمت اقدس میں رہے، سلوک مجددیہ کی اعلیٰ پیمانے پر تعلیم فرما کر آپ نے ان کو خلافت سے ممتاز فرمایا، جس وقت آپ شاہجہانپور آنے کی غرض سے دہلی سے روانہ ہوئے ہیں تو حضرت شاہ صاحبؒ کچھ دور ہمراہ رخصت کرنے کی غرض سے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور خود مولانا صاحب قبلہ کا ارشاد ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے دو دعائیں کی ہیں اور تم کو خوشخبری سناتا ہوں کہ وہ قبول بھی ہو گئیں، چنانچہ ایک دعا

یہ ہے کہ پروردگار آپ کے نواح میں آپ کے ذریعہ سے طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت فرمائے، دوسرے آپ کا امتحان کم ہو۔

اوراد واذکار کی پابندی کا یہ حال تھا کہ آخر وقت تک آپ کے کسی معمول میں ذرا فرق نہیں آیا۔

"وصال کے وقت یہ کیفیت پیش آئی کہ تسبیح مبارک ہاتھ سے جس وقت چھوڑی ہے تو مولوی غلام بسم اللہ صاحب بریلوی نے اس کو اٹھا کر دیکھا شمار کیے دانے اپنی پوری تعداد پر تھے، مولوی صاحب نے یہ اس وجہ سے دیکھا کہ آپ اپنے خدام سے بہ سبیل تذکرہ یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ مرض الموت میں ذکر کے اندر کمی ہو جائے اور بارہا دعا فرماتے تھے کہ پروردگارِ عالم یہ تیرے ہی اختیار میں ہے، مولوی صاحب کو آپ کی قبولیت دعا کا حال اس وقت کھل گیا۔

آپ اپنے پیرانِ کبارؒ کے طریقے پر استقامت کا بڑا خیال رکھتے تھے، ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ حضور آپ کا تو سلطان الاذکار جاری ہے، کثرت ذکر و فکر سے آپ سراپا ذکر ہو گئے ہیں، پھر تسبیح کی آپ کو کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا بھائی اول تو سمجھنے کی بات ہے کہ جو رفیق ہم کو مقصود تک پہونچائے اس کا چھوڑنا

تو عقلمندی کا کام نہیں ہے جیسا کہ اس تسبیح کی بدولت بقول تمہارے ہم کو یہ حالت نصیب ہوئی تو ایسا اس کو چھوڑا جائے یا آخر تک اس کا پیچھا نہ چھوڑنا چاہیئے۔

اتباع شریعت کا یہ حال تھا کہ آخر وقت میں سب سے پہلے مولوی غلام بسم اللہ صاحب کو آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ تم خود بھی یہ سمجھ لو اور دیگر احباب طریقہ کو بھی اس سے آگاہ کر دینا کہ کوئی فعل میرا اگر سنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف دیکھا ہو تو اس کی ہرگز پیروی نہ کرنا۔ غایت مافی الباب (زیادہ سے زیادہ یہ کرنا کہ) ۔ آپ نے حسنِ اخلاق سے میری کسی معذوری پر محمول کرنا ورنہ عاقبت میں میری ماخوذی کا باعث ہوگا، خشیتِ الٰہی کا ہر وقت آپ پر غلبہ رہتا تھا اور کمالِ اتباع سنت آپ پر ختم ہو گیا تھا۔

آپ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ تھے، کل خلفاء آپ کے اُنیس ہوئے جن میں سے مولانا شاہ غلام بسم اللہ صاحب بریلوی رح اور حضرت والدی و مرشدی شاہ بہاء الدین امروہی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کی ایک جلسہ میں دستار بندی ہوئی اور حضرت والدی رح بھی اعلیٰ حضرت کے آخری خلیفہ تھے بحمد اللہ یہ فقیر بھی اپنے والد و مرشد کا آخری خدمت گزار ہے اگرچہ اس قابل نہیں ہے فالحمد للہ

علی ہذا التسلسل ۔ سنہ ۱۲۸۴ھ میں آپ کا وصال ہوا ۔ تاریخ وصال آپ کی یہ ہے :۔

شد وصل حق حضرت عبدالرحمٰن — محبوب رسول پاکؐ و مقبول صمد
ہاں صوری و معنوی بگفتم تاریخ — ہشتاد و چہار و یک ہزار و دو صد

میر طالب علی معروف بہ مولوی عبدالغفارؒ

آپ علم ظاہری پڑھ کر اور حضرت شاہ صاحبؒ سے نسبت قلبی حاصل کر کے حرمین شریفین کی طرف متوجہ ہوئے، بلدۂ زبید ملک یمن میں شہرت پائی، کہتے ہیں کہ ملک یمن کے آپ قاضی بھی ہو گئے تھے ۔ واللہ اعلم

سیّد اسمٰعیل مدنیؒ

آپ نے پہلے مولانا خالدؒ سے بیعت کی اور نسبت نقشبندیہ کو حاصل کیا، ایک دن خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دہلی جاؤ اور غلام علی مجدّدی سے کسب نسبتِ مجدّدی کرو، بمطابق حکم شریف حاضر ہوئے، اجازت و خلافت پائی اور وطن واپس ہوئے، کشف و وجدانِ صحیح رکھتے تھے، دہلی میں اُن کا تبرکات دیکھنے کے لئے جانا اور وہاں تصاویر کی وجہ سے ظلمت محسوس ہونے کا واقعہ ضمیمہ مقامات مظہری

کے شروع میں لکھا ہے۔

مرزا رحیم اللہ بیگ مسمیٰ بہ محمد درویش عظیم آبادیؒ

آپ ملازمت کا تعلق ترک کر کے بخدمت حضرت ایشانؒ حاضر ہوئے، کسبِ نسبت کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، بہ سلسلۂ سیاحت حضرت خواجہ نقشبندؒ کے مزار پر حاضری دی، اور اکثر بلادِ اسلام مثل روم و شام، حجاز و عراق، مغرب و ماوراء النہر اور خراسان نیز ہندوستان کی سیر کی، کہا کرتے تھے کہ میں نے مثل شاہ غلام علی کے کوئی شیخ نہیں پایا، والدین سے حقوق معاف کرالئے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوئی خوف نہ کرتے تھے، شہزادہ کامران والیٔ ہرات آپ سے عقیدت رکھتا تھا، احتساب کرتے ہوئے اس کو الفاظِ سخت، بے باکانہ طور پر کہہ دیتے تھے، اسی طرح ترکستان کے دوسرے حکام بھی آپ کے خادم اور غاشیہ بردار ہو گئے تھے، آپ امورِ شرعیہ کی عدم پابندی دیکھ کر ہر جگہ سے رنجیدہ ہو کر آجاتے تھے، بادشاہ قہقند کے پاس سے بھی جو آپ سے اخلاصِ تمام رکھتا تھا رنجیدہ ہو کر چلے آئے تھے، آخر شہر سبز میں سکونت اختیار کی، وہاں کے حاکم نے ایک بڑا گاؤں آپ کی نذر کیا اور اس گاؤں سے اپنی حکومت کی مالگزاری معاف کر دی آخر عمر میں نکاح کیا اور ہر صادر و وارد کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لی،

آپ کی جائے قیام ایک خانقاہ ہوگئی، مذہب شافعی اختیار کیا تھا، اسی وجہ سے سمرقند اور بخارا وغیرہ میں آپ شافعی کے لقب سے ملقب ہیں، ایک حاکم، ترکستان نے جو حاکمِ سبز سے عداوت رکھتا تھا، آپ کو خفیہ طریقہ پر قتل کرادیا، آپ نے اس طرح شربت شہادت نوش کیا۔

حضرت اخوند شیر محمدؒ

آپ تحصیل علوم سے فارغ ہوکر آستانۂ حضرت شاہ غلام علیؒ کی حاضری سے مشرف ہوئے کسبِ نسبت کرکے اجازت پائی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر علم ظاہری سے بہت ذہول طاری ہوگیا، فرماتے تھے کہ میرا حال اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ سہل سے سہل نحوی ترکیب بھی مجھ کو مشکل ہوگئی، پھر اس خیال سے کہ کہیں علم تلف نہ ہوجائے، دوبارہ علم ظاہری کی طرف متوجہ ہوئے، سیکڑوں طالبین آپکے ذریعہ علم سے بہرہ اندوز ہوئے، آپ اپنے شاگردوں کو تقویٰ اور اعمالِ خیر کی تلقین فرماتے تھے، آپ کی مجلس میں طلباء میں سے اگر کوئی غیبت کرتا تھا تو اس پر جرمانہ مقرر کردیا جاتا تھا، آخر عمر میں بہت ضعیف ہوگئے تھے، کتابوں کو بیع کردیا تھا، اور سوائے تلاوتِ قرآن مجید اور صلوٰۃ مفروضہ کے گویا اور کوئی مشغلہ نہیں تھا ملک ہندوستان میں انگریز کمپنی کی حکومت ہوجانے کی وجہ سے اس کو دار الحرب

قرار دیتے، اور اس میں سکونت مکروہ سمجھتے تھے، اس لئے عین بیماری میں بہ نیتِ ہجرت متوجہ بہ حرمین شریفین ہوئے، بلدۂ ملتان میں پہونچے تھے کہ وفات پائی۔[1]

حضرت مولانا محمد جان شیخ الحرمؒ

آپ بعد تحصیلِ علم بخدمت حضرت ایشانؒ پہونچے اور ریاضت ہائے بسیار کیں، ہر روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت کے لئے ساتؔ کوس جاتے تھے اور رات کو وہاں پر عبادت میں مشغول رہتے تھے، صبح کو پانی کا ایک گھڑا ــــ کیونکہ وہاں کا پانی بہت ہی خوشگوار ہے ــــ برائے حضرت ایشانؒ لاتے تھے۔

---

[1] مولانا بشیر محمد افغانی ثم دہلوی ایک مشہور عالم تھے، مختصرات کو مختلف مقامات پر پڑھا، پھر دہلی وارد ہوئے اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے تمام کتب درسیہ پڑھیں پھر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے تعلق پیدا کیا اور اُن سے طریقۂ نقشبندیہ سیکھا، بعدہٗ درس و تدریس میں مشغول ہوئے آپ سے بہت سے علماء نے علم حاصل کیا، آپ بہت ذکی و ذہین عالم تھے نیز قانع اور متوکل عابد زاہد تھے اپنی آخر عمر میں حج و زیارت کیلئے حرمین شریفین کا سفر کیا، اسی مقدس سفر میں آپ کا اثنائے راہ میں انتقال ہوا، ۱۹ صفر ۱۲۵۷ھ آپ کی تاریخ وفات ہے۔
(نزہۃ الخواطر جلد ہفتم بحوالہ آثار الصنادید)

حضرت شاہ عبد الغنیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے ایک خادم نقل کرتے تھے کہ میرا لڑکا قریب بمرگ ہو گیا تھا، میں بوقت شب اس لڑکے کو درگاہ قطب الاقطابؒ میں لایا، آپ مراقبے میں مشغول تھے، آپکے سامنے بچے کو لے گیا، دعا اور سلب مرض کی درخواست کی، آپنے اسی وقت سلب مرض کر دیا، بچے نے شفا پائی، ایک دوسرے شخص نے نقل کیا کہ میرا ایک عورت کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا، قریب تھا کہ بدکرداری میں گرفتار ہو جاؤں، میں نے آپسے عرض کیا اور کہا اب کوئی چیز سوائے بدکاری کے باقی نہیں رہی، اگر آپ نے میرے حال پر عنایت مبذول نہ کی اور مجھ سے بدکاری واقع ہوئی تو میں آپ کا نام پیش جناب باری لوں گا۔

آپ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ ـــ کا عمل مجھ کو تعلیم کیا، میں نے کہا سبحان اللہ! میں تو یہ وظیفہ ہمیشہ پڑھتا ہوں، فرمایا اب میرے کہنے سے پڑھ، میں نے پڑھا ایسا معلوم ہوا گویا سدِّ سکندری میرے اور اس عورت کے درمیان حائل ہو گئی۔

حضرت پیر و مرشدؒ سے رخصت اور اجازت پا کر حرم محترم میں پہونچے، ابتداء میں بہت سی مشکلات پیش آئیں آخر کار فتوحات کا دروازہ کھل گیا، بادشاہ کے خاص لوگوں کا رجوع آپ کی طرف ہو گیا، آپکے خلفاء استنبول اور اضلاع روم تک منتشر ہوئے سلطان روم کی جانب سے آپ کے لئے

وظیفہ مقرر ہوا، سلطان کی والدہ بھی آپ کی عقیدت مند تھیں، آپ نے ایک خانقاہ بنائی تھی، وہاں ہر وارد و صادر کی خدمت کرتے تھے، یہاں تک کہ حدود ۱۲۶۶ھ میں مکہ معظمہ کے اندر جوارِ رحمت سے پیوست ہو گئے۔

حضرت سید احمد کردی رح

آپ نے اوّل بغداد میں اخذ طریقہ مولانا خالد رح سے کیا، پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بغداد سے دہلی آئے اور طریقۂ مجددیہ حضرت شاہ غلام علی رح سے حاصل کیا، راستے میں بیمار ہو گئے تھے حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلعم شفاء کے لئے درود تعلیم فرماتے ہیں، درود شریف پڑھا اور شفا پائی۔

مُلّا پیر محمد رح

آپ بہت استغراق رکھتے تھے حضرت شاہ صاحب سے پورا سلوک طے کیا تھا حضرت مرزا مظہرِ جانجاناں رح کے مزار پر مراقب ہو کر بیٹھتے تھے کہتے ہیں کہ بعض دفعہ ہاں پر مراقبے میں تمام رات گزر جاتی تھی، اور اگر بارش آتی تھی تو اس کی بھی ان کو پروانہ ہوتی تھی۔

آپ نے علاقۂ کشمیر میں بہت شہرت پائی۔

مُلا گل محمد غزنوی رح

آپ غزنین سے چل کر حضرت شاہ صاحب رح کی خدمت میں دہلی آئے، کسب نسبت کر کے خلافت سے مشرف ہوئے اور اپنے ملک میں طالبین کے مرجع و مآب بلکہ بقولِ صاحب مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ شیخ بخارا ہوئے، آپ کے ذریعہ لوگوں کو بہت کچھ روحانی فوائد پہونچے، آپ نے بھی چند آدمیوں کو اجازت دی تھی، حج کو گئے اور وفات پائی۔

مولوی ہراتی مشہور بہ مولوی محمد جان رح

آپ نے کسبِ فیض حضرت شاہ صاحب رح سے کیا اور خلافت سے ممتاز ہوئے، ہرات کے لوگ آپ کی بہت سی کرامتیں بیان کرتے ہیں، قندھار کے ہزاروں آدمیوں کو ہدایت کے راستے پر پہونچایا قندھار سے دو تین میل کے فاصلے پر میر بازار میں آپ کا مزار ہے۔[1]

---

[1] مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی کے مکتوب گرامی سے مدفن کا پتہ معلوم ہوا انھوں نے لکھا ہے "سبحان اللہ کیا ہی پُر انوار مقام ہے" یہ عاجز وہاں گیا ہے۔

مولانا محمد عظیمؒ

آپ بہت خوش اخلاق بزرگ تھے، گویا کہ آپ کی خِلقت اخلاق حمیدہ پہ ہوئی تھی، آپ اجازتِ حضرت ایشانؒ سے مشرف ہو گئے تھے بعد انتقال پیر و مرشد حرمین شریفین چلے گئے، اور وہیں انتقال فرمایا۔

مولوی نورُ محمدؒ

آپ ریاضت ہائے کثیرہ کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت ہو کر اشغال و مراقبات میں مشغول ہوئے، بالآخر اجازت پائی کہتے ہیں کہ حضرت ایشانؒ فرمایا کرتے تھے کہ "چار آدمی میرے خاندانِ طریقت کے لئے باعثِ فخر ہیں۔

(۱) مولوی شیر محمد (۲) مولوی محمد جان (۳) مولوی محمد عظیم اور (۴) مولوی نورُ محمد۔

یہ چاروں ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے نیز یہ چاروں کے چاروں عالم متبحر تھے۔

مرزا مُراد بیگؒ

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ایشانؒ آپ کے کمال زہد کی وجہ سے

آپ کو "جنید وقت" کہا کرتے تھے، قوی نسبت رکھتے تھے اور لوگوں کو آپ سے عظیم کیفیات حاصل ہوتی تھیں، حضرت ایشاں کے مجاز تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں آپنے وفات پائی اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے پائیں مزار مدفون ہوئے۔

محمد منور امام مسجد اکبر آبادیؒ

حضرت شاہ غلام علیؒ کے خلفاء میں بہت قوی نسبت رکھتے تھے اور افادۂ فیوض کرتے تھے۔

میاں محمد اصغرؒ

آپ نہایت قوی النسبۃ تھے، حضرت ایشانؒ کے حکم سے حضرت شاہ ابو سعیدؒ کی خدمت میں بیٹھتے تھے، حضرت شاہ ابو سعیدؒ کی آپ پر بہت عنایت تھی، خانقاہ کا نظم ونسق آپ سے ہی متعلق تھا۔
آپ کی توجہات سے بہت سے لوگ حظِ وافر حاصل کرتے تھے، پہلا سفر حرمین شریفین طے کر کے واپس آئے، بعدہٗ حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے ہمراہ حج وزیارت کے لئے گئے، پھر دہلی واپس آئے آپ نے ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی اور خانقاہ میں مدفون ہوئے۔

میر نقش علیؒ

آپ نے حضرت شاہ غلام علیؒ سے کسبِ نسبت کیا اور لکھنؤ چلے گئے

میاں احمد یارؒ

آپ سوداگر تھے، نسبت مجدّدیہ کو حضرت ایشانؒ سے لیا، آپ کی قبر بھی خانقاہ میں ہے۔

میاں قمر الدین پشاوریؒ

آپ درویشان قادریہ میں سے تھے، اور شروع میں منکرِ طریقۂ مجدّدیہ تھے، پشاور سے خدمت حضرت ایشانؒ میں پہونچے ـــ بالآخر حلقہ بگوش ہو کر اجازت پائی اور پشاور چلے گئے۔

محمد شبیر خاںؒ

آپ نے ولایت افاغنہ سے آکر حضرت شاہ صاحبؒ سے نسبت مجدّدیہ حاصل کی اور وطن واپس گئے۔

شیخ جلیل الرحمٰنؒ

آپ حضرت ایشانؒ کے خادمِ خاص تھے، قوی نسبت رکھتے تھے، حضرت ایشانؒ آپ پر خاص عنایت فرماتے تھے، ایک بدبخت نے عین حلقۂ ذکر میں آپ پر تلوار کا وار کیا، آپ اس وقت روبروئے حضرت ایشانؒ بیٹھے ہوئے تھے، بے اختیار حضرت ایشانؒ کے پاؤں پر گر پڑے اور اسی دم شربت شہادت پی لیا۔
یہ معاملہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الوفات کے آخر میں واقع ہوا تھا، اس شہید کی تربت بھی حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے پائینتی کو ہے۔

حضرت مولانا قاری امام الدین بخشی امروہیؒ

آپ ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد خاندان بخشی میں پہلے شخص تھے، جنھوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا، چنانچہ آپ بھی ابتدائے عمر میں اپنے باپ کے مسلک پر رہے، حضرت مولانا شاہ ضیف اللہ نقشبندی خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ سے تحصیل علم کی، اسی کا یہ نیک نتیجہ برآمد ہوا کہ آپ نے اپنے آبائی مذہب اہلِ السنۃ والجماعت کو

اختیار کر لیا، تبدیل مذہب کی بناء پر باپ کی سختیوں سے عاجز آ کر بمشورۂ حضرت شاہ ضیف اللہؒ آپ دہلی گئے، وہاں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے درس میں شامل ہو گئے اور تکمیل کی، حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی بھی آپ کے ہم درس تھے، طالب علمی کے زمانے میں وہ بھی اپنے رفیق درس کے ہمراہ امروہہ آتے رہتے تھے، اور قاری صاحب کی مسجد میں ٹھہرتے تھے، اسی اثناء میں سلوک باطنی طے کرنے کا جذبہ آپ کے قلب میں پیدا ہوا، اس موقع پر بھی آپ اپنے استاد و مربی حضرت سید شاہ ضیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کی خدمت میں پہونچے، ان کی خدمت میں رہ کر حقائق و معارف کے باطنی درس سے مستفیض ہوئے، مجاہدہ و ریاضت سے مقامات عالیہ طے کئے اور خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے، پیر و مرشد کے حکم کے مطابق قاری صاحب اپنے وطن امروہہ واپس آئے، درس و افادہ میں مصروف ہوئے اور یادِ الٰہی کے اندر اپنے اوقات کو صرف کیا، عُزلت گزینی آپ کو زیادہ پسند تھی، متوکل اور قناعت دوست تھے، تواضع اور کسرِ نفسی آپ کا شیوہ تھا، مرید بہت کم کرتے تھے، چہرہ نورانی، خندہ پیشانی، عابد و زاہد بزرگ تھے، کوئی سنت بلکہ مستحب بھی نہ چھوڑتے تھے۔

آپکے معمولات یہ تھے کہ بعد نمازِ فجر مراقبہ و اشراق سے فارغ ہو کر حدیث و تفسیر اور فقہ کا درس دیتے تھے، دُور دُور سے تشنگانِ علوم آتے اور ان کے دریائے فیض سے سیراب ہوتے تھے، ظہر کے بعد پھر طلباء کو درس دیتے تھے، بعد نمازِ عصر طالبانِ حق کی تعلیم باطنی میں مشغول ہو جاتے تھے، جمعہ کے دن وعظ کہتے تھے، قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے امروہہ آکر آپ سے علم تجوید پڑھ کر سند حاصل کی، تذکرۂ رحمانیہ میں وہ سند درج ہے، بخاری کے بھی چند پارے آپنے امروہہ میں ہی پڑھے، باقی حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ سے دہلی جاکر پڑھے تھے، قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ نے رسالہ تبیین الضاد آپکے صاحبزادے مولانا کریم بخش بخشی کی فرمائش پر لکھا تھا جیسا کہ اس رسالے کے دیباچے سے ظاہر ہوتا ہے، امروہہ کے مشہور مورخ مولانا آل حسن بخشی مؤلف تحفۃ النوادر آپکے باکمال پوتے تھے، حضرت مولانا قاری امام الدینؒ کے ذریعہ سے علم تجوید و قرأت کی بھی بڑی اشاعت ہوئی، کشف الغطا، ردّ الربا، السماع والغناء اور چند تجویدی رسائل آپ نے تالیف فرمائے تھے۔

اپنے محلہ کی (یعنی محلہ بخشی نزد چاہ شور کی) مسجد میں جس کو آپ نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا زیادہ وقت گزارتے تھے، اور وہیں درس و افادہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

آپ نے ۶ ر ذیقعدہ ۱۲۵۶ھ میں وفات پائی [1]

حضرت مولانا حافظ سید عبد الحی مجددی دہلوی ثم امروہی [2]

آپ حضرت شاہ حفیظ اللہ رح کے صاحبزادے تھے، دہلی میں پیدا ہوئے، اور وہیں نشو و نما پائی، حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رح کی خدمت میں سلوک طے کیا، بالآخر خلافت و اجازت سے ممتاز ہوئے پیرومرشد کے حکم سے امروہہ تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار کر لی، محلہ ملانہ کی ایک مسجد کے حجرے میں ذکر و فکر میں مشغول رہ کر اپنی پوری عمر گزاری اور معمولات کے پابند رہے، انوار العارفین کے مصنف صوفی محمد حسین چشتی مرادابادی رح اپنے والد کے ہمراہ بچپن میں آپ سے ملے، انھوں نے اپنی کتاب میں آپ کا تذکرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بچپن میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ فرمانے لگے کہ میاں ذرا یہ دعا مانگو اور کہو کہ "اے اللہ عبد الحی کو بخش دے"، میں نے دعا مانگی اور کہا "اے اللہ مولوی صاحب کو بخش دے"، فرمانے لگے نہیں یوں کہو کہ "اے اللہ عبد الحی کو بخش دے" پھر میں نے وہی کہا انھوں نے پھر اصرار کیا، بالآخر میں نے دل میں

---

[1] ماخوذ از نخبۃ التواریخ، تذکرۃ الکرام مؤلفہ محمود احمد عباسی، نزہۃ الخواطر جلد ۷ اور تذکرہ رحمانیہ۔

سوچا کہ جب تک ان کے کہنے کے مطابق نہ کہوں گا چھٹکارا نہ ہوگا، مجبوراً میں نے وہ الفاظ ادا کیئے، اس پر بہت خوش ہوئے اور صحنِ مسجد میں امرود کا درخت تھا، دو۲ تین۳ امرود اس میں سے توڑ کر مجھ کو دیے۔

آپ کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ، عالم و فاضل اور مقتدائے وقت تھے، متوکلانہ زندگی بسر کی، اہلِ دنیا سے اجتناب رہتا تھا، کثرت سے تلاوت قرآن مجید فرماتے تھے، اور مراقبہ و مجاہدہ کا شغل بھی رہتا تھا، اگر کوئی ملنے آتا تو حجرے کے اندر سے صحنِ مسجد میں آتے اور ایک دو باتوں کے بعد سلام کر کے واپس ہو جاتے تھے، غیر ضروری بات کسی سے نہ کرتے تھے، ۱۲۵۱ھ میں وصال ہوا اور اسی مسجد کے صحن میں جس کے حجرے میں رہتے تھے اُسی امرود کے درخت کے پاس مدفون ہوئے[1]

حضرت مولانا شاہ غلام علیؒ نے آپ کو جو سندِ خلافت و اجازت عطا فرمائی، اس کو مع ترجمہ تبرکاً درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سیدنا محمدٍ و آلہٖ

---

[1] ماخوذ از نخبۃ التواریخ، انوار العارفین، تذکرۃ الکرام، نزہۃ الخواطر جلد ۷

وصحبہ اجمعین

اما بعد ہر گاہ برادرِ طریقت میاں عبد الحی وفقہ اللہ لما یحب و یرضیٰ بتوجہات پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم از نسبتِ حضور و آگاہی حظّے وافر حاصل نمودند دلِ ایشاں را رنگے از فنا منصبغ بصبغۃ اللہ گردانید و بہرۂ از نسبت لطائفِ عالم امر و لطائفِ عالمِ خلق نیز پیدا کردہ اند ایشاں را اجازت تعلیم طریقہ گفتہ شد، ارشادِ نسبت نقشبندیہ احمدیہ نمایند و طالبان را در طریقہ قادریہ و چشتیہ داخل کنند اما تلقین اذکار و مراقبات عزیزانِ نقشبندی کردہ باشند و اسئل اللہ تعالےٰ لہٗ الاستقامۃ علی الطریقۃ والسنۃ السنیۃ اوقات لوظائف اعمال معمور دارند و توجہ بقلب و دیگر لطائف و بذاتِ الٰہی سبحانہ، در ہر نفس لازم گیرند از صحبت اہلِ دنیا و اہلِ غفلت و بطالت اجتناب واجب شناسند و امورِ خود بہ کرم حضرت حق سبحانہ، تفویض نمودن و بواسطۂ ارواح طیبۂ مشائخ ملتجی بودن فرض شناسند و مطالعۂ منہاج العابدین امام غزالی و رشحات فخر الدین علی و لمعات ملا جامی و مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم التزام نمایند و بہ فقر و قناعت و دوامِ ذکر عمر خود بسر دارند وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۔ وانا الفقیر عبد اللہ معروف غلام علی عفی عنہ،

(ترجمہ) "بعد حمد و صلوٰۃ ـــــ چونکہ برادرِ طریقت میاں عبدالحی نے ـــــ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مرضیات کی توفیق دے ـــــ پیرانِ کبارؒ کی توجہات سے نسبتِ حضور و آگاہی سے حصۂ وافر حاصل کرلیا ہے، نیز ان کے دل کو فنائیت نے صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ لیا ہے، نیز انھوں نے لطائفِ عالمِ امر اور لطائفِ عالمِ خلق کی نسبت سے حصہ پالیا ہے، لہٰذا ان کو تعلیم طریقہ کی اجازت دے دی گئی، وہ نسبتِ نقشبندیہ احمدیہ کا سلوک طے کرائیں اور طالبین کو طریقۂ قادریہ و چشتیہ میں بھی داخل کر سکتے ہیں، لیکن حضرات نقشبندیہ کے اذکار و مراقبات کی تلقین کریں ـــــ میں اللہ تعالیٰ سے اُن کے لئے استقامۃ علی الطریقۃ اور استقامۃ علی السنۃ المطہرہ کی دعا کرتا ہوں ـــــ اپنے اوقات کو وظائفِ اعمال سے معمور رکھیں اور توجہ بقلب اور توجہ بہ دیگر لطائف و بذاتِ الٰہی سبحانہ، ہر سانس میں لازم سمجھیں، اہلِ دنیا، اہلِ غفلت اور بیکار لوگوں سے بچنا ضروری سمجھیں، اپنے کاموں کو حضرت حق سبحانہ، کے فضل و کرم پر چھوڑنا اور ارواح مشائخ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے التجا کرنا ضروری سمجھیں، منہاج العابدین امام غزالیؒ، رشحات فخر الدین علیؒ، تلمیعات ملّا جامیؒ اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مطالعہ کا

التزام رکھیں فقر و قناعت اور دوامِ ذکر میں اپنی عمر بسر کریں۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ (اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے)۔ فقیر عبداللہ معروف غلام علی عفی عنہ،

مولانا اخوند جان محمد ہزارویؒ

آپ کے والد کا اسم مبارک خان بہادر تھا، آپ کے بھائی کا نام خان محمد تھا جن کے صاحبزادے مولانا فیض محمد مدرسۂ انبالہ میں مدرس تھے، اخوند جان محمد موضع حمید علاقہ چھچھ ہزارہ کے باشندے تھے طلب حق اور تلاشِ مرشد میں سفر کرتے تھے، آخر کار حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ (متوفی ۱۲۴۶ھ) کے ہمراہ ہندوستان آئے اور مشائخ و فقرائے عصر سے ملاقات کرتے ہوئے دونوں حضرت شاہ عبدالباری صدیقی چشتی امروہیؒ کی خدمتِ اقدس میں امروہہ حاضر ہوئے، حضرت شاہ عبدالباریؒ نے ان دونوں کے حالات کا مشاہدہ فرماکر شاہ عبدالرحیم صاحب کو اپنی خدمت میں رکھا اور بیعت کیا، اور اخوند جان محمد کو مشورہ دیا کہ ان کو حضرت شاہ غلام علی سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے، بالآخر حضرت شاہ عبدالرحیمؒ حضرت شاہ عبدالباریؒ کی خدمتِ اقدس میں رہ کر مستفیض ہوئے اور پورا سلوک طے کرکے ان کے خلیفہ

ہوئے، اور اخوند جان محمد حضرت شاہ غلام علیؒ کے مجاز ہوئے، لوہاری ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کر لی تھی، وہیں ۱۲۵۳ھ میں انتقال ہوا، ۹۶ سال کی عمر پائی اور متصل مسجد عیسیٰ شاہ بیری کے درخت کے نیچے ایک گوشے میں مدفون ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے شاہ عبد العلیم تھے جو نقشبندی سلسلے میں حضرت شاہ غلام علیؒ سے بیعت ہوئے تھے، مدتوں خانقاہ میں رہے مگر بعد کو شاہ احسان علی صاحبؒ قادری پاکپٹنی سے سلسلۂ قادریہ میں مرید ہو گئے تھے، اور ان ہی سے خلافت پائی تھی، ان شاہ عبد العلیم کے خلیفہ مولانا نصر اللہ خاں خویشگی خورجویؒ مؤلف تاریخ دکن تھے، اور ان کے خلیفہ مولوی فرید احمد غازی پوریؒ مؤلف "دُرِّ فرید" تھے، "دُرِّ فرید" میں اخوند جان محمدؒ اور ان کے صاحبزادے کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔
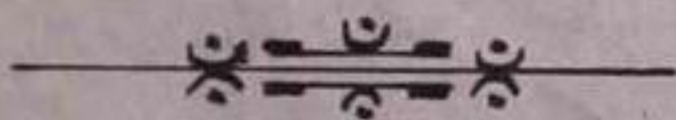
کلمۂ طیبہ کی حقیقت

اسلام کا بنیادی کلمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

ایک عہد میثاق ہے جو اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس عہد کی حقیقت کو سمجھے یہ مختصر رسالہ اس حقیقت کا نہایت پرمغز اور ایمان آفریں بیان ہے۔ عمدہ کاغذ قیمت

نماز کی حقیقت

اسلام میں ایمان کے بعد نماز ہی کا درجہ ہے۔ مگر کیا ہم نماز کو ایسی ہی اہمیت کے ساتھ ادا بھی کرتے ہیں؟ کیوں۔ اس لیے کہ ہم عام طور پر نماز کی پوری حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اس کتاب کو آپ اس مقصد کے لیے بے حد مفید پائیں گے۔ عمدہ کاغذ قیمت